جہانِ امیرِ ملت

محمد صادق قصوری

مرکزی مجلسِ امیرِ ملت پاکستان

جہانِ امیرِ ملّت

محمّد صادق قصوری

مرکزی مجلسِ امیرِ ملّت پاکستان

بیاد

سلوسیٔ ہند قبلۂ عالم مجدّد وقت امیر ملّت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہٗ

بفیضانِ کرم

سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین شاہ صاحب محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۶

زیرِ سرپرستی

بدر الملّت پیر سیّد نذر حسین شاہ جماعتی مدظلہٗ مہر الملّت پیر سیّد منوّر حسین شاہ جماعتی مدظلہٗ

نام کتاب ——— جہانِ امیر ملّتؒ
مؤلف ——— محمد صادق قصوری
صفحات ——— ۲۰۰
سنِ اشاعت ——— یکم جون ۲۰۰۱ء
تعداد ——— ۱۰۰۰
ہدیہ ——— دُعائے خیر بحق معاونینِ مجلس

کتابت : محمّد حیات ڈوگر سکنہ موضع چوہڑپورہ۔ قصور

نوٹ : بیرونی حضرات تیس ۳۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجکر طلب کریں

مرکزی مجلس امیر ملّت
بُرج کلاں ضلع قصور
پوسٹ کوڈ : ۵۵۰۵۱

آئینہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتساب	۵
۲	سرِ سخن از مؤلف	۶
۳	امیرِ ملّتؒ کے ماہ و سال	۷
۴	امیرِ ملّتؒ اور تحریکِ ختمِ نبوّت	۱۲
۵	امیرِ ملّتؒ اور تحریکِ خلافت	۳۲
۶	امیرِ ملّتؒ اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس	۵۴
۷	امیرِ ملّتؒ اور سارداایکٹ	۱۰۶
۸	امیرِ ملّتؒ اور تحریکِ پاکستان	۱۱۶
۹	اقبالؒ اور امیرِ ملّتؒ	۱۶۰
۱۰	قائدِ اعظمؒ اور امیرِ ملّتؒ	۱۰۳
۱۱	کتابیات	۱۹۶

"برصغیر ہند میں ملتِ اسلامیہ کے احیاء اور مسلمانوں کی سیاسی سربلندی کے لیئے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اوراقِ تاریخ پر جلی حروف میں لکھی ہوئی ہیں۔ آپکی اس تصنیف سے نوجوانوں کے لئے اس خوش رسمی کی راہ روشن ہوگی۔"

مکتوبِ گرامی:

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ
سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ

بنام:

محمد صادق قصوری محررہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۹ء

اِنتساب

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ اوّل، افضل البشر بعد از انبیاء

حضرت سیّدنا **صدیقِ اکبر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

— کے نام —

آں امن النّاس بر مولائے ما　　آں کلیمِ اوّل سینائے ما

ہمتِ اُو کشتِ ملّت را چو ابر　　ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

(اقبالؒ)

سرِّ سخن

سوسی ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اس احقر نے زندگی وقف کر رکھی ہے موصوف کی ذاتِ ستودہ صفات اپنے دور میں عدیم النظیر ہی نہ تھی بلکہ اس سے بھی اعلیٰ و ارفع تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔

انہوں نے علم و ادب، مذہب و سیاست اور شریعت و طریقت کے میدان میں جو کارہائے عظیمہ سر انجام دیئے ہیں اُن کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ پیشِ خدمت کتاب میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی خدماتِ جلیلہ پر احقر نے اپنی ہمت اور بساط کے مطابق روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں کر سکا۔ تاہم جو کچھ ہو سکا۔ حاضر ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں اُستاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۹۹ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی دامت برکاتہم العالیہ[1] کی بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت اُستاذی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

گدائے امیرِ ملت
محمد صادق قصوری
ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیرِ ملت
بُرج کلاں ضلع قصور۔ ۵۵۰۵۱
یکم جنوری ۲۰۰۰ء ۔۔۔ بروز ہفتہ

[1] افسوس کہ حضرت مجاہد ملت اس کتاب کی اشاعت سے قبل ہی ۲ رمئی ۲۰۰۱ء کو رحلت فرما گئے۔ (قصوری)

امیرِ ملّتؒ کے ماہ و سال

۱	ولادت باسعادت	۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء
۲	حفظِ قرآنِ مجید	۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء
۳	فراغت از جملہ علوم اسلامیہ	سن کا تعین نہیں کیا جا سکا۔
۴	ولادت خلفِ اکبر سراج الملت سید محمد حسین شاہؒ	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۵	ولادت خلفِ دوم سید خادم حسین شاہؒ	۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء
۶	تاسیس انجمن منتشار العلماء لاہور	جمادی الاوّل ۱۳۰۴ھ / جنوری ۱۸۸۷ء
۷	حضرت باباجی فقیر محمد فاروقی چوراہیؒ کے دستِ اقدس پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت و خرقۂ خلافت	رجب ۱۳۰۷ھ / مارچ ۱۸۹۰ء
	(یاد رہے کہ پیشتر ازیں والد گرامیؒ سے سلسلۂ قادریہ میں خلافت تھی)	
۸	پہلا حج مبارک	ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ / جون ۱۸۹۳ء
۹	تاسیس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں	۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء
۱۰	ولادت خلفِ سوم شمس الملت سید نور حسین شاہؒ	۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء
۱۱	انجمن منتشار العلماء کا امرتسر میں تعارفی دورہ	۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء
۱۲	وفات والد ماجد (سید کریم شاہ صاحبؒ)	صفر ۱۳۲۰ھ / مئی ۱۹۰۲ء
۱۳	تاسیس "انجمن خدام الصوفیہ ہند"	ذوالحجہ ۱۳۲۱ھ / مارچ ۱۹۰۴ء
۱۴	ماہنامہ "انوار الصوفیہ" کا لاہور سے اجراء	ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ / اکتوبر ۱۹۰۴ء
۱۵	فتنۂ مرزائیت پر پہلی کاری ضرب	شعبان ۱۳۲۲ھ / اکتوبر ۱۹۰۴ء
۱۶	ریاست میسور کا پہلا تبلیغی دورہ	۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
۱۷	دوسرا حج مبارک و اجازت حدیث، دلائل الخیرات از مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکیؒ	۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

۱۸	مسلم لیگ کی طرف پہلی توجہ مبارک -------	۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء
۱۹	مرزائیت کی سرکوبی و مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیشگوئی --	ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ/ مئی ۱۹۰۸ء
۲۰	اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی ہڑتال ختم کرانا ----	جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ/ جولائی ۱۹۱۰ء
۲۱	حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ ---	۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
۲۲	تیسرا حج مبارک ---------	۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
۲۳	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے تین لاکھ روپیہ کا عطیہ --	۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء
۲۴	لاہور میں عید میلاد النبیؐ کے جلسہ کی تاسیس -----	۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء
۲۵	تحریک مسجد مچھلی بازار کانپور میں قائدانہ کردار ----	۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء
۲۶	مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا دورِ تعمیر و ترقی ---	۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
۲۷	آغازِ تعمیر مسجد نور علی پور سیداں --------	۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
۲۸	تحریکِ ترکِ موالات کی مخالفت --------	۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
۲۹	علی پور سیداں ریلوے اسٹیشن کی بنیاد -----	ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/ جنوری ۱۹۱۵ء
۳۰	حافظ پیلی بھیتی کی نعت سن کر بحالتِ بخار حج کو روانگی --	۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
۳۱	تعمیر شیش محل علی پور سیداں -------	۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
۳۲	مہاراجہ کرشن پرشاد وزیرِ اعظم حیدرآباد دکن کی گوشمالی ---	صفر ۱۳۳۵ھ/ دسمبر ۱۹۱۶ء
۳۳	حادثہ جلیانوالا باغ کے سلسلہ میں محضر نامے پر دستخط کرنے سے انکار	۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء
۳۴	تکمیلِ مسجد نور علی پور سیداں --------	۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء
۳۵	تحریکِ خلافت میں قائدانہ کردار --------	۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
۳۶	لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس میں تاریخی خطبۂ صدارت	رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۷	قائدِ تحریکِ خلافت مولانا شوکت علی کی طرف سے سنوسیٔ ہند کا لقب	رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۸	مولانا ظفر علی خان کا بھرپور ہدیۂ عقیدت ------	رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۹	جھنگ کے مشہور ڈاکو میاں رجب علی کا تائب ہو کر مرید ہونا ---	۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
۴۰	سفیرِ کابل متعینہ انڈیا کی دہلی میں سرزنش بر موقعہ چہلم شاہ ابو الخیر دہلویؒ	شعبان ۱۳۴۲ھ/ مارچ ۱۹۲۳ء
۴۱	شدھی تحریک میں سرفروشانہ کردار --------	۱۳۴۱-۴۲ھ/ ۱۹۲۳-۲۴ء
۴۲	کشمیر میں آریہ سماجیوں کے فتنہ کی سرکوبی --------	شوال ۱۳۴۲ھ/ مئی ۱۹۲۴ء

نمبر	عنوان	تاریخ
۴۳	مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندو نوازی پر ڈانٹ ڈپٹ ---	۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء
۴۴	بریلی شریف میں تشریف آوری اور شاندار استقبال ---	ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ/ نومبر ۱۹۲۴ء
۴۵	فتنۂ ارتداد کا قلع قمع ---	ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ/ نومبر ۱۹۲۴ء
۴۶	تعمیر مسجد و باغ اسٹیشن علی پور سیداں برائے مہمانانِ گرامی ---	۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء
۴۷	آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کا انعقاد و صدارت ---	شعبان ۱۳۴۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء
۴۸	جمعیت خدام الحرمین کے اجلاسِ لاہور میں خصوصی شرکت ---	جمادی الاول ۱۳۴۸ھ/ اکتوبر ۱۹۲۹ء
۴۹	مدینہ شریف میں مولانا ضیاء الدین احمدؒ کے ہاں پہلا قیام ---	۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء
۵۰	ساردا ایکٹ کی خلاف ورزی و سرکوبی ---	ذیقعد ۴۹-۱۳۴۸ھ/ اپریل ۱۹۳۰ء
۵۱	کشمیر ایجی ٹیشن میں مجاہدانہ کردار ---	۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء
۵۲	سابق امیر کابل امان اللہ خاں کی بر موقعہ حج آپکی خدمت میں حاضری و توبہ ---	۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء
۵۳	نادر شاہ والئ کابل کی دعوت پر پہلا تبلیغی دورہ ---	جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ/ اکتوبر ۱۹۳۲ء
۵۴	ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار ---	۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء
۵۵	"مجلسِ اتحادِ ملت" کی سرپرستی ---	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء
۵۶	تحریک مجلسِ شہید گنج کی قیادت ---	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء
۵۷	حکیم الامت علامہ اقبالؒ کا خراجِ عقیدت ---	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء
۵۸	شہید گنج کانفرنس راولپنڈی کی تاریخ ساز صدارت ---	جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ/ ستمبر ۱۹۳۵ء
۵۹	ملتِ اسلامیہ کی طرف سے "امیرِ ملت" کا اعزاز و خطاب ---	جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ/ ستمبر ۱۹۳۵ء
۶۰	آل انڈیا سنی کانفرنس بدایوں کی صدارت ---	رجب ۱۳۵۴ھ/ اکتوبر ۱۹۳۵ء
۶۱	وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن کی بسلسلہ تحریک شہید گنج ڈانٹ ڈپٹ	شوال ۱۳۵۴ھ/ دسمبر ۱۹۳۵ء
۶۲	میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد دکن کو مجلس عام میں شہزادیوں کو بے پردہ لانے پر تنبیہ اور نظام کی توبہ ---	ربیع الاول ۱۳۵۶ھ/ جون ۱۹۳۷ء
۶۳	مہاراجہ میسور سر سری کرشنا راؤ کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء
۶۴	علامہ اقبالؒ سے آخری ملاقات ---	۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء
۶۵	قائدِ اعظمؒ کی اپیل پر مسلم لیگ کی حمایت میں "یومِ نجات" منانا ---	ذیقعد ۱۳۵۸ھ/ دسمبر ۱۹۳۹ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
٦٦	قراردادِ پاکستان کے موقعہ پر قائدِ اعظمؒ کو تہنیتی تار ۔ ۔ ۔ ۔	صفر ۱۳۵۹ھ/ مارچ ۱۹۴۰ء
٦٧	نادر شاہ والیٔ کابل کی دعوت پر دوسرا دورۂ کابل ۔ ۔ ۔	شعبان ۱۳۵۹ھ/ ستمبر ۱۹۴۰ء
٦٨	مدینہ فنڈ کا قیام و سرپرستی ۔ ۔ ۔ ۔	۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء
٦٩	قائدِ اعظمؒ کو "ولی اللہ" کا لقب و خطاب عطا فرمانا ۔ ۔ ۔	رجب ۱۳۶۲ھ/ جولائی ۱۹۴۳ء
٧٠	قائدِ اعظمؒ پر خاکساروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کے بعد مزاج پرسی و دعائے کامیابی ۔ ۔ ۔ ۔	رجب ۱۳۶۲ھ/ جولائی ۱۹۴۳ء
٧١	میجر مبارک علی شاہ آف شاہ جیونہ (جھنگ) کی میسور میں شاندار دعوت ۔ ۔ ۔ ۔	۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء
٧٢	سری نگر (کشمیر) میں قائدِ اعظمؒ کی شاندار دعوت اور قائدِ اعظمؒ کا سعادتِ بیعت حاصل کرنا ۔ ۔ ۔ ۔	جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ/ جون ۱۹۴۴ء
٧٣	مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے تاریخی اجلاس لاہور کی صدارت اور صدارتی خطاب میں حکومت اور کانگرس کو دعوتِ مبارزت ۔ ۔ ۔	صفر ۱۳۶۵ھ/ جنوری ۱۹۴۶ء
٧٤	آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت اور مسلم لیگ کی حمایت میں تاریخی اعلان ۔ ۔ ۔	جمادی الاوّل ۱۳۶۵ھ/ اپریل ۱۹۴۶ء
٧٥	قائدِ اعظمؒ کو عطا کردہ لقب "ولی اللہ" کا اعلانِ عام ۔ ۔	جمادی الاوّل ۱۳۶۵ھ/ اپریل ۱۹۴۶ء
٧٦	تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ملک گیر طوفانی دورے ۔	۱۳۶۵-۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء
٧٧	قیامِ پاکستان پر قائدِ اعظمؒ کی طرف سے شکریہ کا خط ۔	رمضان ۱۳۶۶ھ/ اگست ۱۹۴۷ء
٧٨	مہاجرین کی بھرپور امداد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء
٧٩	تحریکِ نفاذِ شریعت کی قیادت ۔ ۔ ۔ ۔	۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء
٨٠	مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی دربار شریف میں پہلی حاضری ۔ ۔ ۔ ۔	۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء
٨١	آخری حج مبارک (۵۵ واں حج) ۔ ۔ ۔ ۔	ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ/ ستمبر ۱۹۴۹ء
٨٢	آخری حج کے موقعہ پر پیر سید غلام محی الدین گولڑویؒ عرف بابوجی کی شاندار دعوت ۔ ۔ ۔ ۔	ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ/ ستمبر ۱۹۴۹ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
۸۳	مدینہ منورہ میں مولانا ضیاء الدین احمدؒ کے ہاں آخری قیام۔	۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء
۸۴	مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی دوسری اور آخری حاضری ۔ ------------	۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء
۸۵	لائل پور (فیصل آباد) میں غیر مقلدین کی سرکوبی ۔ ---	۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء
۸۶	نارووال میں شیعہ فرقہ کی سرکوبی ۔ ------	شوال ۱۳۷۰ھ/ جون ۱۹۵۱ء
۸۷	وصال مبارک و تدفین در علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ ۔	ذیقعد ۱۳۷۰ھ/ اگست ۱۹۵۱ء
۸۸	چہلم شریف پر ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا اجتماع ۔	محرم ۱۳۷۱ھ/ اکتوبر ۱۹۵۱ء
۸۹	خلف اکبر سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہؒ کی سجادہ نشینی	محرم ۱۳۷۱ھ/ اکتوبر ۱۹۵۱ء
۹۰	طباعت "سیرت امیر ملت" --------	ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ/ جنوری ۱۹۷۵ء
۹۱	تعمیر نو مزار اقدس ------------	۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

امیرِ ملّت اور تحریکِ ختمِ نبوّت

۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا اور انگریز، برِّ اعظم کے فرمانروا بن گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی ملّی وحدت کے حصار میں شگاف پیدا کرنے شروع کئے۔ اپنے ہمنوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تاکہ مسلمان جہاد سے رُوگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آ جائیں، مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے لے، جہاد کا خدشہ مٹ جائے، عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا کلپ ہو جائے گی۔ نتیجۃً برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ بقول حکیم الامت اقبالؒ ؂

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

عیّار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے بہت سے علماء کو خریدا، اُن پر نوازشات کی بارش کر دی اور اُن سے اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کا خوب کام لیا۔ مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے نئے نئے فرقے ایجاد کئے، جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ بن مرزا عطا محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۴۰-۱۸۳۹ء میں قادیاں (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد سمرقند سے ترکِ سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے جہاں انہیں بادشاہِ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام مرتضیٰ کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔

مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل الٰہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔ فضل احمد سے عربی پڑھی اور منطق، حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ علم

طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا۔ کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا حصول علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوئے ہوئے دیہات کے حصول کے لیئے مقدمات میں مشغول رہتے۔[1]

۱۸۶۴ء میں مرزا غلام احمد، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں محرّر (کلرک) بھرتی ہوگئے۔ کچہری کے ملازموں کے لیئے انگریزی سیکھنے کے لیئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے بھی تھوڑی بہت انگریزی سیکھی اور دوران ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔ وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تخلیئے میں بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تخلیہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دیکر قادیان آگئے۔

۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو سلب کرکے انھیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جاکر دو رپورٹیں مرتب کیں جن ارکان نے "ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد" "THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA" کے عنوان سے رپورٹ لکھی، انہوں نے لکھا کہ:

> "ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (اپاسٹالک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔"

ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کردیا۔ برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے

---

[1] "الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم" از مولانا محمد عالم آسی امرتسری، امرتسر ۱۹۳۲ء صہ ۱۹۹، ۲۰۰ — "مذاہب الاسلام" از مولوی نجم الغنی رامپوری، لاہور ۱۹۷۵ء صہ ۶۵۸ — "مشاہدات قادیان" از مولانا عنایت اللہ چشتی، ملتان ۱۹۸۷ء صہ ۲۶۶ —

مرزا صاحب، نبوت کے لیے نامزد کیے گئے۔ ؎۱

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف "براہین احمدیہ" چار حصوں میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۳ء میں چوتھا۔ مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا بشیر الدین احمد کی تالیف "سلسلہ احمدیہ" کے مطابق مرزا صاحب کو "ماموریت" کا ناتی الہام، مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا اس سے پہلے آپ نے ۱۸۸۰ء میں "ملہم من اللہ" ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں آپ نے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور "ظلی نبی" ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا اعلان داغا۔ یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعمار کے عزائم پروان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ مرزا غلام احمد ان سے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے، جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سلطنت کی استحکام وطاعت کی بنیاد ہی اپنے الہام پر رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی نافرمانی سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا اور ان لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اس کے بعد جہاد کا نام لیتے یا اس کی تلقین کرتے تھے۔ ؎۳

علمائے اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں سنوسیٔ ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا جی کو للکارا مگر وہ راہ فرار ہی اختیار کرتے رہے، بالآخر حضرت قدس سرہٗ کی بددعا کے نتیجے میں لقمۂ اجل بنے۔ ؎۴

مرزا قادیانی نے جب اپنے بال و پر نکالنے شروع کیے تو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ

؎۱ "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" از پروفیسر محمد الیاس برنی مطبوعہ لاہور طبع نہم ص ۹۱ ــــ "تحریک ختم نبوت" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲، ۲۳ ــــ ؎۳ "تحریک ختم نبوت" ص ۲۲، ۲۴۰ "اسلامی مذاہب" از شیخ محمد ابو زہرہ مصری (مترجم پروفیسر غلام احمد حریری) مطبوعہ فیصل آباد طبع سوم ص ۳۷۶ تا ۳۸۸ ـ

؎۴ ــــ "الکاویہ علی الغاویہ" جلد اول از مولانا محمد عالم آسی مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۱ء ص ۳۰ ـ

مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اُس کے دعوؤں کی قلعی کھول دی :

(۱) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ رُوحِ قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلّم خداوند قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

(۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے رُوبرُو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجۂ نبوّت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعوؤں کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدّث، مجدّد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی ہوئے تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(۴) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ ؎

؎ — ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت اپریل مئی ۱۹۶۱ء صہ ۲۳۔ — ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۷۴ء صہ ۴۵ — "ایمان پرور یادیں" از مولوی اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء صہ ۳۶

نوٹ : — حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے یہی اعلان آل انڈیا سنّی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء کے صدارتی خطبہ میں بھی ارشاد کیا۔ لیکن آغاز میں یہ کلمات فرمائے :—

"اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادیٔ مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے۔ ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٔ پیغمبری کے بعد، کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کیئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیال کوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

اعلان کے اختتام پر فرمایا :—

"مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں۔ وہ ختم نبوّت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارجِ رسالت و نبوّت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد آپ نے قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے لئے ملک گیر دورے فرمائے اور اس کی عیاری کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت سید احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۳۰ء) نے بارہا قادیان جاکر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی۔ مرزا یا اُن کے کسی حواری کو اِن حضرات کے مدمقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا صاحب نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (ف ۱۹۳۷ء) کو دعوتِ مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ بھی حضرت گولڑوی کے ساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا صاحب کے فرار کے بعد[1] بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت گولڑوی کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اس میں بھی حضرت امیر ملت نے ایک ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اسی طرح جب مرزا صاحب کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین نے نارووال ضلع سیالکوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اس کے دامِ فریب میں پھنسنے لگے تو حضرت امیر ملت اس وقت صاحبِ فراش تھے، چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلو تاکہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کر سکوں۔ چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر نارووال لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعۃ المبارک میں مرزائی عقائد کا تار و پود بکھیرتے رہے۔ ناچار حکیم نور الدین کو راستہ ناپنا پڑا۔[2]

(بقیہ گزشتہ صفحہ) سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں اس پر بھی اُن کو مسلمان سمجھا جائے! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہِ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض دوست ہم کو کہتے ہیں کہ اُن سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری! ؎

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا — کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرتِ امیر ملت صفحہ ۶۱۸، ۶۱۹ - ملفوظاتِ امیر ملت صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۱، خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)

---

[1] ——— فرار کی تفصیل سے آگاہی کے لئے حضرت گولڑوی کی سوانح عمری "مہر منیر" ملاحظہ فرمائیں۔ (قصوری)

[2] ——— ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور ختم نبوت نمبر صفحہ ۴۵، ۴۶

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب بذاتِ خود اپنے حواریوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ سیال کوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کے لیئے وارد ہوئے۔ اُن دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیال کوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔ لہٰذا مرزا صاحب کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب اُمید تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ فوراً سیال کوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے اور تقریباً ایک ماہ تک سیال کوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔ آپ دلائل قاہرہ کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے اور دینِ متین اور عقائد حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ ارشاد کرتے کہ:

"دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو۔"

دورانِ قیام تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کئے۔ مرزا صاحب کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لیئے تیار تھے وہ یہ ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزا صاحب کو پھر تا زیست سیال کوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ ؎

سیال کوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مرزا صاحب کے ایک پیروکار مولوی عبدالکریم لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکچر دیتے ہوئے یوں بکواس کی کہ:

"لوگ کہتے ہیں بُراق آیا، بُراق آیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اُس وقت براق کیوں نہ آیا؟"

جب یہ گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے اپنی جلسہ گاہ میں سُنے تو آپ نے دورانِ تقـ پُرجوش لہجے میں فرمایا کہ:

؎ "برکاتِ علی پور شریف" از پیر خیر شاہ امرتسری، امرتسر ۱۳۲۶ھ صـ ۹ — "سیرتِ امیر ملت" ۱۹۷۵ء صـ ۲۴۵ — "ایمان پرور یادیں" صـ ۳۷۔

"وہ شخص بے دین ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔ وہ بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔"

دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے مولوی عبدالکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پنجہ مارا ہے۔ اور اس وقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شانہ سے لے کر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لے کر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے دوران تقریر جوش و خروش میں آکر منبر پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پنجہ بن کر ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مولوی عبدالکریم سرطان (گدّوں دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بدبخت مولوی عبدالکریم، سیالکوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیویٹ تیاری کرکے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا۔ بعد میں مولوی نور دین خلیفہ اوّل مرزا صاحب کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب و امام مسجد بنا رہا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہو کر جہنم رسید ہوا۔ ؎

۱۹۰۸ء میں حضور اقدس امیر ملت قدس سرہٗ نے ایک دفعہ پھر "جھوٹے نبی کی شناخت" کے عنوان سے جو ارشادات فرمائے تھے، وہ آج تک قادیانی جماعت کی چھاتی کا کابوس بنے ہوئے ہیں۔ پڑھیئے اور مرزائیت پر دو دو حرف بھیجتے جایئے:

(۱) کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا، مفرد ہی رہا۔ مثلاً نوحؑ، عیسٰیؑ، موسٰیؑ، یحیٰیؑ، ادریسؑ جس کا نام مرکب ہو وہ جھوٹا ہے۔

(۲) کسی نبی کا دنیا میں کوئی اُستاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے اُستاد سے سبق سیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

(۳) جس پیغمبر پر وحی نازل ہوئی وہ وحی نازل ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیتا تھا۔ جو شخص سیڑھی در سیڑھی مدارج طے کرکے آخر میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا نبی ہے۔

؎ الکاویۃ علی الغاویۃ جلد دوم از مولانا محمد عالم آسی مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۲ء صہ ۳۸۷، ۳۸۸۔

(۴) کسی نبی نے عمر بھر جھوٹ نہیں کہا، جو شخص ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا نبی ہے
(۵) ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ غلام، غلام ہی ہے اور آقا، آقا ہی ہے۔ غلام، آقا کی برابری نہیں کر سکتا۔ [۹] (یاد رہے کہ مرزا جی کا پورا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا مگر اُس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے منحرف ہو کر دعویٰ نبوت کر کے دین و دنیا میں ذلت و رسوائی کو اپنا مقدر ٹھہرایا۔ قصوری)

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب اپنی اہلیہ کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوئے تو اپنا دامِ فریب بھی پھیلانے لگے۔ اُن کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہالیانِ لاہور نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانڈرتھ روڈ پر خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے) میں ایک بہت بڑا اسٹیج قائم کیا اور اسٹیج کے ساتھ ہی لنگر پکانے کا انتظام کیا تاکہ عوام و خواص بر وقت کھانا کھا سکیں اس جگہ کئی روز تک مجالس وعظ و تقریر ہوتی رہیں اور معتقداتِ مرزائیت کی تردید کی جاتی رہی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا پروفیسر اصغر علی روحی (ف ۱۹۵۴ء) جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین قصوری (ف ۱۹۲۷ء) مولانا امام الدین رلسئے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) مولانا نور الحسن سیالکوٹی (ف ۱۹۵۵ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (۱۹۲۰ء) مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) خطاب فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے مرزا صاحب کو مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت دی اور پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان بھی فرمایا لیکن مرزا صاحب کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی لہٰذا نہ آسکے
کسی شخص نے مرزا صاحب کے گوش گزار یہ بات کی کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب، لاہور میں اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا صاحب بولے، یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے

---

۹ "فیضانِ امیر ملت" از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۹۶، ۹۷

بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ ملے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا:

"اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرا جمائیں گے مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔"

جب مرزا صاحب اپنے بیانگ دہل دعوؤں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آئے تو پھر آپ نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگ زیب عالمگیر کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد نماز جلسے کا آغاز ہوا، جس میں شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (استاذ گرامی حضرت امیر ملت، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)، مولانا پروفیسر اصغر علی روحی و دیگر بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں آپ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"مرزا صاحب تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی فوقیت جتلاتے ہیں لیکن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں، وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے لیے نہ آئے۔ میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پیشین گوئی کے نکل گئے تھے، جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آ رہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد عنقریب ذلت اور رسوائی کی موت مرے گا اور تم اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیشین گوئی کو مرزا کی پیشین گوئی کی طرح مت سمجھنا۔"

اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد کیا:

"جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے، میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔"

حضرت پیر مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر انہوں نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے کہا کہ:

"شاہ صاحب! میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔"

حضرت امیر ملتؒ نے ان سے کہا :

"آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے ؟"

حضرت گولڑویؒ نے فرمایا :

"میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں ہے بلکہ آپ کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں۔"

چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑویؒ واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا جی کو ہر طرح سے للکارا۔ اُسے دعوت دی کہ وہ میدان میں آکر اپنے دعویٰ نبوت کو سچا ثابت کرے، مناظرہ کرلے یا مباہلہ کرے۔ پانچ ہزار روپیہ کا انعام وصول کرے۔ اگر مرزا جی میدان میں نہیں آسکتے تو ہم اُن کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا جی کو کوئی بات بھی ماننے کی جرأت نہ ہوسکی۔

آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ :

"ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا فدائی فیصلہ ہوچکا ہے، خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبیؐ کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔"

جب آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہوکر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیشین گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح کو دس بجکر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہوگئے۔ مولانا رومؒ نے سچ فرمایا ہے : ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بُود

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک بار کہا تھا کہ :

"جو کوئی ہیضے کی موت مرے گا، وہ کتے کی موت مرے گا۔"

آسمان کا تھوکا منہ پر آیا جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیشین گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوڑی

دیر بعد مرزا جی کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کرلی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہوگئی، نجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صبح دس بجکر دس منٹ پر) خاتمہ ہوگیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔

لَقَدْ دَخَلَ فِیْ قَعْرِ جَهَنَّمَ

۱۳۲۶ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے مرزا جی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اُسے پوری اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہوگئی تو صد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشین گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف ۱۹۲۰ء) نے فرمایا کہ "ہم پہلے تو اس پیشین گوئی کو معمولی سمجھتے تھے، آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی"۔ [۱]

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے جب مرزا جی کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدۂ شکر بجالائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھا۔

مرزا جی کی ہلاکت کی خبر آناً فاناً پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کئے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت خود شریک ہوئے اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ اس سلسلہ میں تین روز تک اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں لاتعداد لوگ شریک ہوتے رہے۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا کہ ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد اکناف و اطراف لاہور میں بڑے جلسے ہوئے۔ تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا خطاب ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہوکر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ

---

[۱] "الکاویہ علی الغاویہ" جلد دوم ص ۳۸۵ تا ۳۸۶ "سیرت امیر ملت" ص ۲۴۴ تا ۲۴۹ "مہر منیر" از مولانا فیض احمد ص ۳۰۶ "برکات علی پور" ص ۹، ۱۵۸ تا ۱۵۹۔ "تذکرہ نقشبند" ص ۳۵۶ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ضلع سرگودھا جنوری ۱۹۲...

تھی کہ آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے ۔[۱]

مرزا قادیانی کی منحوس لاش کو جب نہایت بیکسی کی حالت میں بٹالہ کی طرف لے گئے تاکہ قادیان لے جا کر دفن کیا جائے تو اہلِ اسلام نے نہایت تذلیل و تحقیر کی ۔[۲]

مرزا جی کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیرِ ملت ؒ ، ردّ مرزائیت میں جوش و خروش سے سرگرم عمل رہے اور دلائلِ قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلے کو ثابت فرماتے ۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعیٔ ناشکور کی مگر نہ تو آپ پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سرِ مُو فرق آیا ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و کامیابی آپ کے شاملِ حال رہی ۔ ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے — وہ شمع کیونکر بجھے جسے روشن خدا کرے

ایک دفعہ رعیّہ خاص ضلع سیال کوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ خطاب فرما رہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن سنکھترہ نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے ۔ حضرت اقدس ایسی گستاخی کی کب تاب لا سکتے تھے ، آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے اس کو زد و کوب کیا ۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بدبخت اور خبیث جولاہے کو سخت سزا دی ۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی و بیباکی سے ذلیل و خوار ہو کر بدلہ لینے کی فکر میں تھے ۔ اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اُتر آئے اور تحصیلدار رعیّہ (رعیّہ خاص ان دنوں تحصیل ہوا کرتی تھی اور تحصیلدار ہندو تھا) کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ :

"یہ شخص (حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ) مسلمانوں کو گاؤکشی پر برانگیختہ کرتا ہے حکومتِ برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے ۔ محمد علی جولاہا نے اسے ان حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زد و کوب کیا ۔"

ماسٹر خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ سیال کوٹ (ف ۱۹۵۹ء) (خلیفہ مجاز حضرت امیرِ ملت و سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ ہند) اور سیال کوٹ کے دیگر یارانِ طریقت نے سیالکو

---

[۱] — سیرتِ امیرِ ملت ص ۲۴۹ —— [۲] — ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ختم نبوت نمبر ص ۱۴۳ الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم ص ۱۵۹

کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اُس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملت رح کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی بدیں وجہ اُس نے زور دیا کہ یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے، اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت امیر ملت رح کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے۔ انہوں نے اور بارسٹر محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ نے یہ موقف اختیار کیا کہ:

"آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔"

انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ:

"شاہ صاحب نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ اُن کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہٰذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کی طرف سے وکیل پیروی کرے۔"

محمد علی جولاہا نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ آپ کا دورانِ مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔ آپ کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف ۱۹۳۲ء) بھی شامل تھے، بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڑی چوٹی تک زور لگا دیا، مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل و خوار ہو کر خاموش بیٹھ رہے۔ [سلا]

بار بار ذلیل و خوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیر ملت رح کے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر سید خادم حسین شاہ رح (ف ۱۹۵۱ء) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی ذلت کا بدلہ لیا جا سکے۔ صاحبزادہ صاحب اُس وقت اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے

سلا "سیرت امیر ملت" صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱

رہے تھے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ لاہور) قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے تبلیغ وارشاد کا سلسلہ ختم کر دیا جائے مگر ان کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں آپ کا فیضِ عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنے دامن میں فیوض وبرکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادتِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ وعظ وتقریر فرماتے جس میں دور ونزدیک کے لوگ شرکت کے لئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت مولانا محرم علی شاہ چشتی (ف ۱۹۳۴ء) آپ کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وکلا بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر نے کی اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی قسم کے محنتانہ کے روادار نہ ہوئے، ماسٹر کرم الٰہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کے لئے سیالکوٹ سے برابر آیا کرتے تھے۔ موخرالذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ گوہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم دیا کہ:

"آج فیصلے کی تاریخ ہے، زردہ پلاؤ کی دیگیں چڑھا دو۔"

حاجی صاحب نے عرض کیا کہ "بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھائیں گے۔" آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم ابھی سے کام شروع کر دو، اللہ تعالیٰ بری کرے گا۔"

چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا جب فیصلے کی اطلاع حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کو پہنچائی گئی تو آپ کے ساتھ سب لوگ سجدۂ شکر بجا لائے خوشیاں منائی گئیں، خیرات کی گئی، سارا دن اور رات زردہ وپلاؤ کا عام لنگر جاری رہا۔[۱۷]

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیرِ ملت نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسۂ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ:

"اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔"

یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا، مگر کبھی کسی نے انعام حاصل

---

۱۷ "سیرتِ امیرِ ملت" ص ۲۵۱، ۲۵۲

کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ "ہم اپنا مسلہ ثابت کرتے ہیں، پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ" اُس وقت حضرت اقدس، علی پور سیداں سے سیالکوٹ تشریف لے جارہے تھے۔ جب ٹرین سیالکوٹ اسٹیشن پر پہنچی تو بہت سے اشتہار اُس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرمارہے تھے۔ اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن بنک میں روپیہ جمع کرادیا گیا مگر مرزائیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ [۱۵]

فتنۂ ارتداد کے دور میں بھی آپ متواتر ردِ مرزائیت میں مصروفِ کار رہے، جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوّت پر ضربِ کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبانِ اقدس پر ہر وقت "قَالَ اللہ" "قَالَ الرَّسُوْل" ہی ہوتا تھا تو پھر بھلا ختم نبوّت پر ڈاکہ زنی کیسے برداشت کرسکتے تھے۔ ۲ر دسمبر ۲۴ء کو اکبری مسجد آگرہ میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر اعلان فرمایا کہ :

(۱) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ سب کے اکہرے یعنی مفرد نام تھے، مرکب نام نہ تھے۔ مثلاً آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ وغیرہ۔ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دُہرا ہے۔ ایک غلام اور دوسرا احمد، دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دُہرا نہیں ہے۔ تو غلام احمد دُہرے نام کا آدمی پیغمبر کیسے بن گیا۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اُستاد نہ تھا۔ اگر کوئی اُستاد ہوتا تو اُس کی تعظیم واجب ہوتی، مگر یہ خاصانِ خدا خود ہی سب سے زیادہ واجب التعظیم ہیں۔ اس لیئے کوئی اُن کا اُستاد ہی نہ ہوا جس کی تعظیم کرتے۔ ہاں! غلام احمد کا اُستاد گل شاہ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اُس کا دعویٰ نبوّت جھوٹا اور باطل ہے۔

(۳) سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوّت کا دعویٰ کیا اور ایک دم دعویٰ کیا۔ بتدریج دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد نے اوّل کہا، میں محدّث ہوں، پھر مجدّد بنا، پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح بن گیا اور نبوّت کا دعویٰ کردیا۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن۔ [۱۶]

گزشتہ صفحات میں حاشیہ پر ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ نے ۱۹۲۵ء میں

---

[۱۵] "سیرتِ امیرِ ملّت" صـ ۲۵۲، ۲۵۳

[۱۶] ایضاً صـ ۶۶۰، ۶۶۱

انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے موقعہ پر اپنے صدارتی خطبے میں بھی مرزائیت پر ضرب کاری لگائی تھی اسی اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرار داد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

"یہ اجلاسِ عام جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام اور ہر حصۂ ملک کے علمائے اہلسنت و جماعت پر مشتمل ہے، مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ "حکومتِ افغانستان" کا اہلاکِ قادیانیان مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جسکو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے۔" [۱۷]

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ نے ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء کو روزنامہ "سیاست" لاہور میں ایک بیان شائع کرایا جس میں تحریر کیا تھا کہ :

"مرزا صاحب کی جماعت ابتداء سے حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت امیر ملت) اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمربستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۵ء کے سالانہ جلسۂ انجمن خدام الصوفیہ کے موقعہ پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور تشریف لائے۔ اُن کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ اُن میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی، ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت نے اعلان فرمایا کہ "مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا"۔ اس کے بعد سے سیال کوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم کے غلامانِ سیال کوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب اُن کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بنک سیال کوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کر دیں مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا، اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔" [۱۸]

---

۱۷ ماہنامہ "اشرفی" کچھوچھہ شریف (انڈیا)، بابت مئی ۱۹۲۵ء صہ ۲۰ — ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی، "سنی کانفرنس ملتان"

۱۸ "سیرت امیر ملت" صہ ۲۵۲

مندرجہ بالا تفاصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اور اُن کے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آکر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول ہی بالا رہا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی ردِّ مرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔ آپ کے "نبیرۂ اعظم" جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہؒ "(ف ۱۹۸۰ء) روایت فرماتے ہیں کہ:

"ایک بار ریل میں ایک سینیئر سب جج میرے ہم سفر تھے، وہ مرزائی تھے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ "ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے اپنے مذہب کی اور شاہ صاحب (امیر ملتؒ) نے دینِ حق کی تبلیغ شروع کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا صاحب نے بھی چندہ اکٹھا کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرمِ عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیالکوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدو ملہی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور چوہدری عنایت اللہ، ترنگ کا ذیلدار اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیالیاں کے مرزائی ہوئے ہیں علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے ہیں۔"

حضرت جوہر ملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی تقریر سن کر کہا کہ "یہ اللہ کا دین ہے، جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسبابِ ظاہر کا پابند نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اُسے کامیاب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔" [۱]	فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (پارہ ۶ سورۃ المائدہ : ۵۶)

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی ان بے مثال مذہبی اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (ف ۱۹۸۴ء) سجادہ نشین آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ

[۱] "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۲۵۳، ۲۵۴

نے یوں خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نورِ ایمان سے دلوں کو روشن کر دے کفر و الحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرمِ پرواز تھا۔ اور ڈر نے سے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شپرہ چشمی کی وجہ سے خلقت اُس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صِبْغَۃَ اللّٰہِ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا، رسولؐ کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے۔ اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبجوئیں خشک ہو چکی تھیں، کہ اچانک ابرِ رحمت نمودار ہوا۔ گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہویدا ہوئے۔ اس کا تقاطر بہار آفریں اور مردہ زمین کو حیاتِ جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سرِ نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوا، کہ وہ آفتابِ عالم طلوع ہوا۔ اس نیرِ اعظم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے، ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا اور روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منور و ضوفشاں کر دیا۔ ان سیاہ ذرّوں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازتِ عالمتاب سے پژمردہ دلوں کو گرمایا اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا، نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ انجمن تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت

امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یکہ و تنہا احیاءِ دین کا بیڑہ اٹھایا تھا۔"[۱۹]

ردّ مرزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرّہ کی خدمات جلیلہ کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔ افسوس کہ عدم فراہمیِ مواد کے سبب تفصیل نہیں دی جا سکی ورنہ آپ کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لیئے کئی دفتر درکار ہوتے۔ برصغیر میں حضرت امیر ملت ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے میدانِ عمل میں مرزائیت کا مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ بھی آپ کے ساتھ ہی کرتے تھے۔ اور لوگوں نے بھی قادیانی فتنہ کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لئے کام کیا ہے مگر اُن کا کام جزوی ہے۔ کسی نے کتاب لکھ دی، کسی نے ایک آدھ جلسہ سے خطاب کیا۔ مگر کلی کام صرف اور صرف حضرت امیر ملت قدس سرّہ کا ہے۔ پس پردہ رہ کر کام کرنا اور بات ہے، میدان میں آکر نعرۂ مستانہ لگانا اور چیز ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ (ف ۱۹۳۸ء) نے سچ ہی تو کہا ہے ؎

الفاظ و معانی میں کچھ تفاوت نہیں لیکن ملّا کی اذاں اَور ہے مجاہد کی اذاں اَور

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت و مخاصمت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ فتنۂ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملتؒ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا جو اسلامی جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرمِ عمل تھیں، ان سب سے بدبخت مرزائیوں کی مخاصمت تھی لیکن خاص طور پر وہ حضرت امیر ملتؒ کے دشمن تھے اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کے لئے زحمتوں اور مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر اُن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے مبلغین باوجود اُن کی مخاصمت و مخالفت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔[۲۱]

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرّہ تا دمِ واپسیں مرزائیت کی تردید میں ہمہ وقت مشغول و مصروف رہے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ملکی سطح پر "تحریکِ ختم نبوت" چلی۔ اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۶۱ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۷۸ء) اور نبیرۂ اعظم جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۸۰ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ضیغم اسلام حج

---

[۲۰] "سیرت امیر ملت" صہ ۱۵۴، ۱۵۵ — [۲۱] ایضاً صہ ۲۵۴

ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی مدظلہ، نے بھی اس تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا اور سزائے موت کے حقدار ٹھہرائے گئے۔ (یہ سزائے موت بعد میں عمر قید میں تبدیل ہو گئی تھی) یہ بھی حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے فیضِ نظر کا اثر تھا کیونکہ حضرت نیازی صاحب نے تحریک پاکستان کے دور میں اور پاکستان بننے کے بعد تحریکِ نفاذِ اسلام میں پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسنات (ف ۱۹۶۰ء) کے ساتھ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی زیرِ کمان سرفروشانہ خدمات انجام دیکر حق گوئی و بے باکی اور سرفروشی کا سبق سیکھا ہے۔ ۲۲

۱۹۷۴ء میں جب "تحریک ختمِ نبوت" ساحلِ کامیابی سے ہمکنار ہوئی، ملک کے سب سے بڑے با اختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشمِ تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی روح انور اس دن خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور اولادِ امجاد سے ارشاد فرما رہی تھی کہ:

"میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق و صداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ لہٰذا تم ہر اس تحریک کو کچل دو، ہر اس جماعت کے خلاف جہاد کرو اور ہر اس شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچا دو جو ختمِ نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

"میرے بچو! تم پر تحفظِ ختمِ نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم اُمتِ رسولؐ ہو اور آلِ رسولؐ بھی۔ جاؤ! میدانِ عمل میں نکل کر ہر اس ہاتھ کو قلم کر دو جو توہینِ رسالت کے لیے اٹھتا ہے۔ ہر اس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخیٔ رسولؐ کے کھلتی ہے اور ہر اس تنظیم کو ملیا میٹ کر دو جس کا مقصد دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کرنا نہیں ہے۔

اُٹھو! کمرِ ہمت باندھ کر نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دو، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

ع قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے (اقبالؒ)

---

۲۲ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء صـ ۱۴۴ —— فیضانِ امیر ملت صـ ۸۵۔

امیرِ ملّتؒ اور تحریکِ خلافت

نومبر ۱۹۱۸ء میں ترک جرمن محاذ شکست سے دوچار ہوا تو فاتح طاقتوں نے ج
جرمنی کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُسکے اجتماعی وقار کو خاک میں ملایا، وہاں ترکمانی ناموس بھی خون کے
ساتھ ساتھ بہہ کر خاک میں شامل ہوگیا اور عثمانی حکومت کی کشادہ حدود بھی فاتح لُٹیروں کے ق
میں آگئیں۔[1]

اسی سال دسمبر میں دہلی میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت
عبدالباری فرنگی محلیؒ (ف ۱۹۲۶ء) حضرت مولانا عبدالقادر آزاد سبحانیؒ (ف ۱۹۵۷ء) حضرت مو
عبدالماجد بدایونیؒ (ف ۱۹۳۱ء) و دیگر علمائے کرام نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ کیونکہ اس اجلاس میں
اور خلافت کی بقا کے لئے بہت سے سوالات پیش ہونے تھے۔[2]

اس اجلاس میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری (ف ۱۹۳۶ء) نے ترکی اور خلافت کی ن
سلسلہ میں ایک طویل ریزولیشن پیش کیا کہ سلطان ترکی ہمارے خلیفۂ اسلام ہیں۔ اُن کی خلافت کو
رہنا چاہیئے مسلمانوں کے متعدد مقدس مقامات جو اب برطانیہ کے ہاتھ آگئے ہیں وہ ترکی کو
دیئے جائیں اور خلیفہ کی دینی و دنیاوی پوزیشن پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔[3]

اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے مطالبات کو منوانے کے لیئے اجتماعی اقدام کی ض
محسوس کی چنانچہ مسلمان لیڈروں کے ایک اجتماع میں جو ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں سر ابراہیم ہار
(ف ۱۹۳۵ء) کی زیرِ صدارت منعقد ہوا، ایک مرکزی خلافت کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

---

[1] "تحریکِ ہجرت" از راجا رشید محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۲۔
[2] "شاہراہِ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۶، ۳۲۵۔
[3] "علی برادران اور اُن کا زمانہ" از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء ص ۸۸

مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) چار سال کی نظر بندی کے بعد ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسہ میں شریک ہونے کے لیے لکھنؤ تو اسی احتجاجی جلسہ میں خلافت کانفرنس قائم کردی گئی۔ ؎

۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس اس غرض سے منعقد ہوا کہ اتحادیوں اور حکومت برطانیہ سے اُن وعدوں کے ایفا کا مطالبہ کیا جائے جو اُنہوں نے مسلمانوں سے جنگ کے دوران کئے تھے، خلافت کانفرنس کے اس اجلاس میں برصغیر کے تمام صوبوں سے علماء کی ایک معتدبہ جماعت دہلی میں جمع ہوئی اور لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔ ؎

تحریک خلافت کی بدولت علماء و مشائخ اپنے حجروں سے نکل کر میدانِ سیاست میں آئے اور سنوسیٔ ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) اور قیام الملت والدین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۹۲۶ء) کی زیر قیادت اُنہوں نے علانیہ طور پر سیاست میں حصہ لیا۔

حضرت امیر ملت محدث علی پوری نے اس تحریک میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور مومنانہ فراست سے جس طرح اسلامیان برصغیر کی رہنمائی فرمائی وہ تاریخ کا ایک منفرد اور روشن باب ہے۔ آپ نے اپنا خونِ جگر صرف کرکے، بے بہا روپیہ خرچ کرکے اور شب و روز اکناف و اطراف برصغیر کے دورے کرکے تحریک خلافت کو پروان چڑھایا۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کو بالائے طاق رکھ کر اپنا سب کچھ تحریک کی کامیابی کے لئے قربان کردیا۔ اور اعلان کیا کہ:

"خلافت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جسے
خلافت سے محبت نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔"

آپ نے تحریک خلافت کی کامیابی و کامرانی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، مرکزی دفتر بمبئی میں بارہا تشریف لے جا کر گرانقدر رقوم بطور چندہ دیں اور یارانِ طریقت کو بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کے لئے احکامات جاری کئے۔ لاکھوں روپیہ چندہ دینے کے علاوہ تحریک کی تائید و حمایت

؎ — "تحریک ہجرت" صہ ۱۵ — "تاریخ صوبہ سرحد" از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور ۱۹۸۶ء صہ ۸۱١ — "علی برادران" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء صہ ۶۳۴
؎ — "تحریک ہجرت" صہ ۱۶ — "تاریخ صوبہ سرحد" صہ ۸۱١

میں اُن علاقوں کا دورہ بھی کیا جہاں تک پہنچنا انتہائی مشکل کام تھا مثلاً ریاست کورگ (علاقہ مدراس) مرکارا، ویراجندر، پیٹ انتی، بلگنڈا اور کوہِ نیلگڑھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ آپ تحریکِ خلافت کے سلسلے میں بمبئی سے حیدرآباد دکن تشریف لیجا رہے تھے کہ مولانا شوکت علیؒ (ف ۱۹۳۸ء) اور احمد صدیق جنرل سیکرٹری آپ کو الوداع کہنے کے لیے اسٹیشن پر آئے تو مولانا شوکت علی نے آپ کو ایک "جھولا" پہنایا جس پر لفظ "خلافت" اور ایک "تمغہ" جس پر نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ کندہ تھا، پیش کیا اور کہا کہ "میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں مگر

برگِ سبز است تحفۂ درویش

اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو روپے کے "خلافت کوپن" بھی دیئے۔ آپ نے حیدرآباد دکن پہنچ کر ان سب کوپنوں کو فروخت کر دیا اور پانچ سو روپے کے بجائے پانچ سو بیس روپے خلافت کمیٹی حیدرآباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرما دیئے، جس پر مولانا شوکت علیؒ نے کہا:

"مجھے اصل بھی مل گیا ہے اور سُود بھی"۔ ؎

ایک بار مولانا شوکت علیؒ نے یہ تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے کوہِ نیلگڑھی (علاقہ میلسور) سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چندہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیج دیا، اور ساتھ ہی اعلان جاری فرمایا کہ:

"فقیر کے سب محبّت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ خلافت فنڈ میں داخل کریں"۔

مولانا شوکت علیؒ نے اس اعلان کو تمام مُلک میں مشتہر کر دیا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے زرِ کثیر وصول ہُوا۔ علاوہ ازیں آپ کے اکثر معتقدین نے تن تنہا ہزاروں روپے "خلافت فنڈ" میں دیئے۔ چنانچہ نورانی سیٹھ آف بمبئی نے آپ کے ارشاد پر پچاس ہزار روپے اور اہالیان کوہاٹ نے ستائیس ہزار روپے کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں۔ لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ گوارا نہ فرمایا کہ آپ کے ارشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کارِ خیر کے ثواب میں شامل نہ ہوں، چنانچہ سالانہ جلسۂ انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیّداں (ضلع سیالکوٹ) کے موقع پر ملک لال خاں

؎ — "قومی کارنامے" از مولانا عبدالمجید قصوری مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء صـ ۱۰۹ — "سیرتِ امیرِ ملت" از سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ ۱۹۷۵ء صـ ۱۴۳ — "برگِ گل" مجلہ اردو کالج کراچی ۱۳۰۱ھ جوہر نمبر صـ ۲۶ مضمون "محمد علی جوہر کی یاد میں" از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔

(ف ۶، ۷، ۱۹۱) سیکرٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے تیرہ سو روپیہ اور دوسری دفعہ اٹھارہ سو روپے کی گرانقدر رقم جیبِ خاص سے خلافت فنڈ میں دی۔ اسی طرح بنگلور میں ایک ہزار روپیہ جیب خاص سے عنایت فرمایا۔ [1]

۳، ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور (حال فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں بابائے خلافت مولانا شوکت علیؒ اور دوسرے زعمائے قوم بھی شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ نے فی البدیہہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ بڑا مدلل اور ولولہ انگیز تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ "مجھے خلافت سے ہمدردی نہیں ہے، میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا اور خدمتِ خلافت میں حصّہ لینے سے کتراتا ہوں، میں خدمتِ اسلام کے لیے میدانِ عمل میں آنے سے گھبراتا ہوں"۔ یہ سب کذب ہے، دروغ ہے اور افترا ہے۔ اس افترا کا بانی ملعون ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں، میں نے حیدر آباد دکن، پشاور، بنگلور، گوجرہ (ضلع فیصل آباد) اور کئی مقامات پر مجلسِ خلافت کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

لیجئے! وہ تاریخی خطبۂ صدارت درج ذیل ہے، ملاحظہ فرمایئے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ مسنونہ عربی میں فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا:

"سچا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ، سچے ہیں حبیب پاک رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کا نام لینے والوں میں پیدا کیا۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ یوں تو کون سی چیز ہے جو بطورِ خود ایک نعمتِ بے بہا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار، لاتعداد، ان گنت نعمتیں پیدا کی ہیں۔ لیکن سب سے افضل، سب سے اعلیٰ نعمت کیا ہے؟ وہ بہترین نعمت کلمۂ توحید ہے۔ اس کلمہ طیّبہ سے بہتر کون سی نعمت ہے جس پر ہم ناز و افتخار کر سکیں!!

میں نے کل کہا تھا کہ بعض اصحاب نے میرے متعلق یہ بدگمانی پھیلائی ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی نہیں، میں خدمتِ خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں، میں خدمتِ اسلام کے لئے

---

[1] "قومی کارنامے" صہ ۱۰۹، "سیرت امیر ملت" صہ ۱۴۱، اکابر تحریک پاکستان" جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء صہ ۶۷ تا ۶۸۔

میدانِ عمل میں اُترنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے، دروغ ہے، افترا ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدرآباد دکن، راولپنڈی، نوشہرہ، پشاور، بنگلور، گوجرہ اور کئی مقامات پر مجلسِ خلافت کے اجلاس کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

آغا محمد صفدر صاحب٭ نے یہ مشہور کیا ہے کہ مَیں نے علی پور کے جلسے میں انہیں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ غلط ہے۔ عُرس کے دن میں نے آغا صاحب سے کہا کہ "آپ کل تک قیام کریں اگر کوئی مقدمہ زیرِ سماعت ہے، جس کے لئے آپ نے ضرور سیالکوٹ جانا ہے، تو آپ مقدمہ کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ زرِ محنتانہ میں ادا کردوں گا۔ بلکہ کچھ اور بھی نذر کروں گا۔" لیکن آغا صاحب اطلاع دیئے بغیر علی پور سے چلے گئے۔ اخبار "سیاست" (روزنامہ "سیاست" لاہور) نے افترا پردازی کی اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی۔ یہ تمام غلط بیانیاں دشمنوں کی کارگزاریاں ہیں۔ ناحق تہمت ہے جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ میں سیّد ہوں، آلِ رسول ہوں، جو شخص مجھ پر بہتان باندھے گا ذلیل وخوار ہوگا۔

مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ جسے خلافت سے ہمدردی نہیں اُس میں ایمان نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے، میں باایمان ہوں۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں اور حکم ربّی ہے:

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ آیت ۱۱) ‖ "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو"

خدا کے اس فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ خدا نے جو نعمتیں عطا کی ہیں انہیں ظاہر کروں۔

میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے خدا کی رضاجوئی کے لئے کرتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے خاص تعلق نہیں۔ مجھے اُن کی کوئی خوشامد مقصود نہیں۔ میں جو کچھ کررہا ہوں اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے لیے کررہا ہوں۔

جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبۂ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں تو بفضلِ خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ حجاز ریلوے کیلئے چندہ کی فہرست کھولی گئی، ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہُوا کہ سلطان ابن السلطان عبدالحمید خاں غازی مرحوم ومغفور کے دستخط خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ رقوم ار

٭ آغا محمد صفدر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ وکالت کا پیشہ رکھتے تھے۔ تحریک خلافت سیالکوٹ کے جا[ئنٹ] سیکرٹری رہے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو وفات پائی۔ (قصوری)

کردہ کے لیئے مجھے پانچ تمغے بھی ملے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے لیئے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے مکرّم نواب وقار الملک مرحوم اور نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے پاؤں پکڑ لیئے میں نے کہا:

گر بر سر و چشم من نشینی　　نازت بکشم کہ نازنینی

انہوں نے مجھ سے استدعائے شمولیّت کی، میں شامل ہوگیا۔ میں نے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ طرابلس فنڈ، بلقان فنڈ، کان پور کی مسجد اور دیگر مواقع پر میں نے کافی سے زیادہ چندہ دیا اور اپنے یارانِ طریقت سے دلوایا۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ میں نے خدمتِ خلافت میں حصّہ نہیں لیا۔ گویا کہ میں مسلمان نہیں۔ مجھ میں جذبۂ اسلامی نہیں۔ اس سے زیادہ کذب اور دروغ باقی کیا ہوگی۔ میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خدمتِ خلافت کے لیئے پیش کیئے ہیں اور جو سرمایہ میرے یارانِ طریقت نے جمع کر کے پیش کیا ہے، وہ کئی لاکھ ہے۔ انشاءاللہ میں خود اور میرے یارانِ طریقت اسی طرح خدمتِ خلافت میں حصّہ لیتے رہیں گے۔

مجھے سمرنا کے مظلومین سے، اپنے ترک بھائیوں سے ہمدردی ہے۔ بحمداللہ میں مُسلمان ہوں، باایمان ہوں، آلِ رسول ﷺ ہوں، حقیقی سیّد ہوں، مجھے ترکوں سے محبت ہے، اپنے سُلطانِ مُعظم سے عقیدت ہے۔ میں اپنا آپ اور اپنا سب کچھ حضور سلطان المعظم اور خدمتِ اسلام کے لیئے پیش کرنے کو تیار ہوں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پارہ ۴: آل عمران: ۱۳۹)

گھبراؤ نہیں، ہم تم کو سب پر غالب کر دیں گے لیکن ایک شرط ہے کہ تم میں ایمان کا ہونا ضروری ہے۔

ہم مسلمان کہلا کر، مسلمانوں کے سے نام رکھ کر ذلیل ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم میں "ایمان" نہیں رہا۔

تم پوچھو گے کہ "ایمان" کس چیز کو کہتے ہیں؟ "ایمان" محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی اُسی قدر ایمان کامل ہوگا۔ جس قدر محبت کامل ہوگی، اسی قدر "ایمان" سالم و کامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر "ایمان" میں نقص ہوگا۔ اس دعوے کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (پارہ ۲۱ : سورہ احزاب آیت ۶) || " یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

"تم میں سے کوئی شخص ایمان دار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، تاوقتیکہ وہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ کرے، کہ مجھے اپنے ماں باپ، اپنے بیٹے سے اور دنیا کی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز نہ سمجھے"

اِس سے ظاہر ہے محبّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "ایمان" ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم میں سے کون ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہے۔ اور کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایماندار ہوں۔

"ایمان" تو محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے۔ تم میں اس قدر محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نہیں رہی۔ تم تو دنیا کے ہو کے رہ گئے۔ دنیا کی عزت، چند روزہ شہرت پر مر مٹے۔ اس عارضی وجاہت و حشمت کے لئے تم نے اپنے آپ کو کفار کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تمہارا ایمان کمزور ہو گیا اور تم ذلیل و خوار اور مغلوب ہو گئے۔ تم کب تک اسی طرح ذلیل و مغلوب رہنے کی کوشش کرو گے؟ آنکھیں کھولو۔ اپنے ایمان کی استقامت کی کوشش کرو۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ایمان دار بن جاؤ گے، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ مسلمانوں کو کبھی مغلوب نہیں ہونے دیتا، بشرطیکہ اُن کا ایمان قوی ہو۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِیْبِكَ || "اے پروردگار! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرما"

تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدائے برتر و دانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے:۔

فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ || "تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو"

مَیں نے سُنا ہے کہ میری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں، مَیں اُن کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے اُن کا کون سا خطاب قبول کیا؟ کونسی جاگیر حکومت سے حاصل کی ہے؟ کون سا تمغہ یا سندلی ہے؟ میں ان دنیا والوں اور ان کی تمام دنیا کی چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیسا ڈر! کیسا خطرہ! ڈرے وہ جسے دنیا

اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزّت و دولت دینے والا میرا خدائے پاک ہے۔ میرا مولیٰ ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ!! میرا رازق، میرا مالک خدائے برتر ہے۔ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت!! میں مسلمان ہوں، مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروں گا۔ میرا اُٹھنا، میرا بیٹھنا، میرا چلنا، میرا کھانا، میرا پینا، میرا سونا، غرضیکہ میری ہر ایک بات خدا اور محض خدا کے لئے ہے۔ میں دنیا اور دنیاوی باتوں کے لیے ہرگز ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

ہاں! ایک بات اور یاد آگئی، جب (سر) آغا خاں، مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے لیے جلسے کرتے پھرتے تھے، تو انہوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا (سر) میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر (آف باغبانپورہ لاہور) جو آج کل وزیر حکومت ہند بنے ہوئے ہیں تقریر کر رہے تھے۔ دورانِ تقریر انہوں نے کہا کہ "میں آج بہت خوش ہوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا" میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا:

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی تعلیمی کام میں حصّہ لیا ہو۔ بلکہ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہا ہوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دے لیتا۔ میں اپنا کھانا حرام سمجھتا ہوں"

اس جلسے میں (سر) شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی ظفر علی خاں صاحب (ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور) اور خواجہ کمال الدین صاحب سب موجود تھے میں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں، اور نئی روشنی کے نوجوانوں نے کتنے کئے ہیں؟" ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا، اڈوائر صاحب لفٹیننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانِ عظام کے دستخط موجود ہیں، لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں۔ میں کبھی لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے! میں انشاء اللہ کبھی کسی افسر کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میں سیّد ہوں، آلِ رسولؐ ہوں، باایمان ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ مجھے خدا کی رحمتِ کاملہ سے یقین ہے کہ میں اپنے ایمان اور اپنے اعمال کی بنا پر انشاء اللہ ساداتِ بابرکات کی صف میں اٹھایا جاؤں گا۔

میں بیان کر رہا تھا کہ محبت کا نام ایمان ہے۔ اس کے کمال پر کمالِ ایمان کا انحصار ہے۔

مسلمانو! غور تو کرو، تم مسلمان خاندانوں میں پیدا ہوئے، مسلمانوں کے سے نام رکھے گئے۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبریں پلید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں، اپنے مسلمان بھائیوں کو چند پیسوں کے لئے شہید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی؟ لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جو غیروں کو غلام بنائے، چہ جائیکہ اپنے بھائی پر گولی چلا کر اُسے شہید کرے۔ اور اُس کے ملک، اُس کے خاندان، اس کے ننگ و ناموس کو اعدائے اسلام کے حوالے کر دے۔

حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بدعہدی کرتے ہیں، فساد کرتے ہیں، لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بات کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یہ مفت کا بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شدائد روا رکھے جا رہے ہیں، اُن پر جو ظلم توڑے گئے، اُن کی داستانیں سُن سُن کر ہمارا دل تڑپتا ہے۔ ہمیں رنج ہوتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے عربوں سے کیا سلوک کیا؟ ایک شخص نے جو مکہ معظمہ سے واپس آیا ہے، مجھے بتایا کہ وہاں اجناس خوردنی اور اشیائے ضروری کی اس قدر گراں بازاری ہے کہ ڈیڑھ روپیہ سیر آٹا، دس روپیہ سیر گھی اور سات روپیہ سیر گوشت ملتا ہے۔ جینا محال ہو رہا ہے۔ ہمارے بھائیوں کے سینکڑوں کیا ہزاروں خاندان بھوکے مر رہے ہیں۔ تف ہے ہماری زندگی پر! کہ ہمارے بھائی بھوکے مریں اور ہم مزے کی زندگی بسر کریں، لذیذ اور مرغن غذائیں کھائیں!!

سمرنا کا حال آپ سُن چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر گھر بار، جان و مال، سب کچھ لٹا دینے والوں کا حال سُن لیا، وہ بھوکے ہیں، ننگے ہیں، اُن کے پاس کھانے کو نہیں، پہننے کو نہیں، اُن پر کیا کیا ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کا کیا حکم ہے؟ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اُصول "باہمی محبت و اخوت" ہے اسلام محبت کا سبق دیتا ہے ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ "تمام مسلمان مادرزاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔ شیخ سعدیؒ کہتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضو ہا را نماند قرار

بنی آدم تو ایک طرف رہے ، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور عرب بھائیوں کو تکلیف پہنچے، اُن کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے ، وہ دکھ اٹھائیں، اور ہم بیٹھے دیکھا کریں۔ ہم کس طرح مسلمان کہلائے جاسکتے ہیں؟ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور محمد علی (علی برادران) ہی رہ گئے ہیں، جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں، جیل خانوں میں جائیں؟ کیا باقی مسلمان مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں، تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں غیرت نہیں، اُس میں ایمان نہیں۔" تمہیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف کیوں برداشت کی؟ محض اس لئے کہ انہوں نے انگریزوں کو مخاطب کرکے لکھ دیا تھا کہ "تم مصر چھوڑ دو" اور یہ کہ ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا" تم ہی بتاؤ کہ یہ کون سا جرم ہے؟ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ وہ واقعی مسلمان ہو یہی کہے گا کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ تو پھر محمد علی کا جرم کیا ہے؟

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ سلطان المعظم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ تم ہندوستان میں پیدا ہوئے، یہیں پرورش پائی، اسی ملک میں جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں؟ کیا یہ بات اب تک راز ہے؟ کہ حضرت سلطان المسلمین تمام دنیا کے مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ انکے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور تمام مسلمان اُن سے محبت رکھتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو "جس شخص کو سلطان المعظم سے محبت نہیں، اُسے اسلام سے تعلق نہیں" مسلمان وہی ہے جسے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین سے دلی عقیدت اور محبت ہو۔ سلطان المعظم ہماری روح ہیں، ہم جسم ہیں۔ اگر ہم جسم ہیں تو وہ ہمارا سر ہیں۔ ہم اُن کے بل پر نازاں ہیں۔ وہ ہمارے لئے باعث افتخار ہیں۔ ہمیں فخر ہے، ہمیں ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود ہے اور وہی اکیلا بادشاہ ہے جس کے سامنے تمام عالم کے مسلمان سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ہمارا سلطان المعظم سے اور سلطان المعظم کا ہم سے وہی تعلق ہے جو انگریزوں کا عیسائی سلطنتوں سے ہے۔ انگریزو! ذرا غور کرو کہ تم نے عیسائی سلطنتوں کو آزاد کرا دیا۔ تم نے بہت ملک ترکوں سے چھین کر اپنے عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیئے۔ اب ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ تمہاری ہی تقلید ہے۔ یہ سبق تو اس زمانے میں جب ہم اسلام کو بھول چکے ہیں تم ہی نے یاد کرایا۔ اس میں تم ہی ہمارے اُستاد ہو۔

دو سال گزرے کہ ایک دفعہ گوجرانوالا میں نماز جمعہ کے بعد میں وعظ کر رہا تھا کہ ملک لال خان صاحب نے مجھ سے کہا، کچھ خلافت کے متعلق کہوں۔ میں نے اس وقت یہ لفظ کہے تھے کہ جس شخص کو خلافت

سے تعلق نہیں، اُسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ سلطان المعظم ہمارے لیئے مایہ صد ہزار ناز و افتخار ہیں۔ ہماری عزت اُن کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہیں۔

میں آپ کو ایک پیشن گوئی سناتا ہوں، آپ سن کر خوش ہوں گے۔ سلطنت عثمانیہ کا روشن کرنے والا ایک غریب شخص تھا۔ جو ایک گاؤں میں رہتا تھا مفلس تھا، تنگ دست تھا۔ مسافروں کی خدمت کرنا اُس کا شعار تھا۔ مہمان نوازی اُس کا کام تھا۔ گھر میں کھانے کو نہ ہوتا، مہمان کی تواضع کرتا تھا۔ گاؤں والوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر اُسے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف پہنچتی ہے تو اُسے خدا یاد آتا ہے۔

چنانچہ عثمان بھی اپنے پیر صاحب کی طرف دوڑا۔ اور پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا حضرت! مجھے گاؤں والوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں، اب میں کہاں جاؤں؟ پیر صاحب نے کمال شفقت سے اُسے اپنے مکان کے اندر آنے کا حکم دیا۔ اپنا اس کے حوالے کر کے آپ اندر تشریف لے گئے۔

عثمان تھکا ماندہ تو تھا ہی، کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ جس طرف اُس کے پاؤں تھے، اُسی طرف قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ عثمان تھا تو جاہل، مگر ایمان کا مضبوط تھا۔ سچا مسلمان تھا۔ جب اُس نے کلام مجید کو دیکھا تو کانپ گیا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا قرآن مجید کے نزدیک جا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ درگاہِ ایزدی میں گڑگڑاتا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ روتا اور عرض کرتا تھا کہ "میرے مولیٰ! مجھ سے سخت بے ادبی ہوئی۔ اس مکان میں تیرا کلام پاک رکھا اور میں پاؤں پسارے پڑا رہا۔ مجھے معاف فرما۔ میرا گناہ بخش دے۔" رات بھر کھڑا رو یا کیا۔

پچھلے پہر حضرت پیر صاحب باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا، عثمان! مبارک ہو کہ آج رات قرآن شریف نے بارگاہِ ایزدی میں تیری سفارش کی ہے۔ یہ سفارش منظور ہو گئی۔ تیرے لیئے حکم ہوا ہے کہ "تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ۔" عثمان نے رو کر کہا کہ حضرت! گاؤں والوں نے تو مجھے گھر تک سے جواب دے دیا۔ گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ "غم مت کر۔ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ۔" عثمان حیران تھا۔ بار بار عرض کرتا تھا اور یہی جواب پاتا تھا۔

آخر پیر صاحب کی اجازت پا کر رخصت ہوا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ اُسے بارہ سوار ملے انہوں نے اُسے ایک گھوڑا دیا اور کہا کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں۔ عثمان

ان سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ عثمان نے اس گاؤں کے سردار سے کہا کہ اطاعت قبول کر دیا میدان میں اتر و۔ اُس نے کچھ روپیہ پیش کیا اور متابعت قبول کی عثمان کوچ کرتا جاتا تھا اور روپیہ اور فوج جمع کرتا جاتا تھا۔ اُس زمانے میں روم کا بادشاہ عیسائی تھا جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے پاس روپیہ بھی ہے اور فوج بھی، تو اُسے فوج کا افسر بنا دیا۔ آخر عثمان، کمانڈران چیف بن گیا۔ اس بادشاہ کے اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد عثمان بادشاہ ہوا سلطنت عثمانیہ اسی عثمان کی یادگار ہے۔

قرآن کریم کا یہ معجزہ آج تک آلِ عثمان کو یاد ہے سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور نے حکم دیا تھا کہ "ایام جنگ میں اُن کی تمام رعایا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ اسی قرآن مجید کے طفیل ترکوں کو یہ عزت نصیب ہوئی"۔ اسلامی ممالک میں قرآن شریف کا اب تک ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کمرۂ عدالت میں قرآن شریف لاتے ہیں، تو حاکم اور تمام عملۂ عدالت ادب و احترام کے لیے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کا اسی قدر احترام و ادب کیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں یہ صفت محمودہ مفقود ہے۔

ہم گوشہ نشینوں کو، اُن لوگوں کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے کہ:

رموز مملکت خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
(حافظ شیرازی)

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدائے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔ یاد رکھو کہ درویش کی صدا کانی جاتی ہے اگر پہلے نہیں سُنی جاتی تو اب سُنی جائے گی۔

ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اُن کے مقامات مقدسہ اور اُن سے چھینے ہوئے ممالک واپس دیئے جائیں۔ ہمیں تو خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عُجب و غرور کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہُوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت والے سچی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں کہ "یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہ چین سے بیٹھیں گے، نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے"۔

امرتسر میں کانگریس، مسلم لیگ، خلافت کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کے چند روز بعد ایک افسر نے کسی ہندوستانی سے کہا کہ "یہاں کوّے جمع ہوئے تھے شور مچا کر چلے گئے ہمارا کیا لے گئے گلے پھاڑ پھاڑ کر کائیں کائیں شور مچا کر چلتے بنے۔" لیکن اس افسر کو اور اس افسر کی حکومت کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ابھی ہم نام کے مسلمان ہیں۔ ہم بہت جلد کام کے مسلمان بن جائیں گے۔ جب ہم کام کے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم نہ خود سوئیں گے، نہ کسی کو سونے دیں گے۔ نہ خود آرام کریں گے، نہ کسی کو چین کے دن گزارنے دیں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیڑ دیا مکھیاں چھتے سے نکل کر سینکڑوں کو لپٹ گئیں۔ اور سب کے منہ، سر اور اعضاء کو کاٹ کاٹ کر تمام جسم کو خراب و خستہ کر دیا۔ کیا ہم مکھیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟ میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم انسان ہیں مسلمان ہیں ہماری آوازیں کسی کام کی ہیں۔ یہ کائیں کائیں نہیں ہے۔ ہماری یہ کائیں کائیں بہت جلد رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ عنقریب رنگ لائے گی۔!!

اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا تو ہم خود مر جائیں گے۔ اپنی جان دے دیں گے۔ میں کلمہ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمتِ اسلام خدمتِ خلافت کے لیے میری جان تک حاضر ہے مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں جس کا دل چاہے میدانِ عمل میں تجربہ کر لے۔

لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے؟ اگر مجھے باہر وعظ سنانے سے روکا گیا تو میں مسجد کے ممبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمۃ الحق سناؤں گا۔ کیا کوئی مجھ سے میری مسجد بھی چھین لے گا؟ آپ کو یاد ہے کہ جب عالمگیر (شہنشاہ اورنگ زیب) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کر دینے کا حکم دیا تھا، تو آپ نے اپنا سامان اٹھا کر مسجد میں رکھ لیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ "جاؤ! عالمگیر سے کہہ دو کہ ہم تیری دنیاوی سلطنت سے نکل کر اپنے خدا کے گھر میں آ گئے۔ یہاں تیرا حکم نہیں چل سکتا۔ اب ہمیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا۔"

میں بھی مسجد میں جا بیٹھوں گا۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کے فرائض بجا لاؤں گا کون ہے جو مجھے اپنے خدا کے فرمان سنانے سے روک سکے گا؟ کون ہے جو نامِ حق بلند کرنے میں مانع ہو گا میں اکیلا نہیں ہوں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان میرے ساتھ ہیں مجھے کیا خطرہ ہے!!

مولیٰ، میرا خالق، میرا رازق، میرا حافظ و ناصر ہے۔

مسلمانو! حالی مرحوم فرماتے ہیں: ؎

کوہ و دریا جن کے ہوتے تھے نہ ہرگز سدّ راہ وہ ارادے کیا ہوئے، اور وہ عزیمت کیا ہوئی

نیز فرماتے تھے ؎

ہم ہی ہیں لے آریہ ورت! ان سواروں کے سپوت جن کی جولاں گاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

میسور و نیل گری سے لے کر تمام ملک دکن، کشمیر اور تبت تک، کلکتہ سے افغانستان، بلوچستان تک، ملک سندھ سے چمن تک، ہندوستان کے شمال سے جنوب تک، مشرق سے مغرب تک، تمام ملک میں میرے یاران طریقت موجود ہیں۔ میری آواز کو ایک آواز نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک قوم کی، ایک جمعیت کی آواز ہے۔ میں ان تمام علاقوں میں تبلیغ اسلام کی خدمت ادا کرتا رہا ہوں اور انشاء اللہ اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا۔

حضرات! مانگنا کسی مذہب میں جرم نہیں ہے لیکن ہم مانگتے ہیں تو مجرم بنائے جاتے ہیں۔ ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

مدتوں ہم نے وعدوں پر اعتبار کیا ؎

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے گر اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو پھر اس بت سے خدا سمجھے

ہم نے لائیڈ جارج سے نہیں کہا تھا کہ کوئی وعدہ کرے۔ ہم نے حکومت برطانیہ کو مجبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت کو تو برضا و رغبت تمام قوم کی طرف سے وعدے کئے جاتے تھے اب اپنے مواعید کا یہ حشر کیا جاتا ہے۔ اس وعدہ خلافی نے ہمیں بددل کر دیا ہے۔

حکومت والو! تم ہم سے سب کچھ چھین لو، ملک چھین لو، جان چھین لو لیکن دل کو کون چھین سکتا ہے۔ ہم دل سے مخالفت کریں گے ہم دل سے دعائیں مانگیں گے۔ تم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا شہتیر نظر آتا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

حضرات! میں چاہتا تھا کہ اپنا اعمال نامہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے پیش نہ کروں لیکن آج بامر مجبوری اپنے متعلق چند الفاظ کہنے پڑ گئے۔ اب چونکہ نماز جمعہ کا وقت قریب ہے اور ہمارے عزیز مہمان شوکت علی صاحب نے اس گاڑی سے لاہور واپس جانا ہے۔

اس لئے میں اپنی تقریر کو سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سننے جاننے والا ہے۔)

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد!!" ؎۸

ناظرین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ اس عظیم الشان اور تاریخی خطبہ کے ایک ایک لفظ سے قومی درد، بالغ نظری، روشن ضمیری، اسلام سے قلبی وابستگی، انگریز دشمنی اور خدا ترسی کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ کے اس فصیح و بلیغ، پرجوش اور دردانگیز خطبہ نے عوام و خواص کے دلوں کو مسخر کر لیا اور عوام خدمت خلافت کے لئے ایسے کمربستہ ہوئے کہ آن کی آن میں ہزاروں کے خلافت لوٹ فروخت ہو گئے۔ ؎۹

مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) اپنے مخصوص مذہبی نظریات (وہابی نظریات) کی وجہ سے ہر وقت آپکی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے مگر ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس لائل پور میں آپ کا خطبۂ صدارت سن کر، آپ کی جرأت و بیباکی اور ملت اسلامیہ کے لئے آپ کی قربانیاں دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخبار روزنامہ "زمیندار" لاہور میں آپ کو یوں ہدیہ تبریک پیش کیا:۔

> ۴ر مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا، اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں جس بے نظیر جرأت ایمانی اور جوش اسلامی سے مسلمانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں اُن تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے۔ اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریک خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس کو میں یاران طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ خلافت، خدا اور رسول

؎۸ "سیرت امیر ملت" صفحہ ۵۸۸ تا ۵۹۹، ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۰، ؎۹ "قومی کارنامے" صفحہ ۵، "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول صفحہ ۶۸۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو مسلمان، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں کہ خدا نے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرّۂ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی اور دیگر مشائخ عظام بھی اپنی سنہری اور رُوپہلی مصلحتوں اور طواغیت باطلہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جائیں گے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کانفرنس عنقریب راولپنڈی میں منعقد ہونے والی ہے۔ اس کی صدارت بھی کسی روشن ضمیر بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اگر انہوں (حضرت امیر ملت رح) نے قبول کی تو یقیناً مسلمانانِ پنجاب کی خوش قسمتی ہوگی۔ (اس کانفرنس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت رح نے فرمائی، محقق قصوری)۔

اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرزادگان حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ علی پوری رح کی تقلید کریں اور خلافت اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمربستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادیٔ وطن کے تمام مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبۂ صدارت عنقریب، ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کریں گے۔" لہ

مولانا شوکت علی نے اس خطبہ کی پچیس ہزار کاپیاں انگریزی میں ترجمہ کرکے یورپ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ بعد میں کیا ہوا۔ دورانِ تقریر جب مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ "کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟" تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت امیر ملت رح ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جاہ و جلال اور استقلال سے فرمایا تھا کہ:

لہ روزنامہ "زمیندار" لاہور، ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء بحوالہ "سیرت امیر ملت" صفحہ ۱۴۷، سہ ماہی "العلم" کراچی اپریل تا جون ۱۹۰۳ء، ص ۶۹

"میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔"
مولانا شوکت علی نے آپ کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو "سنوسی ھند" کے لقب سے یاد کیا۔ آپ کی اس اُولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے کہا :-

"واقعی آپ کو سنوسی ھند کا لقب زیب دیتا ہے۔" [۱]

تحریکِ خلافت میں آپ کی روز افزوں سرگرمیوں پر حکومت کے اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :

"حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیر جماعت علی شاہ صاحب کا ہے۔" [۲]

جن دنوں آپ حیدر آباد دکن میں جلوہ افروز تھے، مرزا محمد اصغر بیگ المخاطب بہ اصغر یار جنگ بیرسٹر و دیگر ارکانِ خلافت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جلسۂ خلافت کی صدارت کے لئے درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمایا حالانکہ اسی روز واپسی کا ٹکٹ خریدا جا چکا تھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت و استقلال اور عزم و ہمت سے کام لیتے ہوئے صدارت فرمائی۔ اس جلسہ میں نامور لیڈروں نے شرکت کی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر جس انداز سے کی، اس کی مثال ناپید ہے۔ آپ کی تحریک پر تیس ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔ آپ نے دورانِ تقریر نہ تو ریاست حیدر آباد دکن کی مصلحت کا لحاظ فرمایا اور نہ انگریز کے خوف کا۔ آپ نے نہایت دلیری اور جرأت سے مسئلہ خلافت پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور انگریزوں کو ان کی بدعہدی اور وعدہ خلافی پر کھری کھری سنائیں۔ [۳]

گوجرہ ضلع لائل پور (حال ضلع فیصل آباد) میں خان بہادر سر سید مہدی شاہ ممبر لیجسلیٹو کونسل

؎ شیخ سنوسی سید محمد بن علی، (سنوسی تحریک اور سلسلہ سنوسیہ کے بانی، الجیریا کے معروف رہنما اور اپنے عہد کے مشہور مجاہد صوفی تھے۔ برِّاعظم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ نے بے پناہ کام کیا۔ سنوسی سادات سے تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ان کے صاحبزادوں سید محمد المہدی سنوسی اور سید محمد الشریف سنوسی نے بھی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ انگریز دشمنی میں کمال حاصل کیا۔ چونکہ حضرت امیرِ ملت بھی ہندوستان میں سرفروشانہ خدمات انجام دے رہے تھے۔ لہٰذا ان کی نسبت سے حضرت کو "سنوسیِ ہند" کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ (قصوری)

---

[۱] "قومی کارنامے" ص ۷، ۸، "سیرت امیر ملت" ص ۱۴۱ — [۲] "قومی کارنامے" ص ۵، "سیرت امیر ملت" ص ۱۴۱ — [۳] "قومی کارنامے" ص ۵، "سیرت امیر ملت" ص ۱۴۵

(ف ۱۹۲۷ء) سرکاری درباری آدمی تھے۔ اُن کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ اُن کے خوف سے ارکانِ خلافت شہر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمٰن سیکرٹری خلافت کمیٹی لائل پور (حال فیصل آباد) کو لے جاکر خلافت کمیٹی قائم کر کے عہدیدار مقرر کیے۔
اسی طرح کوہاٹ میں آپ کی تحریک پر ۲۷ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ جب حکومت نے دیکھا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کانفرنس کا شجر بارآور ہو رہا ہے تو آپ کی نقل و حرکت پر پابندی لگانے کے عجیب و غریب اور بھونڈے طریقے اختیار کیے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ مردان (صوبہ سرحد) کے دورہ پر تھے کہ اسسٹنٹ کمشنر کے حکم سے ایس پی وغیرہ پولیس کی بھاری گارد لیکر آئے اور آپ کو اسسٹنٹ کمشنر کے پاس لے گئے اُس نے کہا کہ چونکہ آپ خلافت کے حامی ہیں لہذا ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر صوبہ سرحد کی حدود سے نکل جائیں
۱۹۲۲ء میں چیف کمشنر کوئٹہ نے خدماتِ تحریکِ خلافت کی بنا پر بلوچستان میں آپ کا داخلہ بند کر دیا
اسی طرح کشمیر میں بھی دو سال تک آپ کا داخلہ بند رہا کہ آپ حامیٔ اسلام اور خادمِ خلافت ہیں۔[۱۴]

حریفوں نے جاجا کے رپٹ لکھوائی ہے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

کالی کٹ علاقہ مالابار (انڈیا) کثرتِ آبادی کی وجہ سے میلوں کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ تحریکِ خلافت کے سلسلہ میں وہاں تشریف لے گئے۔ تو اہالیانِ شہر نے آپ کا فقید المثال استقبال کرنے کے لئے کاروبار بند کر دیا۔ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ آپ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر بلاخوف و ہراس دس ہزار کے استقبالی ہجوم کو تین گھنٹے تک خطاب فرمایا اور بڑی فصاحت و بلاغت سے تحریکِ خلافت کے اغراض و مقاصد واضح کیے۔ آپ کی تقریر اردو میں تھی، ایک مالاباری ہندو بیرسٹر ترجمہ کر کے اپنے ہم وطن مالاباریوں کو سنا رہا تا کہ حاضرین پوری طرح مستفید و مستفیض ہو سکیں۔ حکومت کو قانون شکنی کے بہانے آپ کی جانب ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

کالی کٹ سے آپ تلچری اور مالابار کے دوسرے مقامات پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی سب جگہ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ ان سب مقامات پر بھی یہی ہوا کہ اہالیانِ شہر اپنے اپنے کاروبار چھوڑ کر آپ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے اور جلسے منعقد ہوئے جن میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شریک ہوتے تھے۔ آپ چونکہ مالاباری زبان سے ناواقف تھے لہذا اردو میں تقریر فرماتے

[۱۴] قومی کارنامے صـ ۱۱، ۱۲، "سیرت امیر ملت" صـ ۴۲۰، ۴۲۱

تھے اور کوئی مقامی معزز شخص مقامی زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ مسئلہ خلافت کی اہمیت، خدمت اور اعانت کے ساتھ حکومتِ انگلشیہ پر ملامت اور بدعہدیوں پر انگریزوں کی مذمت اُن تقریروں کا ماحصل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اعانت و حفاظت آپ کے ساتھ تھی۔ کسی جگہ بھی حکام کو جرأت نہ ہوئی کہ قانون شکنی کے الزام میں دست درازی کر سکیں۔

مالابار سے آپ ترپور تشریف لے گئے جو کوہِ نیلگرھی کے دامن میں اور لبابین کے قریب واقع ہے۔ یہاں بھی جلسہ کا اہتمام کرکے آپ کی خدمت میں دعوت بھیجی گئی تھی۔ حکام نے یہاں بھی جلسہ سے قبل دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی۔ آپ تشریف لائے تو دفعہ ۱۴۴ کی پرواہ کئے بغیر جلسے کی صدارت کی اور کئی گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ یہاں بھی ایک وکیل صاحب آپ کی تقریر کا مقامی زبان میں ترجمہ کرکے آپ کے ارشادات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

کوہِ مطور (علاقہ مدراس) کی خلافت کمیٹی کے ارکان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجلاس کی صدارت کی درخواست کی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ حکومت نے یہاں بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی مگر آپ نے بالکل پرواہ نہ کی۔ سارے علاقے کا دورہ فرمایا۔ تمام شہروں میں رات کو جلسے منعقد ہوتے۔ آپ صدارت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض فرماتے۔ آپ نے خلافت کے مسئلہ کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی سختی سے پابندی کی تلقین فرمائی۔ حکومتِ وقت کو واشگاف الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

اسی طرح لبابین زیرِ کوہِ نیلگرھی میں ہزاروں کے مجمع میں آپ نے خلافت کے متعلق ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ علاوہ ازیں تاراپورم، پلنگم پڑنگم واقعہ علاقہ لبابین میں بھی خلافت سے متعلق معرکۃ الآرا تقاریر ہوئیں جن سے اُن مقامات میں بیداری کے جذبات پیدا ہوگئے۔ علاقہ کورگ سیر کراراج چندر پیٹ امتی بلکنڈ جو میسور سے اسّی میل کے فاصلے پر ہے، اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے راستہ دشوار گزار اور حوصلہ شکن ہے۔ حضرت امیرِ ملّت کی ہی ذاتِ گرامی ہے جو ایسے دور و دراز مقامات پر خلافت کی حمایت اور خدمت کے لئے تشریف لے گئے اور جلسے منعقد کرکے ان شہروں سے چندہ فراہم کردیا اور مقامی سیکرٹری کی معرفت بمبئی پہنچاتے رہے۔

حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ نے بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ اکناف و اطرافِ ملک کے اتنے دَورے کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میسور میں بھی خلافت کے جلسے منعقد کئے اور آپ نے

اپنے صدارتی خطبوں میں مسئلہ خلافت کی اہمیت واضح کی۔ سیٹھ محمد صاحب سیکرٹری خلافت کمیٹی میسور کے ذریعے بہت سا چندہ بھی مرکزی خلافت کمیٹی آفس کو روانہ فرمایا۔ سیٹھ علی محمد، سیٹھ نور محمد صاحبان آف بنگلور نے آپ کے ارشاد پران جلسوں کے انتظام و انصرام میں گہری دلچسپی لی۔ جب آپ بنگلور میں جلوہ افروز تھے تو اس وقت مولانا محمد فاخر الہ آبادیؒ (ف ۱۹۳۰ء) خلافت کمیٹی کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی جیب خاص سے ان کو خلافت فنڈ میں ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا اور یارانِ طریقت کو خصوصاً اور عامۃ المسلمین کو عموماً چندہ کا حکم دیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں روپیہ کا چندہ ہو گیا۔ [۱۵]

راولپنڈی (۱۹۲۱ء) میں پنجاب خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو اس کی صدارت کے لئے بھی آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ آپ نے قبول فرما کر مع رفقاء جلسے میں شرکت فرمائی اور حسب سابق یہاں بھی مسئلہ خلافت پر بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور انگریزی حکومت کو اس کے وعدے یاد دلا کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر فی الواقعی ملامت فرمائی۔ آپ نے سب سے پہلے اس جلسہ میں اپنی جیبِ خاص سے گرانقدر عطیہ دیا اور پھر آپ کی پیروی میں ذرا سی دیر میں بہت بڑی رقم جمع ہو گئی۔ [۱۶]

تحریک خلافت میں آپ کے مریدین نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کا روشن باب ہے۔ راولپنڈی میں مولوی قطب الدین وکیلؒ (ف ۱۹۵۲ء) کوہاٹ میں بابو عبدالعزیزؒ (ف ۱۹ ء) نے جان کی بازی لگا کر تحریک کو پروان چڑھایا۔ آپ کے خلفاء میں سے پیر سعید شاہ کوہاٹیؒ (ف ۱۹۷۰ء)، حافظ علی احمد جان پشاوریؒ (ف ۱۹۵۷ء)، مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ (ف ۱۹۲۷ء) ماسٹر محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ سیالکوٹیؒ (ف ۱۹۵۹ء) مولانا نور الحسن سیالکوٹیؒ (ف ۱۹۵۵ء) پیر ولایت شاہ گجراتیؒ (ف ۱۹۷۰ء) وغیرہم نے بھی دیوانہ وار حصہ لیکر تحریک خلافت کے لیے بے پناہ کام کیا۔ [۱۷]

آپ کے فرزند اکبر پیر سید حافظ محمد حسین شاہؒ (ف ۱۹۶۱ء) نے آپ کے شانہ بشانہ کام کر کے تحریک خلافت کو پروان چڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ پورے برصغیر میں تحریک خلافت کے اکثر عہدیداران آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ خلافت کمیٹی بمبئی کے سیکرٹری محمد زکریا، اہم ارکین محمد علی اسمٰعیل سلیمانی وغیرہم بھی آپ کے غلاموں میں سے تھے۔ غرض آپ نے اپنی جیبِ خاص سے اور آپ کے مریدین نے لاکھوں روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔

---

[۱۵] "قومی کارنامے" صہ ۹، ۱۰ ؛ "سیرتِ امیر ملت" صہ ۲۱۷، ۲۱۸ [۱۶] "سیرت امیر ملت" صہ ۲۱۸

[۱۷] "امیر ملت اور ان کے خلفاء" مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۳ء۔

سیالکوٹ میں خلافت کا عظیم الشان جلسہ ہوا تو صدارت کے لیے آپ کے حضور درخواست کی گئی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں فصاحت و بلاغت، دلائل و براہین اور حق و صداقت کا ایسا پھریرا بلند کیا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ آپ نے مسئلہ خلافت کو عوام و خواص کے دلوں کی دھڑکن بنادیا۔ آپ کے اس عدیم النظیر اور عدیم المثال صدارتی خطبے کے بعد آغا محمد صفدر، صدر خلافت کمیٹی سیالکوٹ (ف ۱۹۳۵ء) نے کھڑے ہوکر کہا :-

"اب تک خلافت کی خدمت محض تقریروں سے ہوتی تھی۔ آج حضرت شاہ صاحب نے اس جلسہ کی صدارت فرمائی ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ ہماری خدمات کامیاب ہوجائیں گی۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے اس جلسہ کی صدارت فرماکر حق بحق دار رسید کا ثبوت دیا ہے۔"

تحریک خلافت کے دور میں ہی ایک بیرسٹر مفتی ولی محمد پشاوری (ف ۱۹۵۹ء) نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اسلام کی بھی کچھ خدمت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

"بھائی! جس روز مجھ سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہوتی، اس روز کا کھانا میں اپنے اوپر حلال نہیں سمجھتا۔ اور اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔" [۱۸]

تحریک خلافت میں اگرچہ آپ نے تن من دھن کی بازی لگادی تھی مگر یہ بات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے کبھی گاندھی وغیرہ کے کسی جلسہ میں شرکت نہیں کی۔ دراصل آپ ہندوؤں کے اس وقت مسلمانوں سے تعاون کو ایک چال سمجھتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ ہندو لیڈر ہرگز مخلص نہیں ہوسکتے۔ وہ صرف اپنی مطلب برآری کے لیے ظاہری طور پر ہمدرد اور بہی خواہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی نظر ان کے کیدِ نفس اور خبثِ باطن پر تھی۔ اس لئے آپ دوسرے مسلمان زعماء کو بھی ہندوؤں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ "یہ ہمارے دشمن ہیں، ان سے بچو۔" چنانچہ ۱۹۲۱ء میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس لائل پور کے موقعہ پر جب مولانا شوکت علی نے دورانِ تقریر کہا کہ "ہندوستان کے تمام ہندو بھی ہمارے ساتھ ہیں"، تو اس پر آپ نے فرمایا کہ "یہ شوکت علی کہتے ہیں، میں نہیں کہتا کیونکہ ہندو کبھی بھی ہمارا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔" [۱۹]

---

[۱۸] "قومی کارنامے" صہ ۹، ۱۱؛ "سیرت امیر ملت" صہ ۱۴۲

[۱۹] سیرت امیر ملت، صہ ۱۴۸

علامہ اقبال نے اس حقیقت کو یوں بے نقاب کیا ہے۔ ؎

نگہ دارد برہمن کارِ خود را — نمی گوید بہ کس اسرارِ خود را
بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر — بدوشِ خود بُرد زنّارِ خود را

چنانچہ سب کے سامنے ہے کہ کہاں تو اس زمانے کا بظاہر مثالی ہندو مسلم اتحاد تھا، اور کہاں درپردہ ہندو زعماء شدھی اور سنگھٹن کے لیئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ جب پردہ اُٹھا اور لاوا پھٹا تو سب کو نظر آ گیا کہ ہندو لیڈر کس منافقت اور مداہنت کی روش پر گامزن تھے۔ اندریں حالات جس جلسہ میں کوئی ہندو لیڈر شرکت کرتا، اس میں آپ کبھی شرکت نہ فرماتے۔[۲۰]

آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا حامد حسن قادری (ف ۱۹۶۴ء) مصنف "داستانِ اردو" نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

جس نے بن کر مجاہدِ اسلام — اہلِ اسلام کی قیادت کی
جس سے سعی و عمل کے میداں میں — دین سے حد ملی سیاست کی [۲۱]

---

[۲۰] "سیرتِ امیرِ ملت" صہ ۴۱۸ [۲۱] "سیرتِ امیرِ ملت" صہ ۴۰۹

امیرِ ملّتؒ اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کی ابتداء میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور قتل کرنے کے لیے شدھی تحریک کا آغاز کیا اور ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ہو کر اپنی مکروہ و مذموم سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میدانِ عمل میں اُتر آئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایسی درسگاہیں اور ٹریننگ سنٹر کھولنے شروع کر دیے جس میں نوعمر ہندوؤں کو اسلام کے خلاف نفرت کا درس دیا جانے لگا۔ اور فنونِ حرب سے آگاہ کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے جبّہ و دستار پوش حضرات کے ایک گروپ کو طمع و لالچ دیکر اپنی لنگوٹی کا اسیر بنا لیا اور یہ لوگ سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت کو کفر و شرک کے فتووں سے نوازنے لگے۔

ہندوؤں نے جب محسوس کیا کہ انہوں نے اپنی جڑیں کسی حد تک مضبوط کر لی ہیں اور جبّہ و دستار پوش حضرات جن کی زبانوں سے قال اللہ، قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں لیکن دل رام رام اور واہگرو کرتے تھے، اُن کے ساتھ ہیں۔ تو انہوں نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں تاکہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر خالص ہندوازم کا معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

ہندوؤں کے اس ناپاک منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے علماء و مشائخ دیوانہ وار میدان میں کود پڑے اور اس خبیث اور شیطانی اسکیم کو ملیامیٹ کر دیا۔ سنوسیِ ہند امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہٗ (ف ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت صدرالافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مبلّغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (ف ۱۹۵۴ء) مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلویؒ (ف ۱۹۸۱ء) تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادیؒ (ف ۱۹۶۶ء) مولانا نثار احمد کانپوریؒ (ف ۱۹۳۱ء) مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاریؒ (ف ۱۹۳۲ء) حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ (ف ۱۹۵۲ء) قدس اسرارہم اور اُن کے متبعین نے اس سلسلے میں عدیم النظیر کارنامے سرانجام دیئے۔ ان حضرات نے مختلف طریقوں سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنے

آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈالا۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کی قائم کردہ انجمن خدام الصوفیہ ہند نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا وہ عدیم النظیر ہے۔ آپ نے اس فتنہ کو کچلنے کے لیے طوفانی دورے کیے، سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجے، کئی مدرسے قائم کیے اور اپنی جیبِ خاص سے بے شمار روپیہ صرف کرکے اسلام اور قوم کی لاج رکھ لی۔ اس سلسلہ میں آگرہ میں آپ کا ہیڈکوارٹر عرصہ دراز تک رہا۔ ؎

لیکن ہندو اپنی سرشت سے مجبور ہو کر آئے دن نت نئی سکیمیں بناتا رہا تاکہ برِ صغیر سے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ ان حالات میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین احمد مرادآبادی (ف ۱۹۴۸ء) نے یہ نظریہ قائم کیا کہ اگر ہم نے منظم ہو کر جدوجہد نہ کی تو چند سال بعد ہندوؤں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے برِ صغیر کے ہر ایک سُنّی عالم کو جھنجھوڑا اور مہیب خطرات سے آگاہ کیا کہ اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی تو پھر جو انجام ہونا ہے اس کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے ملک کے تمام اعاظم و اکابر اہلسنت علماء و مشائخ کو مرادآباد مدعو کیا تاکہ سر جوڑ کر اس مسئلے کا حل تلاش کیا جا سکے۔

حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ جو خود بڑی متحرک اور حساس طبیعت کے مالک تھے اور سوادِ اعظم کی فعال تنظیم کے لیے عرصہ سے بے چین تھے، انہوں نے سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل کی دعوت کو شرفِ قبولیت بخشا اور اپنی تمام تر کوششیں اس سلسلے میں صرف کر دیں۔ چنانچہ آپ کی تائید و حمایت اور زیرِ سرپرستی ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرادآباد (انڈیا) میں پہلی آل انڈیا سُنّی کانفرنس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کو کامیاب و کامران بنانے کے لیے برِ صغیر کے کونے کونے سے حضرات علماء و مشائخ کرام، مرادآباد جلوہ افروز ہوئے اور بڑے غور و خوض کے بعد آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی اور اتفاق رائے سے حضرت امیرِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کو صدر اور حضرت صدر الافاضل مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

اس کانفرنس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار اجتماع کی مثال نہیں مل سکتی، وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا

؎ "حیاتِ صدر الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی طبع دوم، لاہور ص ۱۷۹ - ۸۰، "محدث علی پوری کے کارنامے" از مولانا عبدالمجید قصوری مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۱۵ — ہفت روزہ "اُفق" کراچی — "کل پاکستان سُنّی کانفرنس نمبر ۱۹۷۸ء" بابت ۱۲ اکتوبر تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۱۸۔

مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے ایسے جلسے دیکھے ہیں، جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس قدر منتظم، باقاعدہ اور پر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

اس کانفرنس کی سب سے پہلی چیز جو ہر کسی کو متاثر کرتی تھی، وہ رضا کاروں کی جمعیت تھی جن کی تعداد کئی سو تھی۔ یہ لوگ باقاعدہ وردیاں پہنے ہوئے نہایت صبر و سکوت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ کانفرنس کی تاریخوں میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں ملتی جس میں رضا کاروں کی راحت کا انتظام ہو۔ اسٹیشن پر گاڑی کے وقت اُن کی کافی جمعیت کا پہنچنا ضروری تھا۔ ہر خیمہ پر دو رضا کار متعین تھے جو رات دن مہمان نوازی کا فرض ادنیٰ درجے کے خادموں کی طرح ادا کرتے تھے اور رات بھر ہر خیمہ کی نگرانی دو رضا کاروں کے سپرد تھی۔ رضا کاروں کے انتخاب لاجواب میں غالباً اس بات کا زیادہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ وہ پست آواز ہوں اور معمولی اشاروں سے وہ زیادہ کام لے سکتے ہوں۔ چنانچہ سینکڑوں کی جماعت موجود تھی اور ہر کام باقاعدہ جاری تھا، مگر خیمہ کے اندر بیٹھنے والا کبھی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس میدان میں اس خیمہ کے سوا بھی کوئی آبادی ہے۔ بعض حضرات بیساختہ کہہ اٹھے تھے کہ اس ملکوتی انتظام کو کیا کہا جا سکتا ہے کہ چار دن تک کانفرنس کے اردگرد کی زمین پر نہ تنکا نظر آیا اور نہ کوئی پرندہ۔ خیمہ سے باہر نکلو تو ایک میلہ ہے لیکن اس قدر ساکت کہ گویا ہر ایک مراقب ہے اور ادائے فرض میں مشغول ہے۔ کیا اس پر تعجب نہیں کیا جائے گا کہ جس باورچی خانہ میں دو وقت ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکتا ہو، اس سے دیگ کے ٹھوکنے کی صدا بھی نہیں نکلتی اور نہ زمین پر کیچڑ نظر آتا ہے۔ یہ رضا کار، مہمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے وہ لوگ تھے جن میں بعض فارغ التحصیل علماء اور بعض درجۂ تکمیل کے طلباء اور بعض رؤسائے شہر کے نونہال فرزند وغیرہ وغیرہ۔ یہ انہی رضا کاروں کا کام تھا کہ بغیر کسی شور و غل کے بیک وقت ہر خیمہ میں روزانہ تین وقت کھانا پہنچا دیتے تھے اور بیک وقت مہمان کھانے پینے سے فارغ ہوتے تھے۔

کانفرنس میں دوسرا نظارہ مہمانوں کا تھا۔ جن میں چھ سو کے قریب صرف علماء کرام و واعظانِ اسلام و مفتیانِ ذی الاحترام کا اجتماع تھا اور سندھ سے لیکر ہند کے تمام صوبوں کے مقتدر حضرات تشریف لائے تھے۔ بریلی، دہلی، رامپور، مرادآباد، علی پور سیداں اور کچھوچھہ شریف وغیرہ جیسے مرکزی علمی و روحانی مقامات کے اکابر سب موجود تھے، جن کی زیارت سے ہر شخص مشرف ہو رہا تھا اور انہی مہمانوں میں ایک مبارک ہستی ایسی تھی جس کی نیازمندی و غلامی پر لاکھوں مسلمانوں کو ناز ہے اور جن کی شرکت نے

کانفرنس کو غیبی تائید سے مؤید کر دیا تھا۔ میرا اشارہ سنوسیٔ ہند امیر ملت حضرت بابرکت قدسی منزلت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کی طرف ہے۔ حضرت امیر ملت رح کی موجودگی نے کانفرنس کے مقاصد کو جو نفع پہنچایا وہ تو پہنچایا لیکن سب سے روشن برکت کا مظاہرہ روزانہ اس امر کا ہوتا تھا کہ بے شمار لوگ حضرت رح سے شرفِ بیعت حاصل کرتے تھے اور کئی حضرات نے خلافت واجازت کی دولت لازوال بھی حاصل کی۔ غرض یہی ایک کانفرنس تھی جس میں اہلِ سنت وجماعت کے اکابر علماء و مشائخ اس تعداد میں موجود تھے جس کی کوئی مثال ماضی میں نہیں ملتی ہے۔

کانفرنس گاہ کا شمالی حصہ خیموں سے آباد تھا اور جنوبی حصہ کانفرنس کے اجلاس کے لیے مخصوص تھا اور مغربی جانب سڑک تھی جس کے کنارے باورچی خانہ، انکوائری آفس، سنّی کانفرنس پوسٹ آفس اور دیگر دفاتر کا سلسلہ تھا۔ اس کے بعد دور دیہ کھانے اور چائے وغیرہ کی باقاعدہ دکانیں تھیں۔ اجلاس کا جو پنڈال تھا اس میں چالیس پچاس ہزار افراد کی گنجائش تھی اور عورتوں کے لیے پردہ کا کافی انتظام تھا۔ علمائے کرام کی نشست کے لیے ممتاز جگہ بنائی گئی تھی اور وہ اس قدر وسیع وعریض کہ اس پر چھ سات سو حضرات بآرام تشریف فرما ہو سکیں۔ حضرات علمائے کرام کی نشست اس قدر تھی کہ اکثر بڑے جلسوں میں جو تمام حاضرین جلسہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اور بعونہٖ تعالیٰ وہ تمام جگہ بالکل پُر رہتی تھی اور حاضرین سے پنڈال بھرا ہوا نظر آتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ عورتوں کا شمار کئی ہزار تک پہنچتا ہے۔

پہلے دن بعد نمازِ عشاء افتتاحی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا۔ چنانچہ لوگ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ بہت پہلے سے ہی جمع ہونے لگے تاکہ علمائے کرام کے نزدیک جگہ بآسانی پا سکیں اور بعد نمازِ عشاء سارا پنڈال حاضرین پر تنگ ہو گیا۔ تمام ڈیلیگیٹ اور حضرات علمائے کرام مقامِ جلسہ میں تشریف لے آئے۔ اجلاس کی کاروائی تلاوتِ قرآن پاک وحمد ونعت سے شروع ہوئی پھر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ، صدر آل انڈیا سنّی کانفرنس کے ارشاد کے مطابق اس اجلاس کی

ے جن خوش نصیب لوگوں کو "آل پاکستان سنی کانفرنس ملتان ۱۹۷۸ء" اور "کل پاکستان میلادِ مصطفیٰ ام کانفرنس رائیونڈ ۱۹۷۹ء" میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں روحانی، نورانی اور ملکوتی اجتماعات کے حسین مناظر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان اجتماعات کو مدِّ نظر رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں نفوسِ قدسیہ کا یہ عدیم النظیر اجتماع کیسا ہوگا؟ (قصوری)

صدارت حضرت پیر سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ف ۱۹۳۶ء) نے فرمائی اور حضرت مولانا حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۴۳ء) نے خطبہ استقبالیہ شروع کیا جو اس اجلاس کے آخر تک ختم ک
اس کے بعد روزانہ ۱۹ مارچ تک دو وقتہ شاندار اجلاس ہوتے رہے جن میں حضرت
امیر ملت (ف ۱۹۵۱ء) حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی (ف ۲۵-۱۹۲۴ء) پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (ف ۱۹۳۹ء) مولانا معوان حسین رامپوری (ف ۱۹۳۳ء) مولانا محمد یعقوب حسین اعجاز بلاسپوری (ف ۱۹ء) مولانا عبدالمجید آنولوی (ف ۱۹۴۳ء) مولانا مفتی عبدالحفیظ حقانی آنولوی (ف ۱۹۵۸ء) مولانا محمد حسین اجمیری (ف ۱۹ء) مولانا محمد یٰسین عباسی چڑیا کوٹی، مولانا سید قطب الدین برہمچاری (ف ۱۹۳۲ء) مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۳۸ء) و دیگر بہت سے بزرگوں نے اپنے ارشادات عالیہ سے حاضرین کو مستفیض و مستفید فرمایا۔ ان تمام اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت فرماتے رہے
آخری اجلاس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے فرمائی۔ اس موقعہ پر آپ نے جو فی البدیہہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ لفظ لفظ سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں مذہب اسلام کی حقانیت، حالات حاضرہ، فتنہ ارتداد، اتفاق و اتحاد، اصلاح معاشرہ، دنیاوی تعلیم، رسوم بد، اخوت و یگانگت اور سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس خطبہ نے تاریخ کا دھارا بدل د
یہ خطبہ جوش و خروش، فصاحت و بلاغت اور تعبیر و فکر کے لحاظ سے عدیم النظیر تھا۔

لیجئے یہ نادر خطبہ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے قلب و جگر کو گرمائیے :

خطبہ صدارت سنی کانفرنس مراد آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ فَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ	"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے ۝ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور برے اعمال سے، پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے

لے ماہنامہ "اشرفی" کچھوچھہ شریف بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۳ تا ۲۰۔ ۲۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی "سنی کانفرنس نمبر" بابت اکتوبر نومبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۶۳ تا ۶۷۔

فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ || اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لیے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لیے کوئی ہدایت والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے بندے اور رسول ہیں۔"

اما بعد خالقِ ارض و سما مالکِ ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (اسریٰ: ۷۰) || "اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے"

خلقتِ اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لاتعداد درود و سلام بروحِ پُرفتوح طاہر مطہر منور مقدس سرورِ کائنات مفخر موجودات شفیع المذنبیں رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم دائماً ابداً کثیراً کثیرا، جس آفتابِ ہدایت کے صدقے تمام اہل ایمان کو نورِ ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند نعیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ اُن کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر اُن کے شمار کرنے میں صرف کرے تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (سورہ نحل ۱۸) || "اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے۔"

نص صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے ؎

فضلِ خدائے را کہ تواند شمار کرد || یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و بے نظیر ہیں مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ اللعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متبرک طوق سے ہمیں ممیز فرما کر یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نورِ ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولا کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر ہر سرِ مُو زبان بن

کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی۔ اور اس خدمت کو اپنے لیئے باعثِ فخر سمجھا اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت اُن کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لیئے کی۔ کیونکہ ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اس مالک خالقِ ہر دو سرا کا بے حد شکر ہے کہ اُس نے فقیر کو اپنے کمالِ لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثانِ حضرت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس مجلس میں اس خدمتِ جلیلہ کے لیئے سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا، اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ع شکرِ نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

ارکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلہ کے لیئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لیئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہبِ اسلام | حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوندِ دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورہ آل عمران: ۱۹) || "دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے" کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان:

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ مائدہ: ۳) || "اور میں نے تمہارے لیئے اسلام کو دین پسند کیا ہے" سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران: ۸۵) || "اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا"

آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوندِ عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیہ شریفہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر: ۹) || "بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں"

اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران: ۳۱) || "اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ بخشدے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہلِ بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔ اربابِ علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اُس کی اشاعت میں مخالفت کی یا اُس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کیلئے قرآن پاک میں حکم ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (سورہ صف: ۸) || "ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافر برا مانیں"

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرات! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندینِ اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کیں، بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا، مگر خداوندِ عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہلِ اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہلِ اسلام پر لوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ الغرض مسلمان فی زمانناہر طرح سے ہدف

نادک صاحب والا آم اور نشانہ تیر بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالات زمانہ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصل بیان کرنا سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا مگر فقیر مجملاً چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا جس سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے۔

حقانیت اسلام حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لیے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے بلکہ حقیقت الامر بات یہ ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصور کرتا ہے اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ہزار آدمی کھڑے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہل مذاہب سے اگر در پردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہل اسلام کا ہے کیونکہ جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائیڈ صاحب لاہور میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سر رشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا۔ پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کیے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا "آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں، جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدہا ممبران پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکر و تدبر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے لیے ایک قانون بناتے ہیں مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اُس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اُس کو منسوخ

کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا مگر تمہارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو اُمی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی بلکہ وہ ہر زمانے کے لیئے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ قانون، خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک دن کاؤنٹس لیڈی ایسکپ، فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ "میں نے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے"۔ فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہوگئیں"۔ اُس نے دریافت کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح؟" فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اوّل دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہوگئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کرلو تو پوری مسلمان ہوجاؤ گی"۔ میم صاحبہ نے کہا کہ "اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو میرا صاحب کیا کرے گا؟" فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا، تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی"۔ نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتائے گا"۔ اس نے کہا "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں"۔ فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اُسی وقت سے ایسی پکی مسلمان بن گئی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی اور تمام ارکان اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اُس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ ورغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ مبلغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لاکھوں روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقۂ ذکر میں بٹھایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بےخود ہوا کہ تین گھنٹے تک بےہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سیٹھ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک وہابی کو ہمراہ لے کر آئے اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے، "اگر تم اس کو اسی وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں"۔ بھلا

وہ کیسے اُس وقت اُس کو ہوش میں لا سکتا تھا۔ ع یہ وہ نشہ نہیں جسے تُرشی اتار دے۔

سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو مگر خدا کے نام پر تاثیر کو نہیں مانتے۔" وہ سخت شرمندہ ہوا۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نمازِ مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجد کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہلِ ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت نمازیوں کے جُوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں، اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سُنیئے، انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیئے۔ ایک مولوی صاحب نے اُس سے دریافت کیا تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ ولائیت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف میں ہوں سب حاصل کر کے انہیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تو دیوانہ ہے۔ قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا (لاکھوں) قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو تو بھی قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایکدن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں۔"

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اوّل سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت کا تجربہ کر چکا ہے۔ نمازِ تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بیخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم خوابی کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

قرآن شریف کے حروف "پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو" رکوع "پانچ سو چالیس" سورتیں "ایک سو چودہ" آیات "چھ ہزار چھ سو چھ" ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب میں اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی اور مذہب والا اپنی کتاب اوّل سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروّج تھیں۔ ایک عبرانی

انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھا لیا، بلکہ اُن کی زبانوں کو بھی اٹھا لیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان خصوصاً بھارت ورش میں سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے۔ جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہل ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں مگر مشتے نمونہ از خروارے، فقیر دو تین آپ کے روبرو پیش کرتا ہے:۔

ا: تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا اور وہ ایسی کُند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

ب: کسی شخص کو اگر باؤلے کتے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کر کے اُس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اُس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا اس رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤلے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضلِ الٰہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

ج: تین ماہ کا عرصہ ہوا، فقیر ریاست رامپور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ "میری عورت کو سات دن سے دردِ زہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دائیاں عاجز آ گئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اُسے لاعلاج بتا دیا ہے۔" فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر اُن پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر کے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ (حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہیؒ) کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے

کر وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارک باد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا محض کلام الٰہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورت پڑھ کر دم کر دے گا، وہ مفقود الخبر بچہ اگر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صدہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالاتِ حاضرہ ابھی کل کی بات ہے کہ یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے، آگھیرا۔ کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفۂ اسلام یورپی دُوَل کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک ایک شور برپا ہو گیا کہ دُوَلِ یورپ نے اسلام اور خلافت اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا چونکہ خلافت، اہلِ اسلام کا ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھوکھا روپیہ اس مقصد کیلئے فراہم کیا گیا۔ سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں، لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ زاری، الحاح و تضرع سے بارگاہِ ربّ العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں غیرتِ مولا کریم جوش میں آئی اور مصطفےٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خودمختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُوَل یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقامِ خلافت کو رہا کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالمِ اسلام میں خلیفہ کے تقرّر اور خودمختاری کے لیئے شور برپا تھا، اور دوسری طرف ترکانِ احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انہی ترکوں کے آباء و اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اول درجہ کے ظالم اور سفاک تھے۔ انہوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چُن چُن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا! ترک، دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیئے دربار میں لائے۔ اُن کو سخت عذاب دیا گیا مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی، رحمۃ اللعالمینی کی شان میں جلوہ گر تھے

اس لیئے اُن کے نورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محصور و مسحور کیا کہ اُن کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نورِ خداوندی کو بجھانے کے لیئے جا رہے تھے، مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید خنجر تسلیم ہو گئے اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا، اور قسطنطیہ کو فتح کر کے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادمِ خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہلِ اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دُور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فتنۂ ارتداد

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہلِ ہنود کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی، جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستارانِ توحید اور غلامانِ اسلام کو جادۂ حق سے منحرف کر کے اُن کو شُدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشانِ اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کز آسماں آید گرچہ بر دیگرے قضا باشد
بر زمیں نارسیدہ می پُرسد خانۂ انوری کجا باشد

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینجر گورو کل کانگڑی نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قائم کیا، اور مسلمان ملکانوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لیئے بہت سے پرچارک مقرر کیئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کیئے، ملکانوں کو ہندو بنانے کے لیئے لکھوکھا روپے جمع کیئے گئے، جس میں اہلِ ہنود کے تمام طبقوں نے راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے حصہ لیا۔

جو دُکھ غریب مسلمان ملکانوں کو دیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے

کی کوشش کی گئی۔ کسی پر ناجائز دباؤ اور رُعب ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہلِ درد اہلِ اسلام نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنۂ ارتداد کے سدِّباب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شدھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکانوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیّاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلامی اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلّغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرّس مقرر کیے گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکانِ اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمدللہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اُس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصّہ لیا اور جو کام کر دکھایا، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور صفحۂ روزگار پر تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جمّوں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۴۳ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گڑگانواں، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو اُن کے اس کام میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور سالِ گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ مگر حضرات اہلِ اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضلِ الٰہی پر منحصر تھی۔ اُن کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لیئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر بحکم:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل: ۸۱) | (اے محبوبؐ) فرما دیجئے کہ حق آیا اور باطل ختم ہوا

(ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے) پھُول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلّغ اور اشاعت کنندہ ہے۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا میں دیانند جو آریہ مت کا بانی تھا، سو سالہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہلِ ہنود کے لیڈر جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہلِ اسلام اور اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو اُن کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لیئے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لیئے لکھو کھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے

معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جادۂ مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روپی کا لالچ لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لیئے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو اصولِ اسلام اور حقانیتِ اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیئے۔ اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندینِ اسلام کی مدافعت کے لیئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار "تنظیم" امرتسر اور اخبار "زمیندار" لاہور اور ان سے قبل اخبار "ملاپ" میں ایک طویل مضمون لالہ ہردیال ایم اے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہردیال نے اسلام اور اشاعتِ اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ :

"اہلِ ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہلِ ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سوراجیہ حاصل کر لو اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کر لو یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم نہیں کر سکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کر لو۔ یہ سوراجیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدر آباد دکن کا سا نہ ہو بلکہ کامل آزاد اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔"

یا للعجب! بڑی دُور کی سوجھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلا وطن، اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنالیا جائے۔ ادھر ناعاقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مآل و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دو میں وہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانۂ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پرواہ نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبتِ اسلام بھر دے۔ ان کو فکرِ فردا لگا دے۔ ان کو دینی و دنیاوی

ضرورتوں سے آگاہ کر دے اور پکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب ملے تو فقیر نے اُن سے کہا کہ لاہور میں جمعیۃ العلماء ہند نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بیچارے بے گناہ مسلمانوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بجبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمانان ہند کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ اُن سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہِ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈران ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیوشن پاس نہیں کرتے؟"

اہلِ ہنود کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لیئے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعاتِ ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدّی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار، بندوق کا نشانہ بناتے ہیں اور چونکہ اُن کا نظام داخلی نہایت مستحکم ہے، اس لیے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور وغیرہ بنا کر اُن کا چالان کرا کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہلِ ہنود صاحب زر ہیں اُن کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں اُن کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی اُن کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیئے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سالِ گزشتہ کے واقعات سہارن پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں مگر مسلمان ہیں کہ اُن کے کان پر جُوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہلِ ہنود کی نعشوں کو کاندھا دیا۔ اُن کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار ذبیحہ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ تمام مسلمانانِ ہند نے محض اہلِ ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور اُن کو راہِ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے اور مقتول ہوتے ہیں لیکن اگر کہیں ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈرانِ قوم اُن سے مصالحت و مفاہمت

کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہل ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے، حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہل ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیئے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تا قیامت روشن رہے گا۔

ے چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے کو تف زند ریشش بسوزد

اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گزشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دو بار ڈنگ کھائے، نیش زنی کرائے۔ ے

ہرچند آزمودم ازوے نبود سودم	(میں نے جس قدر آزمایا اس سے کوئی نفع (فائدہ) نہ ہوا
مَن جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ لَهُ النَّدَامَة	جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا۔)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لا حاصل ہے۔ بمصداق ے

بابداں بد باش و با نیکاں نکو جائے گل، گل باش و جائے خار خار

اور ے
نکوئی بابداں کردن چنانست کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اولین فرض ہونا چاہیئے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اُن سے پیشتر اُن کے پیر بھائی حضرت سید حسن زنجانی لاہور میں رونق افروز تھے۔ اُن کا بھی اہلِ ہنود نے سخت مقابلہ کیا اُن کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر حضرت داتا صاحب کے باطن میں نورِ نبوت سے نور دائمی موجود تھا۔ اُس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہوسکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا اور حق، باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تشریف لائے۔ اور پرتھوی راج سے مقابلہ ہوا۔ حضور کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھوی راج کو کہا کہ :

" ماترا زندہ بہ مسلماناں سپُردیم " "ہم نے تجھے زندہ حالت میں ہی مسلمانوں کے سپرد کر دیا ہے"۔

خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھوی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہلِ اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لیے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوند کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سالہاسال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے ؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بدانتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے ؟

برادرانِ اسلام ! ادھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنۂ ارتداد کا سدِباب کرنے میں مصروف تھے، اُدھر ناگاہ اُن کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لیے امن کی ضمانت خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے :

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (پارہ ۴ آل عمران ۹) || "اور جو کوئی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہوا۔"

ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ قصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حکومت کے خلاف

کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟ ؎

گنہ بود مرد ستم گارہ را چہ تا داں زن وطفل بیچارہ را؟

خدا کی شان! وہ سرزمینِ مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور جوں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامانِ سرورِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذبح کریں، اُن کے اس فعلِ شنیع ونامشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں، اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرم شریف کی بے حرمتی اور شعائرِ اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے، افسوس صد افسوس! مگر خداوندِ عالم پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیئے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اُس کا اپنا گھر ہے۔ اُس کے فضل وکرم سے یقین رکھنا چاہیئے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!! ؎

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند چناں نماند وچنیں نیز ہم نخواہد ماند

اتفاق واتحاد: تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو! ؎

سر کنم نالہ اگر تابِ شنیدن داری سینہ بشگافم اگر طاقتِ دیدن داری

برادرانِ ملت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق، باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق واتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین ومعاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا، کس عالی ہمتی سے اُن کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا:

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ || (دین میں کوئی جبر نہیں ہے) (سورہ البقر آیت ۲۵۶) اور
لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ || (تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین) سورہ کافرون آیت ۶) آیات پاک

اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلایا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول وعرض میں آباد ہے، اُس کے ساتھ اتفاق واتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اُوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ اُن سے بہتری کی اُمید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی اُمید رکھنی صریحاً ارشادِ باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان وحامیانِ اسلام کا حال سنیئے۔ جو در اصل خود تو ارکانِ اسلام اور سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہِ راست

سے منحرف ہو گئے ہیں اور اُن کو جو جادۂ مستقیم اور دینِ قیّم اور سُنّت مصطفوی پر قائم ہیں، اُن کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکانِ اسلام سے ناواقف اور نا آشنا ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلامِ سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامانِ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لیے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فاتبعونی کی صفت سے بالکل مبرّا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاقی کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ ہم اہلِ سنّت وجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہو گی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہونگے جن میں بمشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہلِ سنت وجماعت ہیں، جو بالفرض اتفاق واتحاد پر قائم ہیں۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادئ مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٔ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروانِ مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی، پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسٰی، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذاللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے، مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

(۱) سچا نبی کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اُس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ رُوح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اُس کی تعلیم وعلم بلاواسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔

(۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم ربّ العالمین، مخلوق کے رُوبرو دعوئ نبوت کرتا ہے اور انی رسول اللہ کے الفاظ سے دعوی کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجۂ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعوی کرتا ہے۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(۴) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔

مرزائی جو غلام احمد مرزا کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوّت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوّت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہلِ سنّت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے اُن کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود، سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کو چھوڑ کے اَور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی اُن کو مسلمان سمجھا جائے۔ نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتوئ اہلِ سنّت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہِ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہِ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامی نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ اُن سے اتفاق کرو۔ نااتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت اُلٹی ہماری!! ؎

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبد الوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابلِ بیان ہیں۔ وہابیانِ ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ نبوّت اور مقاماتِ رسالتِ محمدیّہ کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شانِ مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت نہیں، جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں، اُس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضورؐ کی ہو گی اُتنا ہی زیادہ ایمان ہو گا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دُور ہو گا۔ ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو اُن بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لیئے، اُن سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہِ راست پر واپس آ جائیں۔ قصور وار، خطا کار تو وہ خود ہیں۔ طوقِ غلامیٔ محبوبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انہوں نے گلے سے اتارا ہے، اربابِ محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انہوں نے ترک کیا ہے۔ حبیبِ ربّ العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر اُن سے کسی مومن، صاحبِ ایمان، غلامِ سرورِ دوجہاں کا تعلق ہو تو کس طرح سے؟

؎ اُس کو اربابِ محبت میں کروں میں کیا شمار — آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرورِ کائنات مفخرِ موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں۔ اور بزرگانِ دین کو گالیاں دیں، ہم اُن کی یاوہ گوئی بھی سنیں اور اُن سے سلوکِ محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے!! لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ (جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں ہے)"

ایمان والوں کے لیئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (احزاب: ۶)	"یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے"
اور لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (حدیث شریف)	"تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لیئے، اُس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں"

جب اصولِ ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرے، بزرگانِ دین، مشائخ کرام علمائے عظام کی توہین کرے، اُس سے ہمارا کیا تعلق!!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور الزام الٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم اُن سے اتفاق کیوں نہیں کرتے ؏ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد!

کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو، جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اُس سے علیحدگی اختیار کر لو؟ کیا یہ قرآنِ پاک کا حکم نہیں

ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بیہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو؛
فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۷، سورۃ انعام آیت ۶۸) "یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔"
انہی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ "قرآن مجید اُن کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔"
ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں اور ہر وقت کہتے ہیں، کہ ہم کو کسی سے
کوئی پرخاش نہیں، کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جُدا ہو کر چاہِ ضلالت
میں جا گرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر واپس آجائیں تو ہم اُن کو گلے لگانے کے لیے تیار اور
اُن کی خدمت کے لیے کمربستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض اُن سے نہیں ہوگا۔ ؎

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن — آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم — کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ کیا اُن کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرورِ
کون و مکان محبوبِ انس و جان رُوحی فداہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا؛
لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (حدیث شریف) || "میری اُمّت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔
وہ ذرا چشمِ بصیرت سے بنظرِ غور دیکھیں اور سوچیں کہ اُمّت کے سوادِ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔
یہ بھی یاد رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سوادِ اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخل دوزخ ہوگا۔
اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ || "تم بڑی جماعت کی تابعداری کرو کیونکہ جو شخص جماعت سے
جُدا ہوا وہ دوزخ میں جُدا ہوا۔"

حضرات! فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح
نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں رفقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی، مرزائی، چکڑالوی، بابی، بہائی وغیرہ پیدا
ہوئے۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ اُن کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑالوی کسی سنّت و حدیثِ
حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنی اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈنکا
پیٹنے والے بتائیں کہ اُن سے اتفاق و اتحادِ عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دو عالم صلی
اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، نہ اُن سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور نہ اُن کے اعمال و افعال مطابق سنّت ہیں۔
ان کے علاوہ دو گروہ اور قابلِ ذکر ہیں، ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی، اصحابِ ثلاثہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور
تبرّا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے، جس میں گالیاں

دینا اور دوسروں کو بُرا بھلا کہنا جائز اور جزوِ ایمان کیا جائے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ اُن سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جُدا ہو جانے والوں سے، سبحان اللہ! اُن سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی اُن سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیویں۔ معاذ اللہ! خداوندِ کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نورِ بصیرت، عقلِ سلیم، ایمانِ کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔ ؎ صحبتِ ناجنس گرجاں بخشدت خوش دل مباش

آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

؎ وصلے کہ درو ملال باشد ہجراں بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا، اور تمام ملکوں میں مسلمان اہلِ سنّت وجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہلِ سنّت وجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلافات رکھتے ہیں۔ اس لیئے سوال یہ ہے کہ نااتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہلِ سنت وجماعت ہیں یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کیئے۔ اور جادۂ مستقیم اور سنّتِ نبوی سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نااتفاقی پیدا کرتے ہیں، محض تہمت اور بہتانِ عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دُعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں، اور غلامیٔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر کے ہر دو جہاں میں سُرخروئی حاصل کریں تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار "ملاپ" لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اُس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا"۔ گو یا تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوندِ کریم مجیب الدعوات کی بارگاہِ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقائد باطلہ

سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقائد کی جانب رجوع کریں اور اہل سنت وجماعت کا سوادِ اعظم بن جائیں ؛

"اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو اور باہمی تفریق نہ کرو۔"	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (سورہ آل عمران : ۱۰۳)

ہم اُن کو دل وجان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار ہیں ع چشم ما روشن دلِ ما شاد۔

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت وجماعت میں سے کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں ضم کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقائدِ باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ "تشحیذ الاذہان" (جس کو اہلِ اسلام "تخریب الایمان" کہتے ہیں) دیکھا ہوگا یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔ اس طرح اُس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لیے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہلِ سنت وجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ اُن کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی، جو شریعتِ حقّہ کے مطابق ہے۔ جمعیت علمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخِ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغِ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہلِ سنت وجماعت کے پاک اور مقبول بندگانِ خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا اُن کی سعی اور انہی کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامانِ سرکارِ سرمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رُخ کیا فتح ونصرت نے اُن کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباعِ سنت اور محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً لوجہ اللہ کرتے تھے، نمود و نمائش، ریا و آلائش کا شائبہ تک اُن کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ اُن کو خداوند کریم کی طرف سے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (التوبہ ۱۰۰) "خدا اُن سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں" کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج اُن کا ایمان، اُن کی سعی وہمت، اُن کا استقلال و ارادہ، اُن کا عزم وجزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں، کسی سے ڈرتا نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ شاہد ہے ؛

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران : ۱۳۹) "اور سستی نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو"

خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ ۶۸) "تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے"

جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے ؟ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچئے کہ ایسے پاک اور مقدس مواعید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مغلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی حضور کے بعد صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے جدھر کا رخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا، مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا، بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ بڑے بڑے باجبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم اُن کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں اور متبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہور و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکہ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کیں۔ اُن کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ اُن کے علم کی دولت اُن سے چھین لی گئی۔ اُن کی عزت جاتی رہی۔ تجارت اُن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

اِن تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پُر جوش جذبہ ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نورِ ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے ؟ کیا ہم میں وہ محبتِ رسولؐ اور اتباعِ سنت، جو ہمیں فَاتَّبِعُوْنِیْ کے درجہ میں لا کر شانِ محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے ؟

حضرات! خداوندِ کریم جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لیئے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نورِ ایمان کو پرکھیں، اگر ہم میں وہی محبت ہو جو صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ یا مشائخ عظامؒ اور صوفیائے کرامؒ میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں محبتِ رسولؐ نہ ہو، نہ اتباعِ سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمالِ صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف بدنام کنندۂ نکونامے چند کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں ہے اور ہم ارکانِ اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکرِ خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراجِ مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائرِ اسلام کی پرواہ نہیں کرتے، تو پھر ؎

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب!
کام چور اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب

یاد رکھو! خداوندِ کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی اُن وعدوں کے اہل نہیں ہیں ؎

عام ہیں اُس کے تو الطاف شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

دیکھو تو خداوندِ کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى. قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا. قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى. (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۴)	اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اُس کے لیئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا، فرمائے گا یونہی تیرے پاس آئیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے جس کا ہر حکم اہلِ ایمان کے لیئے موجبِ ازدیادِ ایمان ہے۔ جس کے ایک حرف کا بھی انکار مُسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو، جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدوں اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائرِ اسلام کی خلاف ورزی کی، اُن کے اعتقادات صحیح نہ رہے، اُن کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور اُن کے اعتقادات کے ہمراہ نورِ یقین کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگانِ دین اور مشائخ عظام

سے، جو نورِ ایمان اور نورِ یقین کا سرچشمہ ہیں، اُنہوں نے منہ پھیر لیا، اور یادِ خداوندی کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی غلامی اُن سے چھوٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ خداوندِ کریم کے ذکر اور احکام سے منہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی، معیشت زندگی تنگ کر دی گئی، سلطنت چھین لی گئی، عزت و آبرو، دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہوگا بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز اُن کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں۔ ؎

ہر کہ امروز نہ بیند اثرِ قدرتِ اُو　　غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ارشاد ہوگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور اُن کو بھلا دیا تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیویں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے !! دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سو رانده وازاں سو درمانده۔ ؎

ایں جاکم معیشت آنجا زائے عصیاں　　آسایش دو گیتی برما حرام کردند

آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہِ عالی ہر وقت تمہاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطرار و تضرع سے کی جائیں، قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ، گذشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔ ؎

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اصلاح

دیکھو! کون سی بدعادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسوماتِ بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دُور لے جاکے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان برائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! چوری، رہزنی، ڈاکہ، بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعالِ بد فخر سے کیے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پرواہی، ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف، دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے، تجارت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں

بھی صفر۔ جائیداد، املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بےکسی اور بےبسی کی بُری حالت ہے، نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں یعنی اوّل اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اوّل اپنی دینی حالت کو درست کرے یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اُصول وارکان کا پابند بنے، شعائرِ اسلام کی دل سے عزت کرے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّا غلام بن جائے۔ اس کے لیئے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہوکر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے اور اُس نُورِ یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے، جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نُورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتابِ درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے ترک مسلمان ہوگئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نُور، وہی دُعا اب بھی اہلِ دل اربابِ بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمالِ سیئہ سے تائب ہوکر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، اُن سے نُورِ ایمان وایقان حاصل کریں، اور عقائدِ اہلسنّت وجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نُورِ ایمان وایقان ومحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہوسکتا ہے یاد رکھو کہ عطّار کے پاس جاؤگے تو عطر کی خوشبو پاؤگے۔ آہن گر کے پاس جاکے بیٹھوگے تو نہ صرف کپڑے جلاؤگے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہوجائے گا۔ نُورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان ومتبعانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہوسکتا ہے۔ محبت رسولؐ اور معرفت خدا عطا کرنے والے یہی پاک وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے ناآشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خلق محمدی سے ناواقف ہیں اُن کے پاس بیٹھنے سے وہی آہنگر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہرِ کمالات محمدیؐ ہیں۔ وہی فدایان سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اُن کا باطن نُورِ محمدی سے منوّر ہوتا ہے۔ اسی نُورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نُور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اُسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ تمام مسلمانوں کے لیئے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوبِ ربّ العالمین کی غلامی اختیار

کریں۔ اور اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر محبتِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نورِ ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں تو پھر اُن کے لیئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی　　باسوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم نوری

خود ارکانِ دین اور علمِ دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ اُن کو اصول وارکانِ اسلام حفظ کراؤ۔ اُن کی پابندی کی اُن میں پکی عادت ڈالو۔ اُن کو بدکاروں، بُروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ، اپنے علمائے کرام کی عزت کرو۔

دُنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگانِ دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اُس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لیئے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دُنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کے وارث ہیں۔ اُن کی عزت و تکریم کیا کرو۔ اُن کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزت انہی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لیئے علمائے دین کی تعظیم و تکریم تمہارا اوّلین فریضہ ہے۔

دُنیاوی تعلیم : علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے "جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اُس پر فرض ہے۔ اس لیئے دینوی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زمانہ مروّج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہلِ اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہِ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومتِ وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لیئے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدون تعلیم کے حصول ملازمت ممکن نہیں اور ملازمتوں میں بھی اہلِ اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسومِ بد : مسلمانوں کا ان تمام بُری رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول وارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بُری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسمِ بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تمام عاداتِ بد سے صحیح توبہ کر کے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لیئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ :

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (پارہ ۸ سورہ الانعام آیت ۱۴۱)
بے شک حد سے بڑھنے والا اُسے پسند نہیں۔ (نیز ارشاد ہے)

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶، ۲۷)
(اور فضول نہ اڑاؤ، بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔)

اُخوت و یگانگت : اپنے غریب اور نادار اہلسنت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اخوت و محبت قائم کرو۔ اُس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اگر تم اُس کی عزت نہیں کروگے، تو اُس کو کون اپنا بھائی اور محبت سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمہارے پاس دُنیا کا مال و زر اُس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اُس کے دل میں نورِ ایمان اور محبتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اس صورت میں اُس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہِ عالی میں دُنیاوی زر و مال، تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکم خداوندی :

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورہ حجرات : ۱۳) | (بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔)

کے بموجب متقی اور پرہیز گار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اُس کے رسولِ پاک کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران! جس طرح تم سرکارِ مدینہ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکارِ دو عالم کا غلام ہے ؎

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم　　بندۂ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ربّ العزت کا فرمان ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (حجرات : ۱۰) || "مسلمان (آپس میں) بھائی ہیں"۔

جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مژدہ سنایا گیا، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اُس سے محبت سے پیش نہیں آتا، یا اُس کے دل میں اُس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبت اور اخوت لازمی ہے۔

تمام اہلِ سنت و جماعت سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ اہلِ اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پرانے خدا اور پرانے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو صحیح معنوں میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر اُن کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دُہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نورِ ایقان کی تائید کے بغیر ناممکن ہے، حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیئے تمام مسلمانوں کے لیئے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوصِ

ارادت کے ساتھ اِن مقبولانِ بارگاہِ صمدیّت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں اور محبوبیتِ سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ حاصل کریں ۔ اور یاد رکھیں کہ بدون اُن کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے ۔ ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر ملک باشد سیہ باشد ورق" لے

اس کانفرنس کی سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کی سادگی اور صاف گوئی کی یاد ہمیشہ مسلمانوں کو یاد رہے گی جس میں تاثیر فی النفوس نمایاں طور پر نظر آتی تھی ۔ غرض ہر اجلاس تلاوت، حمد و نعت سے شروع ہوتا اور درود و سلام پر اختتام پذیر ہوتا تھا ۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ کانفرنس ہر لحاظ سے کامیاب رہی ۔ بر اقتضائے وقت تجاویز منظور ہوئیں ۔ اہلِ سنّت و جماعت کے لیئے کام کرنے کی راہیں کھل گئیں ، منزل کا تعین ہو گیا اور حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کی زیرِ قیادت قافلہ منزل کی طرف توکل بر خدا رواں دواں نظر آنے لگا ۔ ہر بستی اپنے اپنے مقام اور ماحول میں پُر جوش نظر آنے لگا ۔

اس کانفرنس میں عہدیداروں کے انتخاب اور دوسرے اُمور کے علاوہ جو قراردادیں پاس ہوئیں ، اُن کا خلاصہ اور اجمالی نقشہ یہ ہے جس کو حضرت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی رف ۱۹۳۸ھ) نے جلسۂ عام میں سنایا تھا ۔

(۱) یہ جلسہ مناسب سمجھتا ہے کہ ملک کے ہر صوبہ ، ہر شہر اور ہر گاؤں میں اہلسنّت و جماعت کی انجمنیں اور تبلیغی کمیٹیاں قائم کی جائیں ۔

(۲) اس جلسہ کی رائے میں جا بجا تعلیم و تبلیغ کے مدارس جاری کیئے جائیں ۔

(۳) اس جلسہ کے خیال میں سر دست مراد آباد میں مرکزی کمیٹی کا قائم رہنا ضروری ہے ۔

(۴) یہ جلسۂ عام اس قانون پر جو اسمبلی نے حج کے متعلق پاس کیا ہے ، ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے حاجیوں سے دونوں طرف کا کرایہ پہلے ہی وصول کر لینے کو حج کے لیئے سنگِ راہ خیال کرتا ہے ۔

(۵) یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنّت و جماعت پر مشتمل ہے ، مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ حکومتِ افغانستان کا اہلاکِ قادیان مذہبی مسئلہ ہے ۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ

لے "سیرتِ امیرِ ملّت" صـ ۶۰۰ تا ۶۳۲ ۔ ، ملفوظاتِ امیرِ ملّت مرتبہ محمد عثمان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صـ ۱۷۱ تا ۲۰۳ ۔

خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس" از محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صـ ۱۹۵ تا ۲۲۷ ۔

آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

اس قسم کے بہت سے ریزولیشن پاس ہوئے جن میں سب سے اہم وہ تجویز تھی جس میں ابن سعود نجدی کے غاصبانہ قبضۂ حجاز اور ظالمانہ حرکات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی، اور سنی مسلمانوں کو امسال سفرِ حج سے بخوف بے امنی روکا گیا ہے۔ نیز ایک ریزولیشن میں پریذیڈنٹ ملگام کانگرس کے اُن موذی اور اشتعال انگیز کلمات پر اظہارِ نفرت کیا گیا جو اُس نے مرزائیوں کی تائید کی آڑ میں اسلام و قرنِ اوّل کے بارے میں استعمال کیے جن سے سات کروڑ مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچا۔

غرض یہ عظیم الشان کانفرنس حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کی دُعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی اور علماء و مشائخِ اہلسنّت یہ عزم لیئے ہوئے واپس گھروں کو آئے کہ وہ دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنے کے لیئے تن من دھن کی بازی لگا کر پورے ملک میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کریں گے۔ ؎

سُنی کانفرنس مراد آباد میں یہ طے پایا تھا کہ کانفرنس کا اجلاس ہر دس سال بعد ہوگا چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء/ ۲۰ رجب ۱۳۵۴ھ کو سرزمینِ بدایوں میں دوسری آل انڈیا سنی کانفرنس بھی حضرت امیرِ ملّتؒ کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔ یہ دَور وہ دَور تھا جبکہ مسجد شہید گنج کا قضیہ ہر مسلمان کے دل کو خون کیئے ہوئے تھا۔ انگریز حکومت، سکھ غنڈوں کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ اُدھر اسلام دشمن جبہ و دستار پوش جماعتیں مثلاً جمعیت علماءِ ہند اور مجلسِ احرار وغیرہ مسجد شہید گنج کو ہر قیمت پر سکھوں کے حوالے کرنے کے لیئے بیتاب تھیں مسلم لیگ آزادیٔ وطن کے لیئے میدانِ عمل میں دیوانہ وار اُتر رہی تھی جبکہ اُس کے ازلی و ابدی مخالفین قدم قدم پر روڑے اٹکا کر ناکام و نامراد بنانے کی قسم کھا چکے تھے۔

سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیئے اس کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ اس بار صدارت کے لیئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۴۳ء) اور ایک دوسرے بزرگ کے درمیان انتخاب ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلامؒ اکثریت

؎ ماہنامہ "اشرفی" کچھوچھہ شریف ماہ مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۲۰۔ ؎ ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت" کراچی،

"سُنی کانفرنس ملتان نمبر" اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۶۷، ۶۸

کے ووٹوں سے صدر منتخب ہو گئے۔ لیکن جب اُن کا انتخاب ہُوا تو اُنہوں نے اعلان کیا کہ:

"میں حضرت امیرِ ملّت رح کو کرسیٔ صدارت پیش کرتا ہوں، میری حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا ووٹ حضرت رح کے لیئے ہے۔ صدارت کے لیئے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے میں اتنا کام نہیں کرسکتا اور پیر صاحب ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہٰذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں"۔

اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں اور حضرت امیرِ ملّت رح اتفاقِ رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے سُنّی کانفرنس مراد آباد کی طرح فی البدیہہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ اِس خطبہ کے ایک ایک لفظ سے عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اتحاد و یگانگت، تنظیم اور حق و صداقت کی خاطر مرمٹنے کا درس ملتا ہے۔ [۶]

حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ نے اپنے اس صدارتی خطبہ میں جو کچھ فرمایا، اس کا مخلص یہ ہے:

(۱) کفرزارِ ہند میں ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت ـــــ (شہاب الدین غوری رح جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیری رح جیسے صوفیاء کے نقوشِ قدم پر چل کر۔)

(۲) علماء و رُوحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور اُن کی ذمّہ داریاں ـــــ فکر و تدبّر، قربانی و ایثار، خشیتِ الٰہی۔

(۳) غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے۔

(۴) مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمّہ داریاں۔

(۵) برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور اُن کی ضروریات ـــ شرعی قوانین ـــ نکاح، طلاق خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ ـــــ اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت و صیانت۔

(۶) عالمِ اسلام کی حالتِ زار پر شدید صدمہ کا اظہار ـــــ نجد میں ابنِ سعود اور حبشہ میں اطالویوں کے مظالم۔

(۷) مقاماتِ مقدسہ کے احترام و تحفّظ کا مطالبہ وہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں۔

(۸) مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیئے بیت المال کا قیام۔

---

[۶] "سیرتِ امیرِ ملّت" صفحہ ۔ ۴۷۴ ۔

(۹) مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لیے سیاسی محرکات اور ضروریات — اتحاد بین المسلمین
معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریق کار — اسراف و تبذیر سے احتراز ۔ ؎

لیجئے ! اب خطبہ ملاحظہ فرمائیے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۔ وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَائِفِ الْاِحْسَانِ ۔ وَفَضَّلَنَا عَلٰی سَائِرِ خَلْقِهٖ بِتَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الرَّحْمَانِ ، سَیِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا وَکَرِیْمِنَا وَرَحِیْمِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِ نِ الْمَبْعُوْثِ بِخَیْرِ الْمِلَلِ وَالْاَدْیَانِ ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بُدُوْرِ الْاِیْمَانِ ۔ وَالْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ وَالْاَوْلِیَاءِ الْکَامِلِیْنَ نُجُوْمِ الْاِیْقَانِ وَالْعِرْفَانِ ۔ وَتَابِعِیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِالْاِحْسَانِ ۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ اَیُّهَا الْعُلَمَاءُ الْکِرَامُ وَالْحُضَّارُ الْعِظَامُ !

(ترجمہ) تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سردار اور مدد کرنے والے اور ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ بہتر مذہب اور دین کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور اُن پر جو احسان کے ساتھ اُن کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک ۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے ، اے علمائے کرام اور حاضرین عظام !

السلام علیکم ! فقیر، رب العزت کی حمد بجا لاتا ہے کہ اُس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواروں ۔ کروڑوں درود اُس پیکرِ جود اور اُس نورِ مسعود پر جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفادِ ملت کو فراموش نہ کریں ۔

محترم بھائیو ! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے ۔ آپ علماء ہیں ۔ آپ کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے

؎ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ، ص ۳۶ ـ ۳۳۵

ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔

وَھُوَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ || "اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے"

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگزاری کے لیے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہِ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشاتِ فروعی سے بے نیاز ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لیے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لیے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار ہے۔ اس خاکِ پاک کا ایک ایک ذرہ یہ بھی سبق دیتا ہے کہ مصلّے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحبِ سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی، خواجہ غریب نواز کا رنگ اختیار کریں اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کفر زار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحاتِ اس کارِ خیر کے لیے وقف کر دوں۔ ؎

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی
دردمندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی

علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سنیئے رب العزت فرماتا ہے:

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ زمر آیت ۹) || "(اے محبوب) آپ فرمائیے کہ کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحبِ علم ہیں اور جو علم والے نہیں ؟"

کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبر سے کام لے۔ اگر وہ

اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اُسی کے لیے روزِ قیامت پھانسی کا رسّہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عنداللہ یہ ہے :

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورہ فاطر : ۲۸)	"اللہ سے اُس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں"۔

یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیتِ الٰہی اُس کا حُسن ہے۔ غیراللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ہر کہ رمزِ مصطفےٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اُس کے سامانِ حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لیے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لیے بیان نہیں کرسکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہوجائیں گے، یا ہندوؤں میں اُس کا وقار کم ہوجائے گا، یا اُس کے مقتدی رُوٹھ جائیں گے، تو اُسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اُسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرادی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو تمہیں اپنی اُن مساجد کی بھی فکر کرلینی چاہیئے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف ازروئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان کردو کہ اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ مقتدیوں اور متولّیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگِ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کردیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اُس بیت اللہ کی کہ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ (جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔ ؎

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیلؑ ایک معمار تھا جس بِنا کا
ازل سے مشیّت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدا کا

بیت اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف سلام و

تحیات کا ارشاد فیض بنیاد یہ ہے کہ :

اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ | "جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو"

اے عالمانِ دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطانِ نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی
کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لیئے ٹھیکہ دیا ہے؛ دین کی حمایت
کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومتِ اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؛ اس
لیئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لیئے تیل درکار ہے
کیا دُنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے تو
مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ابنِ سعود کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج
بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور حنفیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکنِ مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے
اگر کسی کو ابنِ سعود کا وظیفہ اظہارِ حق سے روک رہا ہے تو اُسے چاہیئے کہ اللہ کے اِس فرمان پر توجہ
کرے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (پارہ ۱۔ سورۃ البقرۃ:۴۱) | "اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو"

اور ثمنِ قلیل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نعرۂ حق بلند کرو۔ تاکہ ربِّ جلیل کی بارگاہ سے اجرِ جزیل حاصل
ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پُوچھ لو۔ کہ جیرانِ رسولِ مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکامِ نجد کے دستر خوانوں پر تو طرح طرح کے کھانے موجود
ہوتے ہیں، لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا
رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام
نہ کرے، اُسے "تابعِ سُنّت سلطان" کہا جا سکتا ہے؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدین کی پوری سوانح
عمریاں تمہیں ازبر ہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں جیرانِ رسولؐ کی حمایت و اعانت کے لیئے نہیں کھلتیں
سُنو! ارشاد ہوتا ہے :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورۃ النساء آیت ۶۵) | "تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں"

کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنوائیں؟

عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، نکاح، ہبہ وغیرہ امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بروئے کار لانے کے لیئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لیئے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی "بیت المال" کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لیئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لیئے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے۔ جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ ممدِ شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو، مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جبھی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایکا ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لیئے ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔

"تجارت" میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم کاریگر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دوکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لیئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے "مبذرین" اور "مسرفین" شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ؎

؎ سیرتِ امیرِ ملت" ص ۵۸۲ تا ۵۸۷ ، خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس" ص ۲۴۳ تا ۲۴۴۔ ("خطباتِ صدارت" مؤتمر جمعیت علماء ہند" بمقام بدایوں ۱۹۳۵ء مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء۔

۱۴ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں لاہور میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اکناف و اطراف ہند سے اکابر علماء اہلسنت نے شرکت فرمائی۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت الحاج سید محمد محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) اور حضرت سید مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (ف ۱۹۹۶ء) ضلع فیض آباد یوپی، انڈیا) نے بطور خاص شرکت کی۔

بروز اتوار اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے حکم پر حضرت صدر الافاضل مراد آبادی نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور صوبائی سنی کانفرنس (پنجاب سنی کانفرنس) کے قیام کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ سنی کانفرنس کا مقصد اہلسنت کی تنظیم، اُن میں روابط و اتحاد پیدا کر کے علوم کو عام کرنا، مسلک حقہ اہل سنت کی تبلیغ، مخالفین کی چالوں سے سنیوں کو آگاہ و باخبر کرنا، اُن میں جذبہ دینداری پیدا کرنا اور ارتداد کے سیلاب کو روکنا ہے۔ سنی کانفرنس کا مقصد دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنا ہے۔ جو قومیں ابھی تک کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتیں، اُن کی رہنمائی کر کے انہیں سچا مسلمان بنانا، جو لوگ انگریزی وغیرہ میں مشغول رہ کر دین سے ناواقف ہو گئے ہیں اُن کے لیئے دینی معلومات بہم پہنچانے کے لیئے سعی بلیغ کرنا اور مسلمانوں کی اخلاقی علمی رہنمائی کرنا ہے۔

حضرت صدر الافاضل کی اس تقریر پُرتاثیر سے سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بہت متاثر ہوا۔ ہوتا بھی کیوں نہ کہ یہ سب فیض اور تصرف حضرت اقدس امیر ملت قدس سرہٗ کا تھا۔ لوگ کثرت سے سنی کانفرنس کے رکن بنے اور باالتفاق رائے ایک روپیہ چندہ مقرر ہوا۔ اور حضرت مولانا ابو الحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء) صدر اور حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ (ف ۱۹۷۸ء) ناظم حزب الاحناف لاہور، پنجاب سنی کانفرنس کے ناظم مقرر ہوئے۔ اور یہ قرار پایا کہ ناظم سنی کانفرنس پنجاب جلد از جلد کانفرنس کے اغراض و مقاصد و قرطاس رکنیت چھپوا کر تمام پنجاب میں تقسیم کریں۔

اس کے بعد حضرت امیر ملت کی اجازت سے حضرت محدث کچھوچھوی نے ایک نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی مزید توضیح و تشریح کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ سنی کانفرنس کا انعقاد اہلسنت کے لئے رحمت ہے اور اس کے قیام کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ یہ اہلسنت کا حق ہے کسی باطل، گمراہ فرقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ سنیوں کی حق تلفی کرے۔ علمائے ربانی کی رہنمائی باعث صد رحمت

ہے مسلمانوں کو علمائے کرام کا احسان ماننا چاہیئے۔ علمائے کرام نے ہر وقت مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا ہے اور اس فریضہ کو طبقہ علماء نے نہایت خلوص اور دیانتداری سے ادا فرمایا ہے کبھی مسلمانوں سے دغا و فریب نہیں کیا اور بلاخوف لومۃ لائم مرتدین و مشرکین کا قلع قمع کیا ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ وہ تمام دینی و دنیوی و سیاسی امور میں علماء ربانیین کی قیادت کو اپنے اوپر لازم و واجب کریں تاکہ لغزش و خطا سے بچیں۔ اسی چیز کا نام ہی ترقی ہے۔ دین سے منحرف ہو کر دنیا کی جاہ و جلال، شان و شوکت اور عزت و سطوت کا حاصل ہرگز ترقی نہیں ہے بلکہ ذلت و رسوائی ہے۔ ہر خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیئے کانفرنس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آؤ اور پروانہ وار آؤ، منظم ہو کر اتحاد و اخوت کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ سنی کانفرنس کا مقصد اصلی دین مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی منظم طور پر حفاظت کرنا ہے اور شریعت کے مطابق جد و جہد کر کے عہد فاروقی کا احیاء کرنا ہے"۔

آخر میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے ولولہ انگیز اور ایمان افروز خطاب فرمایا۔ فضا نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔ سامعین ہمہ تن گوش ہو گئے۔ آپ نے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور تنظیم کے بارے میں خطاب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "موجودہ دور میں مسلمانوں کو جن مصائب و آلام کا سامنا ہے، اور عیار و بدخواہ، قسم قسم کے حیلوں سے مسلم قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، وہ ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دشمن ہمیں نیست و نابود کرنے کے لیئے دن رات سرگرم عمل ہے۔ ہمیں اپنے دین کے تحفظ و بقا کے لیئے جلد از جلد منظم ہونے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک طبقہ علماء منظم ہو کر سعی نہ کرے اس وقت تک ہماری کشتی ساحل مراد سے ہمکنار نہیں ہو سکتی ہمیں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے علماء و مشائخ کو ایک سلسلہ میں مربوط کر دے اور یہ تنظیم صرف آل انڈیا سنی کانفرنس ہی ہے جو ہمارے تمام مسائل کا حل اور دکھوں کا مداوا ہے۔ [۹]

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک کے طول و عرض میں ضلعی سنی کانفرنس کے اجلاسوں میں بھی شرکت فرما کر قوم کو اک ولولہ تازہ بخشا اور ملت اسلامیہ کی رہنمائی و قیادت کے لئے کوئی دقیقہ کبھی فروگذاشت نہ کیا۔

۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امرتسر کے زیر اہتمام سراج الامت امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ الملقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۵۳ واں سالانہ عرس زیر صدارت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام سے جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم منعقد ہوا۔

---

[۹] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۳۷/۳۸ بابت ۲۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۳ تا ۵۔

جس میں مولانا غلام محمد ترنم امرتسری (ف ۱۹۵۹ء) صاحبزادہ سید بشیر حسین علی پوری (ف ۱۹۷۹ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) علامہ عبد الغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (ف ۱۹۷۰ء) صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) پیر سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) حضرت محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) مولانا محمد یار فریدی بہاولپوری (ف ۱۹۴۷ء) مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی ودیگر بے شمار علماء ومشائخ نے شرکت کی اور سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان کی حمایت میں خطاب فرمایا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ آپ نے سنی کانفرنس کی اہمیت، اغراض ومقاصد، ضرورت تنظیم اور مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی پرجوش تائید وحمایت فرمائی۔

آپ کی تقریر دلپذیر کے بعد صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کی تائید وحمایت میں ہنگامہ خیز تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضرت محدث کچھوچھوی نے بھی فصاحت وبلاغت سے آپ کی تائید وحمایت میں خطاب کیا اور ابوالکلام آزاد (ف ۱۹۵۸ء) اور مولوی حسین احمد مدنی (ف ۱۹۵۷ء) جیسے "کانگرسی ایجنٹوں" کی خوب قلعی کھولی۔ اور آخر میں اپیل کی کہ تمام اہلسنت، حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی عدیم النظیر قیادت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔[۱۰]

۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو مسجد میاں جان محمد مرحوم شہر امرتسر میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی صدارت میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے ہنگامہ خیز تقریر کی اور سنی کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) اور صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی (ف ۱۹۸۷ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں پرجوش تقاریر کیں۔ حضرت امیر ملت نے اپنے صدارتی خطاب میں مسلسل دو گھنٹے تک مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید وحمایت سے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب فرمایا۔[۱۱]

۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کو برمکان بابر خان اچھا دروازہ جہانسی شہر میں بسلسلہ سنی کانفرنس ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مولانا سید عبد السلام باندوی قادری (ف ۱۹۶۸ء) نے سنی کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوئے۔

---

[۱۰] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۴۱/۴۲ بابت ۱۴/۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۰۔

[۱۱] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۷/۱۴ دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۸۔

(۱) مسلمانانِ جھانسی کا یہ جلسہ عام آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس کے انعقاد کو بنظرِ استحسان دیکھتا ہے اور بسر وچشم اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے۔

(۲) مسلمانانِ جھانسی کا یہ جلسۂ عام (ہفت روزہ) الجمعیت دہلی و جمیع علماء کانگرس دیوبندی خاکساری وغیرہم کو جو مذہباً عقیدتاً سیاستاً مسلمانانِ ہند میں تفریق کا باعث ہیں، اُن کو نفرت اور حقارت سے دیکھتا ہے۔

(۳) مسلمانانِ جھانسی کا یہ جلسۂ عام حضرت مولانا پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری کو "امیرِ ملّت" تسلیم کرتے ہوئے اُن کے اس اعلان کی دلی تائید کرتا ہے جو مسلم لیگ کی حمایت میں ہے اور خود بھی مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ سُنّی کانفرنس کے صدر کے اعلان کے مطابق جبکہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کانگرس سے اجتناب اور مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ [۱۲]

۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء کو قصبہ چراگاؤں ضلع جھانسی میں سُنّی کانفرنس کے سلسلہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا سیّد عبدالسلام باندوی نے بصیرت افروز تقریر کی اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی اہمیت کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل ریزولیشن حافظ محمد علی امام مسجد نے پیش کیے جو اتفاق رائے پاس ہوئے۔

(۱) مسلمانانِ چراگاؤں کا یہ جلسہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے انعقاد پر مسرّت کا اظہار کرتے ہوئے علماءِ اہلسنّت کے وجود کو رحمتِ الٰہی سمجھتا ہے اور علماءِ دیوبند، خاکسار وغیرہم کو حزب الشیطان سمجھ کر اُس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔

(۲) مسلمانانِ چراگاؤں کا یہ جلسہ مولانا پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب کو "امیرِ ملّت" تسلیم کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کے لیے اُن کے ہر حکم کو واجب العمل سمجھتا ہے۔ [۱۳]

۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو کچی مسجد چاندور بازار ضلع امراؤتی (برار سی پی، بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیرِ ملّت صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کر کے اُن کے احکامات پر سرِ تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیرِ ملّت کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمانانِ ہند سے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنانے کی پُرزور اپیل کی۔ بعد ازاں سُنّی کانفرنس کی تشکیل ہوئی۔ صدر، سیٹھ محمد عباس، نائب صدر، عبدالنبی ٹھیکیدار، ناظم، قاضی اکبر علی، نائب ناظم، شیخ منیر احمد۔ [۱۴]

---

[۱۲] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۱/۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء ص۱۰ [۱۳] ایضاً

[۱۴] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۷/۱۴ فروری ۱۹۴۶ء ص۱۱

۶ر جنوری ۱۹۴۶ء کو بدایوں میں مولانا عبد الحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) کی زیر صدارت ایک میں سُنی کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا اور مندرجہ ذیل عہدے دار چُنے گئے۔ صدر: مولانا عبد الحامد بدایونی قادری، نائب صدر: مولانا حکیم عبد الناصر قادری، ناظم عمومی: مولانا مفتی محمد ابراہیم، خزانچی: مولوی نہال احمد بی اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ بعد ازاں حضرت امیر ملت کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ [۵۱]

۲۷ تا ۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس سنی کانفرنس کا پُرشکوہ اور عدیم المثال اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی تیاری ایک سال قبل ہی شروع کر دی گئی تھی۔ کوشش یہ تھی کہ ہر صوبہ اور ہر ضلع میں کانفرنس منعقد کر کے آل انڈیا اجلاس کو کامیاب و کامران بنانے کی بھرپور جدوجہد کی جائے اور پھر تمام ضلعی اور صوبائی عہدیداران پورے جوش و خروش کے ساتھ آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس میں شریک ہو کر ملت اسلامیہ کی تقدیر بدل سکیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے حضرات علماء و مشائخ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کانفرنس میں شرکت کرے اور ایسے رؤسا و عمائد جو سُنی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں اور جذبہ و شوق رکھتے ہوں اُن کی شرکت بھی کانفرنس میں یقینی بنائی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل پانچ رکنی وفد تشکیل دیا گیا۔

(۱) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس
(۲) حضرت سید ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی
(۳) حضرت مولانا اختصاص الدین
(۴) حضرت مولانا شائق حسین
(۵) جناب منشی شوکت حسین

حضرت محدث کچھوچھوی کی زیر قیادت یہ وفد ۱۰ر مئی ۱۹۴۵ء کو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ صدر آل انڈیا سُنی کانفرنس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور بنارس میں سُنی کانفرنس کے اجلاس منعقد کرنے کی منظوری حاصل کی۔ اُس زمانہ میں علی پور سیداں میں انجمن خدام الصوفیہ ہند کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا اور عظیم اجتماع تھا۔ اطراف و اکناف پنجاب، یوپی و دیگر صوبوں کے علماء و مشائخ و رؤسا موجود تھے۔ حضرت محدث کچھوچھوی نے جلسہ عام میں سُنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ تمام مجمع نے بیک زبان نہایت گرمجوشی سے

---

[۵۱] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۹ شمارہ ۶ بابت ۱۴ر فروری ۱۹۴۶ء ص ۱۱

ئید کی۔ اور پھر یہ وفد پنجاب کے دارالسلطنت لاہور پہنچ گیا۔[۵۲]

سُنّی کانفرنس بنارس کے انعقاد کی بہت سی وجوہات تھیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے لیکن ایک اہم وجہ سیاسی بھی تھی جس کا ذکر ذیل میں کر دینا نہایت مناسب اور ضروری ہوگا۔ وہ یہ کہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو علماءِ اہلسنت نے حضرت امیرِ ملّت کی زیرِ قیادت قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں سرگرمی دکھائی جبکہ جمعیت علماءِ ہند، مجلسِ احرار، خاکسار تنظیم، جماعتِ اسلامی وغیرہ نے پاکستان کی مخالفت میں اندھے ہو کر اپنے دین و ایمان کو ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ مولوی حسین احمد مدنی (ف ۱۹۵۷ء) پرنسپل دارالعلوم دیوبند اور اُن کے حواری اپنے نظریہ "ملت از وطن است" کے پرچار کے لیے اپنی جان کی بازی لگا چکے تھے۔ اُن کے پیچھے ٹاٹا اور برلا جیسے متعصب ہندو سرمایہ داروں کی تجوریوں کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی (ف ۱۹۵۶ء) اور دیگر احراری، حضرت قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم، ابوجہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کے خطاب سے نواز رہے تھے۔ مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) مسلم لیگ کی قیادت کو غیر اسلامی بتا کر اس کی مخالفت کی آگ میں جل رہے تھے۔ خاکسار تنظیم کے سربراہ علامہ مشرقی (ف ۱۹۶۳ء) اپنی عسکری تنظیم سے مغرور ہو کر اپنی قیادت کے پُرفریب خواب دیکھ رہے تھے تو اُس وقت برصغیر میں حضرت امیرِ ملّت اور اُن کے ساتھی علمائے اہلسنت ہی تھے جنہوں نے قائدِ اعظم کو اپنی مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا اور عملی طور پر تحریکِ پاکستان کی گاڑی کو آگے بڑھایا۔[۵۳]

یہ تھے حالات جن میں اس تیسری سُنّی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی۔ حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ناظمِ اعلیٰ آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے حضرت امیرِ ملّت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد یہ دعوت نامہ جاری کیا:

"مکرّم محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک بخیر باد۔
بحمد اللہ تعالیٰ وکرمہ۔ جمہوریتِ اسلامیہ (آل انڈیا سُنّی کانفرنس) کے عظیم الشان مبارک اجتماع کے لیے ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ روز شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ (ہفتہ، اتوار، پیر، منگل) مقرر ہوئے ہیں۔ ان بابرکت ایام میں ملت اور اہلِ ملت کی حمایت و نصرت کے لیے اکابر اہلِ اسلام علماءِ کرام مشائخِ عظام اور تمام صوبوں کی سُنّی کانفرنسوں کے نمائندے

---

[۵۲] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۸/۲۱ مئی ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۱، ۱۲۔

[۵۳] "امیرِ ملّت اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۸۰ء ص ۵۱، ۵۲۔

ودیگر معززین تشریف لائیں گے۔

جناب والا سے التجا ہے کہ اس اہم دینی اجتماع میں شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور اگر آپ کے یہاں سُنی کانفرنس قائم ہو چکی ہے تو جناب بحیثیت نمائندے کے تشریف لائیں اور جتنے نمائندے آپ کی سُنی کانفرنس تجویز کرے انہیں بھی ہمراہ لائیں۔ ہمراہیوں کی تعداد اور تشریف آوری کے وقت سے ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک مطلع فرمائیں۔

اُن مسائل کا خلاصہ بھی حاضر کیا جا رہا ہے جو سُنی کانفرنس کے لئے غور طلب ہیں۔ ان اُمور کے متعلق اگر جناب کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ اب صدر دفتر بنارس میں ہے اور ۳۰ اپریل تک یہیں رہے گا۔ لہٰذا خط و کتابت کے لئے صرف میرا نام اور سُنی کانفرنس بنارس لکھ دینا کافی ہے۔ تار کا پتہ صرف اتنا ہے۔ اشرفی، بنارس کینٹ۔

میں آپکی تشریف آوری سے بہت مسرور اور ممنون ہوں گا۔ والسلام مع الاکرام

دستخط (حضرت صدر الافاضل) ناظم آل انڈیا سُنی کانفرنس

نوٹ: جو حضرات کسی مجبوری سے تشریف نہ لا سکیں، وہ اپنی معذوری اور کانفرنس کے ساتھ اپنے کامل اعتماد کا اظہار بذریعہ ڈاک و تار کریں۔

آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس میں غور و خوض اور منظوری کیلئے پیش ہونے والے مسائل۔

(۱) سُنی کانفرنس کے لئے تدابیر توسیع و تنظیم۔
(۲) عہدوں کے لئے معیار۔
(۳) سُنی کانفرنسوں کے لئے ضروری قوانین۔

تعلیم:

(۱) ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کی تدابیر۔
(۲) ہر صوبہ میں وہاں کی رائج زبان میں دینی، اخلاقی ابتدائی تعلیم کا انتظام
(۳) فارسی، عربی کی تعلیم کا بہترین نظام۔
(۴) ہر قسم کے نصاب بنانے کے لئے نصاب بنانے والی جماعت کی تشکیل۔
(۵) سُنی مدارس کے اعداد حاصل کرنا۔
(۶) موجود مدارس کی نگرانی اور اُنکی اعانت کی تدابیر۔

(۷) واعظین کے لیے نصاب۔
(۸) نکاح خوانوں کے لیے تعلیم کا انتظام اور اُن کے لیے ضروری نصاب۔
(۹) انگریزی مدارس کے لیے دینی تعلیم کا انتظام۔
(۱۰) انگریزی خواں طلبہ کے لیے دینی معلومات بہم پہنچانے کے وسائل۔
(۱۱) تعلیم طب کا انتظام۔
(۱۲) مرکزی دارالتصنیف کے قیام کی تدبیر۔

تبلیغ اسلام: (۱) تبلیغ اسلام کی تدابیر اور اس مقصد کے لیے مرکزی نظام کی ترتیب۔
(۲) تبلیغی مدارس اور اس مقصد کے لیے مفید تصانیف۔
(۳) نومسلموں کے معاش کی تدابیر۔
(۴) اشاعتِ دین و تبلیغِ اسلام و مقاصدِ کانفرنس کے لیے اخبار و رسائل۔
(۵) پریس۔

اصلاحِ اعمال: (۱) نماز، روزہ، اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور اس کے مؤثر طریقے، آئمہ مساجد کا بہترین انتظام۔
(۲) مسلمانوں کے باہمی نزاعات کا تصفیہ اور اُن میں اتفاق پیدا کرنا۔
(۳) یتیم خانوں، شفاخانوں، محتاج خانوں کی نگرانی۔
(۴) محافلِ میلاد مبارک کی توسیع و ترویج اور اُن کے لئے بہترین تصانیف بہم پہنچانا تاکہ وہ تبلیغ اسلام و اصلاحِ اعمال و اخلاق کے لیے مفید تر ہو جائیں۔
(۵) اعراس سے تبلیغی فوائد حاصل کرنے کی تدابیر اور واجب الاصلاح امور کی اصلاح۔
(۶) خانقاہوں کی حسبِ استطاعت دینی خدمت اور علمِ تصوف و سلوک کے رائج کرنے کی سعی۔

جسمانی و معاشی امور: (۱) مسلمانوں کی تندرستی دم بدم خراب ہو رہی ہے۔ نئی نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ نوجوان طبقے، تعلیم یافتہ ہوں یا ناتعلیم یافتہ، بالعموم اتنے کمزور ہیں کہ نہ وہ اپنے معاش کے وظائف پورے کر سکتے ہیں نہ خانہ داری کے۔ اُن کی صحت اور جسمانی قوتوں کے لیے نافع و مفید ریاضتوں کی تجاویز۔
(۲) بے کار اور تنگ معاش افراد کے لیے وسائلِ معاش تلاش کرنا۔

(۳) قرض دار مسلمانوں کے لیے قرض سے خلاص حاصل کرنے کی تدابیر

حکومت کے قوانین : (۱) حکومت کے جو قوانین مسلمانوں کی دینی زندگی ہوں اور اُن سے خلافِ شرع عمل پر مجبور ہونا پڑے، اُن میں ترامیم کرانے کی کوشش۔

(۲) جو مقدمات شریعت کے مطابق فیصلہ ہوتے ہیں ان کی سماعت کے لیے ... سے اسلامی کچہریوں (دارالقضاء) کا مطالبہ۔

نکاح : (۱) نابالغی کے نکاحوں سے متعلق غور اور اس امر میں مفید رہنمائی۔

(۲) نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سدِّباب کے لیے ایسے کابین ... کی ترتیب و تجویز جو عندالضرورت نافع و کارآمد ہوں۔

(۳) مسائلِ نکاح، طلاق، مہر، عدت اور اس کے متعلقات پر مشتمل ایک ا... کتاب مرتب کرنا جس کو کم علم بھی سمجھ سکیں۔ اور نکاح خوانوں پر اس کا مطالعہ ... کر دینا اور نکاح خوانی کے لیے کانفرنس کی طرف سے سند دینا۔ یہ سند اسی شخص ... دی جائے جو کتاب کو اچھی طرح سمجھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرے۔

اوقاف : (۱) اوقاف کے متعلق بہترین تجاویز۔

پاکستان : (۱) آئینِ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصولوں پر ایک آزاد با اختیار ... کا مطالبہ۔

مُسلم لیگ : (۱) تمام ایسے امور میں جس سے اسلام اور مسلمین کو فائدہ پہنچے سُنّی کانفر... مسلم لیگ اور ہر جماعت کی بے دریغ تائید کر سکتی ہے اور دینی امور میں سُنّی کانفر... مسلم لیگ اور ہر جماعت کی اصلاح اور صحیح رہنمائی کا حق رکھتی ہے اور کسی کی غلطی ... کی مؤید نہیں ہے۔ [۵۱]

قارئینِ کرام! آپ نے سُنّی کانفرنس بنارس کا دعوت نامہ اور کانفرنس میں غور و خوض اور منظو... کے لیے پیش آنے والے مسائل کی پوری پوری تفصیل ملاحظہ فرمالی ہے، ذرا غور فرمائیے کہ یہ دعوت ... اور مسائل کتنے دُور رس نگاہ اور نتائج کے حامل ہیں۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرّہٗ اور اُن کے مخلص ... ساتھی حضرت صدر الافاضل رحؒ کی علمی اور ادبی لیاقت اور بالغ نظری کی داد دیجیے کہ انہوں نے آج سے تق...

[۵۱] "خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس" از محمد جلال الدین قادری ص۱۰۵، بحوالہ ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور جلد ... شمارہ نمبر ۱۶ بابت ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۵۔

نصف صدی قبل قوم کو پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے کس قدر جامع پروگرام مرتب کر کے انقلابی قدم اٹھایا تھا۔ اے کاش کہ عصرِ حاضر کے علماء و مشائخ بھی حضرت امیرِ ملت کے نقوشِ پا کو اپنے رہبرِ اصول بنا کر قوم کی اصلاح، تربیت اور انقلابی رُوح پھونکنے کا عزمِ مصمم کر لیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا یہ فقید المثال اجتماع نہایت شان و شوکت سے انعقاد پذیر ہوا۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبۂ رُوحانی اور سوادِ اعظم اہلِ سنت کے عامۃ الناس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد اُنہیں کشاں کشاں بنارس لے آیا۔ مُلک کے طول و عرض سے علماء، مشائخ، وکلاء، اُمراء، تجار، محنت کش، مزدور غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے عوام نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں لندن سے آئے ہوئے وزارتی مشن لارڈ کرپس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ لیکن اُن لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیات کی بنا پر عدمِ شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا۔ [19]

وزارتی مشن کو دعوت اس لیے دی گئی تھی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانانِ ہند کی شوکت اور اُن کے سیاسی موقف کو بچشمِ خود دیکھ لیں۔ سوادِ اعظم کے اجتماعی موقف اور مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اُس دَور میں ایک تاریخی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت امیرِ ملت رح نے پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود کانفرنس میں کرسیٔ صدارت کو زینت بخشی۔ [20]

یہ اجلاس بڑے ہنگامے کا اجلاس تھا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے حسبِ عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرارداد لاہور (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شد و مد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائدِ اعظم کی حمایت و اعانت میں کمربستہ ہو جائیں۔

حضرت امیرِ ملت رح حق گوئی میں بغایت بے باک تھے۔ اجلاس سے قبل بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے کئی مخلص عقیدت خدمت والا میں عرض کر چکے تھے کہ اس اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب فرمائیے کیونکہ بعض کانگرسی علماء نے ہنگامہ کر کے اس جلسے کو سبوتاژ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔

چنانچہ حسبِ توقع جلسہ کو درہم برہم کرنے کے لیے شور و غوغا مچا، قائدِ اعظم پر کفر کے فتوؤں کا اعلان ہوا، غرض خوب ہنگامہ ہوا مگر حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آپ نے دلائل

---

[19] "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۳۔

[20] "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" ص ۱۰۸۔

قاطعہ سے قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ کی حمایت فرمائی اور اس ارشادِ باری تعالیٰ کا حوالہ دیا کہ :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (پارہ ۱۶، سورہ مریم ۹۶) || "جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، خدا اُن کی محبت مخلوقات کے دل میں، پیدا کر دے گا"

اس کے بعد آپ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ

"تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائدِ اعظمؒ ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں۔ یہ تو قرآن شریف کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت، تم اس کو کافر کہو، میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں"۔ (یاد رہے کہ قائدِ اعظمؒ، حضرت امیرِ ملتؒ کے فیضِ صحبت سے تہجد گزار بن چکے تھے۔ قصوری)

آپ کے اس مدلّل، دندان شکن اور مسکت جواب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور فخرِ اہلسنت مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کی بھرپور تائید کی اور تحریکِ پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبد الحامد بدایونیؒ کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار مخالفین (کانگرسی ایجنٹوں) کو منہ کی کھانا پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیرِ ملت زندہ باد" "مسلم لیگ زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریقِ مخالف کو خاموشی سے راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔[۲۱]

سُنّی کانفرنس کے اِس اجلاس میں جو قرار دادِ پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور ہوئی وہ یہ ہے :۔

(۱) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآن کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحۂ عمل مرتب کرنے کے

---

۲۱ "سیرتِ امیرِ ملت" صد ۲۷۵، ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۷۱ء صد ۱۵۔ "امیرِ ملت اور آل انڈیا سُنی کانفرنس" صد ۵۲، ۵۳۔

لیے حسبِ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :-

(۱) صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ ——— (ف ۱۹۴۸ء)
(۲) صدر الشریعت حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمیؒ ——— (ف ۱۹۴۸ء)
(۳) مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفٰے رضا خاں بریلویؒ ——— (ف ۱۹۸۱ء)
(۴) مبلغِ اسلام حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھیؒ ——— (ف ۱۹۵۴ء)
(۵) فخرِ اہلسنت حضرت مولانا عبد الحامد بدایونیؒ ——— (ف ۱۹۷۰ء)
(۶) محدثِ اعظم ہند حضرت سید محمد محدث کچھوچھویؒ ——— (ف ۱۹۶۱ء)
(۷) حضرت دیوان سید آلِ رسول علی خاں سجادہ نشین اجمیر شریف ——— (ف ۱۹۷۳ء)
(۸) حضرت مولانا سید ابو البرکات سید احمدؒ ناظم حزب الاحناف لاہور ——— (ف ۱۹۷۸ء)
(۹) حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف سرگودھا ——— (ف ۱۹۸۱ء)
(۱۰) مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف (سندھ) ——— (ف ۱۹۶۰ء)
(۱۱) حضرت پیر محمد امین الحسناتؒ، مانکی شریف (سرحد) ——— (ف ۱۹۶۰ء)
(۱۲) حضرت الحاج بخشی مصطفٰے علی خاں مدنی میسوریؒ (خلیفہ امیرِ ملتؒ) ——— (ف ۱۹۷۴ء)
(۱۳) حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ لاہور ——— (ف ۱۹۶۱ء)

(۳) یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسبِ ضرورت و مصلحت اضافہ کرے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی مسلم نمائندہ جماعت" کی موجودگی میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا قیام اور اس کی فعال کارکردگی وقت کی ایک اہم ترین ضرورت" تھی چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوگیا، مگر آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں ارفع تھا، سنی کانفرنس، سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہمنوا اور حامی تھی لیکن وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اُن کے حصول کیلئے سنی کانفرنس کا علیحدہ وجود از بس ضروری تھا، تاکہ حضرت امیرِ ملت کی مقدس قیادت میں ملتِ اسلامیہ میں عقابی روح بیدار کی جاسکے۔

چنانچہ سنی کانفرنس بنارس کے بعد حضرت امیرِ ملتؒ نے پیرانہ سالی کے باوجود شہر شہر، قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں دن رات سنی کانفرنس کی شاخوں کو حیاتِ نو بخشی اور حصولِ پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کیا حتیٰ کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سرخ سے بھی روشن منزل، پاکستان کی صورت میں مل گئی۔[۲۲] ——— "امیرِ ملت زندہ باد"، "قائدِ اعظم زندہ باد"، "پاکستان پائندہ باد"۔

---

[۲۲] خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۱۰۹، ۱۱۰ ، حیاتِ صدر الافاضل ص ۱۸۹، ۱۹۰۔

امیرِ ملّتؒ اور سارداِ بل

۱۹۲۸ء میں ایک ہندو ممبر مسٹر ہربلاس سارداؔ نے لیجسلیٹو اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس میں حکومتِ برطانیہ سے کہا گیا تھا کہ ہندوستان میں کم عمری کی شادیوں کو خلافِ قانون قرار دیا جائے اور ایسا کرنے والوں کو قید و جرمانہ کی سزائیں دی جائیں ۔

یہ بل اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد مشتہر کیا گیا اور رائے عامہ سے استصواب کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی گئی، جس نے ملک بھر کا دورہ کیا اور اس کے بعد تحقیقاتی رپورٹ تیار کر کے حکومتِ ہند کو پیش کر دی۔ اس کمیٹی کے ارکان میں مولوی محمد یعقوب خاں (۱۸۷۹ء — ۱۹۴۲ء) ڈپٹی پریذیڈنٹ اسمبلی بھی شامل تھے ۔ انہوں نے رپورٹ کے ساتھ اپنا اختلافی نوٹ منسلک کیا جس میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے علماء اور معتبر حلقے اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور جب تک مسلمانوں کے مقتدر علماء اور رہنماؤں کے بیانات شاملِ رپورٹ نہ ہو جائیں اُس وقت تک اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر کرنے کا فیصلہ نہ کیا جائے ۔

دریں اثنا مسلمانوں کے معتبر حلقوں کی جانب سے اس بل کی مخالفت کی گئی اور بہت سے مقتدر علماء و مشائخ نے صاف طور سے بر ظاہر کر دیا کہ یہ بل اسلامی احکامات کے خلاف ہے اور مسلمانوں پر اس کا اطلاق مذہبی مداخلت ہے ۔ علماء اہلسنت نے اخبار و رسائل میں صغر سنی کے نکاح کی شرعی حیثیت کے بارے میں مضامین و مقالات لکھے اور فتوے جاری کیے ۔ اس ضمن میں مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی امرتسری (۱۸۳۹ء — ۱۹۰۲ء) کا ایک مضمون ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر بابت ۲۱ رجون ۱۹۲۸ء میں اور ادارہ "الفقیہہ" کی جانب سے ایک مضمون اُس کی اشاعت ۷ اگست ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا ۔

ساردا بل کی منظوری

مسلمانوں کے اظہار ناپسندیدگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حکومتِ ہند اس بل کی حمایت کے لیے کھڑی ہو گئی اور سرکاری ممبران نے اعلان کر دیا کہ وہ اس بل کی حمایت کریں گے ۔ چنانچہ یہ بل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو دوبارہ اسمبلی میں پیش ہوا اور اُسے ۲۸ ستمبر کو منظور کر کے یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ العمل قرار دیا گیا ۔

ساردا بِل کیا ہے؟ یہ بل اس کے پیش کرنے والے مسٹر ہر بلاس ساردا کی نسبت سے ساردا بل کے نام سے محکوم ہندوستان کی تاریخ کا حصہ بنا۔ اس کے پاس کیے جانے کے بعد مشائخ اہل سنت نے اس کے خلاف ایک بھرپور تحریک چلائی۔ اس کی مذمت میں قراردادیں منظور کیں اور اعلانیہ اس بل کی خلاف ورزیاں کیں اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

یہ بل جو گیارہ دفعات اور چند ذیلی شقوں پر مشتمل تھا۔ اس کی اہم دفعات حسب ذیل ہیں:

- اس بل کا نام قانونِ انسدادِ شادیٔ بچگان ہوگا۔
- قانون میں بچہ سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر لڑکا اور ۱۴ سال سے کم عمر لڑکی ہے۔
- جو کوئی بچپن کی شادی کا انتظام کرے گا یا اس کی رہنمائی کرے گا یا رسم ادا کرے وہ ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا کا مستحق ہوگا۔
- ضابطۂ فوجداری ۱۹۰۸ء دفعہ ۱۹۰ کے باوجود پریذیڈنسی مجسٹریٹ یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سوا کسی بھی عدالت کو اس قانون کے ماتحت کسی بھی جرم کی سماعت یا اس میں دست اندازی کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔
- اس کا نفاذ تمام برطانوی ہندوستان پر ہوگا۔
- اس قانون پر عمل درآمد یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے شروع ہوگا۔

علماء کے نزدیک ساردا بل کے ناقابلِ برداشت ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں:

(۱) یہ قانون ایک بہت بڑے حکمِ شرعی میں مداخلت کر کے اس کو باطل کرتا ہے کیونکہ نابالغوں کے ولیوں کو شریعت نے یہ حق عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے ان کا نکاح جہاں چاہیں کر سکتے ہیں اور یہ حقِ ولایت مذہبِ اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے۔ قرآن مجید میں صاف طور پر اس حق کا اعلان ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (پارہ ۱۸ - سورہ نور ۳۲) || "اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔"

اس آیت میں صراحتہً اولیاء کو نکاح کر دینے کا حکم دیا گیا ہے اور اس حقِ ولایت پر امت کا اصولاً اتفاق ہے۔ شارح بخاری امام نووی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"امتِ مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی نابالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح کر دے۔"

مذاہب اربعہ کی فقہ کی ہر کتاب میں اس مسئلے کا ایک مستقل باب موجود ہے۔

(۲) دوسری وجہ: قانون ساردا بل ایک دوسرے حکم شرعی کو بھی باطل کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ (پارہ ۴: سورۃ النساء: ۳) || "اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار"

اس آیہ مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ بالغ جب چاہے نکاح کر سکتا ہے لیکن قانون ساردا بل اس حکم قرآن میں مداخلت کرتا ہے کیونکہ وہ اٹھارہ سال سے پہلے اجازت نہیں دیتا جبکہ لڑکا پندرہ سال کا بالغ قرار دیا جاتا ہے۔

(۳) تیسری خرابی ساردا بل کی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑے گا کہ ہمارا رب ہماری مصلحت اور بہتری سے ناواقف تھا۔ العیاذ باللہ کہ نابالغان کے اولیاء کو ان کے نکاح کر دینے کی اجازت دی اور بالغان کو اپنے نکاح کر دینے کا اختیار دیا اگر وہ قانون ساردا بل کے مطابق نابالغ ہوں۔

(۴) چوتھی خرابی اس بل میں یہ ہوگی کہ مسلمان نوجوان بے حیائی اور فحاشی کی طرف راغب ہوں گے

(۵) پانچویں خرابی یہ ہوگی کہ جو قانون واجبات شرعی کے ادا کرنے میں مجرم بنائے اس سے بڑھ کر مذہبی مداخلت کیا ہوگی۔

ساردا ایکٹ کے اسلامی قوانین کے قطعاً خلاف ہونے اور اس کی دنیاوی قباحتوں سے عامۃ المسلمین ارکان اسمبلی اور حکومت برطانیہ کو مطلع کرنے کے لیے علمائے دین نے جلسے منعقد کر کے حکومت کے اس اقدام کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور کتابیں لکھ کر اطراف و اکناف ملک میں پھیلائیں تاکہ مسلم رائے عامہ بیدار ہو کر اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔

سلطان الہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء) نے بھی میدان میں اتر کر ساردا بل کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ انجمن خدام الصوفیہ (جس کے آپ بانی و صدر تھے) کے پلیٹ فارم سے طول و عرض ہند میں جلسے منعقد کر کے انگریز حکومت کے خلاف اک آگ لگا دی۔

۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو مسلم ہال، بنگلور (ریاست میسور حال بھارت) میں بعد نماز مغرب آپ کی صدارت میں مسلمانان بنگلور کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ تمام ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد نعتیہ نظمیں پڑھی گئیں۔ مولانا محمد اسمٰعیل مائل اور مولانا عبدالقدوس قدم نے ساردا بل کے خلاف نہایت ہی ولاویز اور موثر نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد صدر جلسہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حکم سے خان بہادر محمد عباس خان

اور مولانا محمد عبد الغفور رئیس اعظم بنگلور نے سارد ابل کے متعلق زبردست و مدلل تقریریں کیں۔ جن کا ماحصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو سارد ابل ایکٹ سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ خان بہادر محمد عباس خاں نے اپنی تقریر کے اختتام پر وہ تار پڑھ کر سنایا جو حضرت امیر ملت کی طرف سے بوساطت فری پریس انگریزی اخباروں میں یوں شائع ہوا۔

"بنگلور ۲۲ نومبر۔ تقدس مآب اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری صدر انجمن خدام الصوفیہ جو ایک مذہبی انجمن ہے اور جس کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، آجکل بنگلور میں قیام فرما ہیں انہوں نے جو مراسلہ ہز ایکسیلینسی دی وائسرائے بہادر کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اس میں وہ ظاہر فرماتے ہیں:

"میں لاکھوں مسلمانوں کا ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے و نیز ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے امر کی درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو سارد ابل سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ سارد ابل کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شریعت میں ایک قطعی مداخلت کا حکم رکھتا ہے۔"

اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ نے مسلمانوں کو بالعموم اور یارانِ طریقت کو بالخصوص مؤثر طریقہ سے ترغیب دی ہے کہ وہ سارد ابل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور ہر شہر میں احتجاجی جلسے منعقد کریں اور وائسرائے صاحب بہادر کی خدمت میں اس مطلب کے تار روانہ کریں کہ سارد ابل کا نفاذ شریعت اسلام کے منافی ہے۔ اور حکومت کے اس اعلان کے صریحاً خلاف ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں کسی طرح مداخلت نہ کرے گی۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سارد ابل کی پیروی سے پوری طرح مستثنیٰ کر دیا جائے۔"

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے اس سے قبل سیاسی امور میں بجز ایک مرتبہ کے کبھی زبان نہیں ہلائی۔ یہ دوسرا موقعہ ہے کہ میں سیاسی امور کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔

حضرات! جب سے انگریز، ہندوستان میں آئے، اس وقت سے اُن کی خواہش یہ رہی کہ کسی طرح مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں۔ اُن کے دلوں سے اسلام کی محبت نکل جائے، اُن کا

جوش ٹھنڈا پڑ جائے کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی حرارت اور مذہبی جوش رہے گا اس وقت تک انگریز مسلمانوں کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتے۔ یہی اصول انگریزوں کا ابتدا سے رہا ہے۔ اس کے ثبوت بہت سارے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جب انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح قبضہ ہو گیا۔ اور چاروں طرف اُن کا اچھی طرح تسلّط ہو گیا تو ولایت میں پادریوں نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی جوش اور اسلامی محبّت کو دُور نہ کیا جائے گا، اس وقت تک وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس لیئے پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں پہنچ جائے اور قرآن شریف کے تمام نسخے مسلمانوں سے خریدے کیونکہ مسلمانوں کا دین، مذہب اور ایمان جو کچھ ہے وہ قرآن مجید ہے۔ جب قرآن شریف ہی نہ ہوگا تو یہ اسلامی حرارت کہاں سے آئے گی۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیئے پادریوں کی ایک جماعت بمبئی میں وارد ہوئی۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر کلام پاک کو خریدنا شروع کر دیا۔ حُسنِ اتفاق کہیئے کہ بڑے پادری سے ہمارے ایک مولوی صاحب کی ملاقات ہو گئی۔ مولوی صاحب نے دوران گفتگو پُوچھا کہ یہ قرآن پاک کیوں اس کثرت کے ساتھ خریدے جا رہے ہیں۔ بڑے پادری نے اس راز سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب تھے بڑے سمجھدار آدمی۔ فرمایا، پادری صاحب! ہمارا قرآن شریف کاغذ میں نہیں ہے بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ ہندوستان سے قرآن شریف کے تمام نسخے خرید کر لیں گے مگر اُن ہزار ہا مسلمان حافظوں کو کیا کریں گے۔ جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔ ہم ایک دن میں کئی قرآن شریف لکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں دوسرا کوئی مذہب اسلام کی طرح اپنی سچائی و صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں یہ بتا سکتا ہوں کہ قرآن پاک میں کتنے رکوع کتنی آیات اور کتنے حروف ہیں۔ کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ غرض مولوی صاحب کے اس جواب کو جب بڑے پادری نے سُنا تو بہت سٹ پٹایا اور فوراً ولایت کو ایک خط لکھ کر حقیقت سے اطلاع دے دی۔ جواب آیا کہ قرآن مجید کے نسخوں کی خریداری موقوف کر دی جائے۔

جب سے ہم مسلمانوں میں وہابی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت سے انگریزوں کو مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیئے کافی مدد مل رہی ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبّت دور ہوتی جا رہی ہے۔ درحقیقت انگریزوں کا فرض ہمارے یہ وہابی فرقہ کے لوگ ادا کر رہے ہیں۔ اُن کا یہ کہنا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرنا شرک ہے، گویا مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبّت کو دور کرنا انگریزوں کی معاونت کرنا ہے۔ جب سے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے اُس وقت سے آج تک کبھی اُنہوں نے

مسلمانوں کی بات کو نہ سُنا ۔ اُن کی تکالیف کا خیال نہیں کیا ۔ بادشاہ کی عزت و شوکت کا انحصار اُس کی
رعایا پر ہے ۔ انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کے ملک میں سورج غروب نہیں ہوتا مگر انصاف کو دیکھیئے
تو افسوس ہوتا ہے ۔ میں نے یہ جو بات کہی تھی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سُنا ۔
وہ یہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکوں سے جنگ نہ کی جائے مگر
ہماری آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی ۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ اُن کی فریاد سنی نہیں جاتی تو انہوں نے
ہندوستان سے ہجرت کر دی لیکن حکومت نے اس کی بھی پرواہ نہ کی ۔ اب یہ نیا قانون جاری کر کے
ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ ہمارا مذہب عیسائی مذہب کی طرح
نہیں ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک شادی بیاہ مذہبی فریضہ میں داخل نہیں ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو نہ خود شادی کی اور نہ اپنے امتیوں کو
حکم دیا ۔ مگر ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اسی وجہ سے ہم اس کو مذہبی فریضہ تصور کرتے ہیں ۔
مذہب نے والدین کو ولی قرار دیا ہے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق اولاد کی شادی بیاہ کرنے کا اختیار
حاصل ہے ۔ ہمارے یہاں نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ۔ دو روز کی بچی کا بھی ہمارے یہاں نکاح
کر دینے کی اجازت ہے ۔ وہ والدین جو کمسنی میں اپنے بچوں کی شادی بیاہ کر دیں گے موجودہ قانون کے
تحت مجرم قرار دیئے جائیں گے ۔ جب اس طرح اعلانیہ ہمارے مذہب میں مداخلت ہو جائے تو ہم رہیں گے
کدھر ۔ اگر تمام ولی مجرم قرار دے دیئے گئے تو پھر ان کا ہندوستان میں کس طرح گزارہ ہو گا ۔ جب نکاح
کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کا قانون کیسا ؟ حکومت کو چاہیئے کہ پہلے ایک
ایسا قانون بنائے ۔ کہ ہر شخص پر نکاح لازمی ہو ۔ ہم مسلمان ہیں اس لئے اپنے قانون کی پیروی کریں
گے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس قانون کا نفاذ ہو گیا تو سب سے پہلے میں ہی
قانون شکنی کروں گا ۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام متعلقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ دس
دس برس کی عمر والی لڑکیوں کے نکاح ایک ہی رات میں کر دیں ۔ اس طرح ایک ہی رات میں دس ہزار
نکاح کرا دوں گا ۔ ہم میں ابھی اسلامی حرارت موجود ہے ۔ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی نے جب عنان حکومت کو
ہاتھ میں لیا تو یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت کسی مذہب میں مداخلت نہ کرے گی اور اُس کو قدیم مروجہ رسوم
سے بھی کچھ تعلق نہ ہو گا تو پھر یہ مداخلت کیسی ؟ نکاح کرنا کسی قانون میں نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کیسی ؟
جس درخت کی جڑ نہیں ہے اُس کی شاخیں کس طرح کاٹی جائیں گی ۔ ہم ایک لڑکی کو اُس کے پیدا ہوتے
ہی نکاح کر دیں گے ۔ حکومت کو اس سے کیا تعلق ؟ یہ ہمارا خانگی معاملہ ہے ۔ آج اس میں دخل دیا گیا

ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دخل دیا جائے گا۔ ریاست میسور میں آج اگر یہ قانون نہیں ہے کل نافذ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو حکومت دیکھ لے گی کہ میں اپنے قول کا کس قدر سچا ہوں۔ اسلام کے لئے اگر میری جان بھی چلی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجھے بھی ایسا رتبہ مل جائے تو اس سے بڑھ کر سعادت دارین کیا ہو سکتی ہے۔"

آپ کے اس پُراثر خطاب کے بعد یہ قرارداد منظور ہوئی کہ مسلمانان بنگلور کی طرف سے وائسرائے بہادر کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ مسلمانوں کو ساردا بل سے مستثنیٰ رکھا جائے جو بخوشی منظور کر لی گئی۔

ازاں بعد جلسہ کی کاروائی اور آپ کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کو اشتہار کی صورت میں چھاپ کر پورے ہندوستان میں تقسیم کیا گیا۔ یہ اشتہار "مدینہ پریس براڈوے روڈ معسکر بنگلور" سے چھپا اور بطور المشتہر "سید اکبر، شولہ مارکم روڈ بنگلور" کا نام درج ہے۔

۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء ہی کو انجمن خدام الصوفیہ کوہاٹ (صوبہ سرحد) کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ساردا بل کے خلاف زبردست تقریریں ہوئیں اور وائسرائے ہند کی خدمت میں اس بل کے خلاف تار روانہ کیا گیا۔

۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کو رہتک شہر (مشرقی پنجاب، بھارت) میں مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی (ف ۱۹۴۹ء) ناظم انجمن خدام الصوفیہ رہتک نے ایک جلسہ زیر صدارت خان عبدالرحیم خاں سوداگر چوب منعقد کیا اور حاضرین کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی بنگلور والی تقریر سنائی گئی اور قرارداد منظور کی گئی کہ وائسرائے ہند کی خدمت میں تار دیا جائے کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اس ایکٹ کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شرعی میں مداخلت کا حکم رکھتا ہے اور پھر حسب ذیل تار وائسرائے کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔

"انجمن خدام الصوفیہ رہتک درخواست کرتی ہے کہ ساردا ایکٹ کے نفاذ سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کیا جاوے کیونکہ اس ایکٹ سے مسلمانوں کے امورات شرعی میں مداخلت ہوتی ہے۔"

۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء بروز اتوار ۷ بجے شام انجمن خدام الصوفیہ آگرہ شہر نے ایک جلسہ منعقد کیا اس میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی بنگلور والی تقریر پڑھ کر سنائی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

۲۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو بعد نماز جمعہ مسجد حاجی پیر بخش گجرات (پنجاب) میں اہل

گجرات و دیہات کا ایک عظیم الشان جلسہ پیر سید ولایت شاہؒ (۱۸۸۸ء – ۱۹۷۰ء) صدر انجمن خدام الصوفیہ گجرات کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر سنائی گئی اور زبردست تائید و حمایت کی گئی۔ مولوی عمر دین اور منشی احمد دین (۱۸۹۷ء – ۱۹۸۰ء) جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ گجرات نے ساردا بل کے خلاف تقریریں کیں اور حسب ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

✗ چونکہ ساردا ایکٹ مسلمانوں کی شریعت کے خلاف ہے اور ہم لوگ کسی طرح اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس واسطے اس کو مسلمانوں کے لیے منسوخ کر دیا جائے ورنہ ہم ہر طرح سے اسلام کے لیے اپنی جانی و مالی قربانی کے لیے تیار ہیں۔

✗ وائسرائے ہند بہادر کی خدمت میں تار روانہ کریں گے کہ ہم لوگ مسلمان اس کے مخالف ہیں کیونکہ یہ قانون شریعت کے خلاف ہے۔ اس واسطے ہم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جا وے۔ بعدازاں وائسرائے کو تار بھی روانہ کیا گیا۔

۵ر جنوری ۱۹۳۰ء کو بنگلور سے حضرت امیر ملتؒ واپس علی پور سیداں تشریف لائے تو بعد نماز مغرب مسجد نور میں حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا سالانہ ختم تھا۔ آپ کے ارشاد مبارک کے مطابق مولانا محمد عبدالغنی (– ۱۹۴۳ء) مدرس مدرسہ حنفیہ سیالکوٹ اور پیر سید ولایت شاہ گجراتیؒ (۱۸۸۸ء – ۱۹۷۰ء) نے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر کے آخر میں ساردا بل کے نقائص بیان فرمائے اور جملہ حاضرین کو متنبہ کیا کہ :

"اگر خدانخواستہ یہ بل پاس ہوگیا تو تمہیں اس کی مخالفت کرنی ہوگی آپس میں ہی نکاح خوانی کرو اور آپس میں ہی شاہد بن جاؤ۔ کیونکہ ہم اس حد تک بادشاہ کی فرمانبرداری کر سکتے ہیں جہاں تک اسلام اجازت دے۔ جب ہمارے دین کے مسائل میں دست اندازی کی جاوے گی تو ہم ضرور خلاف ورزی کریں گے۔"

سب حاضرین و سامعین نے آمنا کہہ کر ہاتھ بلند کئے۔

ساردا بل کا نفاذ :- وائسرائے ہند جسے ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے علاوہ چند ضمیر فروش مسلمانوں کی حمایت بھی حاصل تھی، اس نے اسمبلی کی تجویز کے مطابق اس بل کو یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ کر دیا۔ اس دن حضرت امیر ملتؒ راولپنڈی میں جلوہ افروز تھے۔ جونہی اس بات کا علم ہوا، علم جہاد بلند کر دیا۔ چنانچہ اسی دن ہی آپ کے حکم پر ملک کے طول و عرض میں ساردا ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مختلف شہروں میں کئی مقامات پر نابالغان کے نکاح پڑھائے گئے۔ گوجرانوالہ

میں مولانا عبدالعزیز نے دو نابالغ لڑکیوں کا نکاح پڑھایا۔ پشاور میں کثیر التعداد نابالغوں کے نکاح پڑھائے گئے اور نکاح ناموں کی نقول ڈی سی پشاور کو بھیج دی گئیں۔ شہر میں مکمل ہڑتال رہی اور ایک دولھا کو نکاح کے بعد گھوڑے پر سوار کر کے تقریباً دس ہزار آدمیوں کے جلوس کے ہمراہ تمام شہر میں پھرایا گیا۔ لدھیانہ میں یکم اپریل کو ہی تین باراتیں خوب دھوم دھام سے نکالی گئیں اور اُن نابالغان کے نکاح پڑھائے گئے۔

۴ رمئی ۱۹۳۰ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیّداں خطاب کرتے ہوئے حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہ نے فرمایا کہ:

"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی بادشاہ نے رعیّت کے اہل و عیال پر تسلّط نہیں کیا۔ اولاد کا اختیار والدین پر منحصر رہے خواہ کسی مُلک کے ہوں۔ آج انگریزوں نے ہمارے بال بچوں پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ تم اپنے بال بچوں کے نکاح نہیں کر سکتے اگر اس حد تک کوئی نکاح کرے گا تو تین ماہ قید اور ہزار روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اور خداوندِ عالم نے تو والدین کو اختیار دیا ہُوا ہے مگر اب اولاد پر ماں باپ کا تسلّط نہ رہا۔ انگریزوں کا عہد تھا کہ ہم کسی کے مذہب میں تصرّف نہیں کریں گے نہ کسی کے رسم و رواج میں دخل دیں گے۔ اب انگریزوں نے رسم و رواج اور مذہب میں دخل دیا ہے۔ ہم اپنی شریعت کے پابند ہیں، اگر کسی نے ہماری شریعت میں دخل دیا تو ہم ضرور اُس کے خلاف چلیں گے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے احساسات کی پروا کئے بغیر ہندو نوازی اور مُسلم آزاری کے پیشِ نظر یہ قانون بنایا ہے۔"

پھر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پوتے جوہرِ ملت صاحبزادہ سیّد اختر حسین شاہ صاحب (۱۹۱۱ء — ۱۹۸۰ء) کا نکاح اپنے برادرِ اکبر سیّد نجابت علی شاہ (۱۸ء — ۱۹۱۸ء) کی پوتی سے جس کی عمر اُس وقت سوا برس کی تھی منعقد کیا۔ دولھا کو سہرا پیر صاحب چورہ شریف نے باندھا اور یوں سارڈا ایکٹ کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ اور انگریز حکومت اپنے بنائے ہوئے قانون کا حشر دیکھ کر بے بسی و بیکسی کی تصویر بنے نظر آئی۔

ماخذ

(۱) "سیرتِ امیرِ ملت" از سید اختر حسین شاہ علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ علی پور سیداں ۱۹۷۵ء ص ۴۴۸ تا ۴۵۴۔

(۲) "تذکرہ شہ جماعت" از سید حیدر حسین علی پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۸۵ تا ۸۸۔

(۳) "ساردا بل اور اسلام" از مولانا سلطان محمود مطبوعہ دہلی طبع دوم ص ۴۔

(۴) ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۳، ۱۴، ۲۲، ۲۳، ۲۷، ۲۹، ۳۰۔

(۵) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور بابت جون ۱۹۹۵ء ص ۷۵ تا ۸۶ مضمون پیرزادہ عابد حسین شاہ۔

(۶) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۴ جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱، ۷ اپریل ۱۹۳۰ء ص اول، ۱۴ مئی ۱۹۳۰ء ص ۱۱۔

(۷) اشتہار بعنوان "ساردا بل کے خلاف احتجاجی جلسہ" مطبوعہ بنگلور نومبر ۱۹۲۹ء۔

(۸) سہ ماہی "فکر و نظر" اسلام آباد بابت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء صفحہ ۱۰۱ تا ۱۳۰۔

امیرِ ملّت رحؒ اور تحریکِ پاکستان

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نظریۂ پاکستان کی خشتِ اوّل آفتابِ ہند امامِ ربانی حضرت مجدّد الفِ ثانی (ف ۱۶۲۴ء) قدس سرّہٗ النورانی نے دینِ اکبری کا قلع قمع کر کے رکھی تھی لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہوتے ہی فرنگی سامراج نے اپنا تسلّط جما کر اسلامیانِ برِّصغیر کے قلب و جگر سے رُوحِ جہاد ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں تا کہ یہاں پر کفر و ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہی چھائے رہیں حکیم الامّت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) رحمۃ اللہ علیہ نے اسی صورتِ حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے ؎

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیّلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

۱۸۵۷ء میں مجاہدِ کبیر امامِ معقولات و منقولات حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ء) رحمۃ اللہ علیہ نے فرنگی جبر و استبداد کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا لیکن برادرانِ وطن کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں نے اُن کے مشن کو ناکام بنانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دی اور عرصہ تک علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین خاموشی سے گزرِ اوقات کرتے رہے مگر بیسویں صدی کے شروع میں انگریز اور ہندو نے اپنے باہمی اسلام دشمن منصوبوں سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تو اسلام کے ایک بطلِ جلیل سنوسیٔ ہند امیرِ ملّت پیر سیّد حافظ محمد جماعت علی شاہ نقشبندی مجدّدی محدّث علی پوری (۱۸۴۱ء - ۱۹۵۱ء) میدانِ جہاد میں آ کھڑے ہوئے اور پھر دوسرے علماء و مشائخ کو بھی حجروں سے نکال کر اسلام کے ازلی و ابدی دشمنوں کے مقابل لا کھڑا کیا ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

امیرِ ملّت رحؒ جلوت پسند تھے، اُن کی زندگی حرکی (DYNAMIC) تھی، سکونی (STITIC) نہ تھی حکیم الامّت علامہ اقبال رحؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ سلاسلِ طریقت کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اسی "حرکیت پسندی" کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سلسلہ مجاہدوں اور حریّت پسندوں کا

سلسلہ ہے۔ چنانچہ تاریخ پاک و ہند لکھنے والا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ان تاریخ ساز شخصیتوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔

امام ربّانی شیخ احمد سرہندی مجدّدِ الفِ ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت خواجہ سیف الدین، حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی، حضرت خواجہ عبدالاحد، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت امیرِ ملّت پیر سید محمد جماعت علیشاہ محدّث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس سلسلے کے بے شمار اکابرین میں جن کی تاریخ مرتب کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت امیرِ ملّت کی حیاتِ مبارک مذہبی، ملّی اور سیاسی خدمات سے عبارت ہے آپ نے پاک و ہند میں مشرق سے لیکر مغرب تک اور جنوب سے شمال تک سفر کیا اور خوابیدہ قوم کو بیدار کیا، فتنۂ ارتداد شدھی تحریک، تحریکِ خلافت، تحریکِ ہجرت، تحریکِ آزادیٔ کشمیر، تحریکِ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انجمن حمایت اسلام لاہور، تحریک مسجد شہید گنج لاہور، غرض برصغیر کی تمام مسلم مفاد تحریکوں میں قائدانہ اور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ تحریکِ پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک سنہری باب ہے اور نژادِ نو کیلئے مشعلِ راہ۔

۱۹۰۶ء میں جب ڈھاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈروں مثلاً مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء) نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء) حکیم اجمل خاں (ف ۱۹۲۷ء) اور جسٹس شاہ دین ہمایوں (ف ۱۹۱۸ء) وغیرہم نواب سلیم اللہ خاں والیٔ ڈھاکہ (ف ۱۹۱۵ء) کے ہاں سر جوڑ کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیئے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کا اعلان کیا تو حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کے میلاناتِ طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور آپ نے اس کے کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دلے درمے قلمے سخنے اور قدمے حمایت فرماتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائدِ اعظمؒ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جداگانہ قوموں کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے آپ ہی نے قائدِ اعظمؒ کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا آپ اُس وقت حیدر آباد دکن (انڈیا) میں مقیم تھے، وہاں سے قائدِ اعظمؒ کے نام ایک ہمدردانہ و ہمت افزا پُرخلوص خط مع تبرکات بمبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

> "قوم نے مجھے امیرِ ملّت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا، لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں، یہ بوجھ آپ پر آن پڑا ہے، میں آپ کی مدد کرنا فرض تصور کرتا ہوں۔
>
> میں اور میرے متوسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے آپ مطمئن رہیں۔"

اس کے بعد حضرت امیر ملت نے اپنے تبلیغی و تحریکی دوروں کے دوران پشاور سے راس کماری تک مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا حتی کہ مسلم لیگ برصغیر کے چپے چپے میں معروف اور عام جماعت بن گئی۔ اور بوڑھے بچے جوان کی زبان پر مسلم لیگ زندہ باد کے پرسرور نعرے گونجنے لگے۔

حضرت امیر ملت نے اپنے صاحبزادگان، خلفاء اور مریدوں کو حکم دیا کہ وہ دل وجان سے مسلم لیگ کی حمایت کریں، رکنیت اختیار کریں اور قائد اعظم کے سپاہی بن کر مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیں جیسا کہ تحریک پاکستان کے مشہور سپاہی پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی (ف ۱۹۹۸ء) اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں:۔

۱۹۳۶ء میں میرے پیر و مرشد امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری سیداں ضلع سیالکوٹ نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور ان سے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کے لئے مسٹر محمد علی جناح کے ایک سپاہی کی حیثیت سے وقف کرنا چاہتے ہیں۔ میرے والد صاحب نے میرے پیر و مرشد کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

اپریل ۱۹۳۶ء کی ایک گرم دوپہر کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس لاہور کے موچی دروازہ کے برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہو رہا تھا۔ میں نے میٹنگ کے وقفے کے دوران مسٹر محمد علی جناح کو اپنے پیر و مرشد اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کئے جن میں ان دونوں عظیم ہستیوں نے میرے لئے یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا مقرر ہے، ہم نے اس کی زندگی مسلم لیگ کے لئے وقف کر دی ہے۔ اسے اپنے سپاہیوں میں شامل فرمالیں۔ مسٹر محمد علی جناح نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شوکت علی مرحوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ نوجوان ضلع منٹگمری (حال ساہیوال) میں ہمارا مجاہد اول ہے۔"[۳۵]

اوائل اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت امیر ملت نے کوہاٹ، پشاور اور راولپنڈی کا دورہ فرمایا اور کانگریس کی خوب قلعی کھولی اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں مدلل تقریریں کیں۔ کوہاٹ میں آپ نے مسلمانوں کو تاکید فرماتے ہوئے ارشاد کیا:۔

سب مسلمان آپس میں متفق ہو کر اسلامی جھنڈے تلے آجاؤ، ہندو مسلمان کا ہرگز خیرخواہ نہیں ہو سکتا۔ آج کل اطراف عالم میں جو مظالم ہندوؤں کی طرف سے

مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں کسی فرد و بشر سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے مظالم کو سامنے دیکھ کر اب بھی اگر کوئی مسلمان اُن سے اختلاط کرے خواہ وہ مولوی ہو یا عالم اس کو اسلام سے کیا تعلق اور مسلمانوں کو اس سے کیا ملاپ۔ ایسے نام نہاد مولویوں سے اُن کو تقویت پہنچی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ظلم کر رہے ہیں"

آخر میں آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرے اور نام نہاد مسلمان رہندو پرستوں سے سچے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین یا مولا کریم ؎

۲۲ را پریل ۱۹۳۸ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پورہ سیال کوٹ میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے حضرت امیرِ ملت ؒ نے "حقانیتِ اسلام" کے موضوع پر ۲/۱-۲ گھنٹے کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں فرمایا:۔

"مسلمانو! آج ایک جھنڈا اسلامی ہے دوسرا کفر کا۔ تم کس جھنڈے کے سائے میں ہو گے؟" سب حاضرین نے متفقہ آواز سے کہا، "اسلام کے جھنڈے کے سائے میں" پھر آپ نے کلمۂ شہادت پڑھوا کر حاضرین سے وعدہ لیا اور سب حاضرین نے یک زبان ہو کر ہاتھ بلند کر کے وعدہ کیا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے جا کر اُن میں ہرگز شامل نہ ہوں گے بلکہ اُن سے شامل ہونے والوں کے ساتھ کسی قسم کا برتاؤ نہ رکھیں گے نہ اُن کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ اُن کو اپنے قبرستان میں مرنے کے بعد دفن کریں گے ؎

۱۱ رمئی ۱۹۳۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند علی پور سیداں کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیرِ ملت ؒ نے فرمایا کہ:۔

> ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہوں، کیونکہ اس وقت کفر اور اسلام کی آپس میں جنگ ہے ایک طرف کفر کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف اسلامی پرچم ہے جو مسلم لیگ کا ہے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس وقت مسلمانوں کو بچانے کے لیے اور اسلامی شعار کی حفاظت کے لیے تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں" ؎

حضرتِ اقدس کے اس اعلان کے بعد لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے حتیٰ کہ جلد ہی مسلم لیگ عوامی جماعت بن گئی۔ حضرت کے مریدوں نے پورے ملک میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کر کے تحریکِ پاکستان کو ایک ولولۂ تازہ بخشا۔ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو حضرت نے صوبہ سرحد کے مریدوں کو ایک خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں ؎

گزشتہ سطور میں ۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کے سالانہ اجلاس علی پور سیداں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس موقع پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کی ملت اسلامیہ کیلئے گرانقدر خدمات اور مساعی جمیلہ کا اعتراف فرماتے ہوئے دعا کی کہ "اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے" ۸

دسمبر ۱۹۳۸ء میں حضرت امیر ملت براہِ کراچی عازمِ حج ہوئے۔ بخشی مصطفیٰ علی خان (خلیفہ امیر ملت، ف ۱۹۷۴ء) بھی قدموں کے ساتھ تھے۔ جہاز کی روانگی کے انتظار میں چار دن کراچی قیام کرنا پڑا۔ اس اثنا میں کراچی شہر کے قاضی صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ "مسلم لیگ کے متعلق حضور کی رائے کیا ہے؟ یہاں صوبہ سندھ میں خود مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ ایک مجبور کرتی ہے کہ کانگرس میں شامل ہوں، دوسری زور لگاتی ہے کہ مسلم لیگ میں داخل ہوں"

آپ نے جواباً فرمایا :-

قاضی صاحب! آپ کے سامنے دو عَلَم ہیں، ایک حق کا دوسرا باطل کا، فرماؤ! آپ کون سا علم پسند کریں گے؟ مرنا بھی ہو تو کیا باطل کے عَلَم کے نیچے مرنا پسند کرو گے؟

قاضی صاحب نے کہا کہ حضور! مسئلہ سمجھ میں آ گیا۔ ۹

۱۹۳۹ء میں برصغیر میں پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و عملی صورت اور اس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ حضرت امیر ملت نے اپنے مرید خاص پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر الحسن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو اس کام پر مامور کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری (ف ۱۹۷۴ء) کے تعاون سے ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک سکیم مع چارٹ و نقشہ جات اور مقدمہ بعنوان "ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل" مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے "علی گڑھ پاکستان سکیم" کے نام سے شہرتِ عام بقائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہ کرام اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید و حمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں علی گڑھ سکیم ایک نشانِ اعظم کا حکم رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلے میں حضرت امیر ملت کے مشورہ پر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) اور حکیم الامت علامہ اقبال (ف ۱۹۳۸ء) کے مابین کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وضاحت کیلئے ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کو بارہا حکیم الامت کی خدمت میں بھیجا۔ ۱۰

ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) کا خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اپنی علیحدہ قومی شناخت ہے جو بڑی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس اسکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور چند چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (ہاوڑہ، مدناپورہ، بہار کا ضلع پورنیا اور آسام کا ضلع سہلٹ شامل کر) پر اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کر کے) پر مشتمل ہو جس کے لئے انہوں نے خصوصی حیثیت کی تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کے لیئے باہمی اتحاد کی اجازت دی جائے۔[۱۱]

۱۹۳۹ء میں جب کانگرس کے سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح ہوئی اور کانگرس وزارت مستعفی ہو گئی تو مسلمانوں میں ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ہندوؤں کی ایذا رسانیوں اور ریشہ دوانیوں سے نجات مل گئی۔ اس پر حضرت قائد اعظمؒ نے ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو مسلمانانِ ہند سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء روز جمعۃ المبارک "یوم نجات" منائیں اور بعد نماز جمعہ دو نفل شکرانہ کے خداوند قدوس کی بارگاہ میں ادا کریں اس فیصلے کو مسلمانوں اور دوسرے پسماندہ فرقوں نے نہایت جوش و خروش سے قبول کیا۔ پورے ہندوستان میں جلسے ہوئے جن میں کانگریسی حکومتوں کے مظالم کا ذکر کیا گیا۔ اور ان سے نجات پانے پر شکر ادا کیا گیا۔[۱۲]

حضرت امیر ملتؒ نے دربار عالیہ علی پور سیداں (سیالکوٹ) میں شایان شان "یوم نجات" منانے کا اہتمام فرمایا اور تاریخی "مسجد نور" میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دو نفل شکرانہ ادا فرمائے اور پھر اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور "یوم نجات" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ:۔

> "دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو! تم کون سے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے باآواز بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے ان میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو تم ان کے جنازہ کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔"[۱۳]

اس کے بعد جوں جوں قائدِ اعظمؒ کی زیرِ قیادت مسلم لیگ کی خدمات منظرِ عام پر آتی گئیں حضرت امیرِ ملتؒ کی توجہ مبارک زیادہ سے زیادہ اس طرف مبذول ہوتی گئی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا "اجلاس قرارداد پاکستان" منعقد ہوا تو حضرت نے آل انڈیا کانفرنس کی نمائندگی کے لیئے مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) اور مولانا عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) کو بھیجا جبکہ مجاہدِ ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی اس وقت نوجوان طلباء کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اوّل الذکر دونوں حضرات تو مسلم لیگ کے باقاعدہ ممبر، مبلغ اور جانثار خادم بھی تھے اس موقع پر حضرت امیرِ ملتؒ نے ایک بیان جاری فرمایا کہ :-

> مسلم لیگ ہی ایک اسلامی جماعت ہے۔ مسلمانو! سب اسمیں شامل ہو جاؤ، اگر اس میں شامل نہ ہو گے، تو اور کون سی جماعت ہے جو مسلمانوں کی ہمدرد ہو سکتی ہے۔ کانگریس سے اس بات کی توقع رکھنا کہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔" ۷۵؎

انہی دنوں قائدِ اعظمؒ علیحدہ قومیت کی بنیاد پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تھے حضرت امیرِ ملتؒ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کے مبارک موقع پر درج ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر قائدِ اعظمؒ کو اپنی بھرپور تائید و حمایت کا یقین دلا دیا۔ تار کا مضمون یہ تھا :

> "فقیر مع لوکر و جمیع اہلِ اسلام ہند، دل و جان سے آپکے ساتھ ہے اور آپکی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی مدارج کے لیئے دعا کرتا ہے۔" ۷۶؎

۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو ظہر کے وقت خاکسار کارکن رفیق صابر آف مزنگ لاہور نے قائدِ اعظمؒ پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اُسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیرِ ملتؒ اُن دنوں حیدرآباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ رات کو دس بجے کے قریب مسلمانانِ حیدرآباد دکن کے محبوب رہنما لسان الامت قائدِ ملت حضرت الحاج نواب بہادر یار جنگؒ (ف ۱۹۴۴ء) صدر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و صدر مجلسِ اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن، عجیب پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ روح فرسا خبر سنائی۔ آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ آپ نے فوراً رُو بہ قبلہ ہو کر حضرت قائدِ اعظمؒ کی صحت سلامتی اور درازیٔ عمر و کامیابی مقاصد کے لیئے دعا مانگی۔ دوسرے دن آپ نے بقلم خاص قائدِ اعظمؒ کے نام ہمدردی و مزاج پرسی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور جب نواب بہادر یار جنگؒ دوبارہ حاضر ہوئے

آپ نے اپنا مکتوب اُن کو سنایا اور پھر نواب صاحبؒ کی تجویز پر اس کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کرا کے اصل تحریر کو اس کے ساتھ منسلک فرمایا اور اس کے علاوہ ایک نادر قلمی نسخہ قرآن مجید، ایک مخملی جا نماز، ایک تسبیح، ایک شال، ایک زمزمی آبِ زمزم اور دیگر اشیاء بذریعہ حضرت بخشی مصطفےٰ علی خاںؒ (رف ۱۹۷۴ء) خلیفۂ امیرِ ملّتؒ و سابق ڈی ایس پی بنگلور) قائدِ اعظمؒ کو روانہ فرمائیں۔

حضرت امیرِ ملّتؒ قدس سرہٗ نے اپنے مکتوب گرامی میں سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ:-

"قوم نے مجھے امیرِ ملّتؒ مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیے نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی۔ فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔

اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے فالِ نیک ہے۔ آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصولِ مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے، اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ اپنے مقصد سے ذرا بھر نہیں ہٹیں گے۔"[۱۶]

بخشی صاحبؒ جب حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کا مکتوب گرامی لے کر جانے لگے تو نواب بہادر یار جنگؒ بھی تشریف لے آئے اور بخشی صاحبؒ کو اپنی طرف سے حضرت قائدِ اعظمؒ کے نام مندرجہ ذیل خط دیا:-

حیدرآباد دکن

۳/ اگست ۱۹۴۳ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح

حامل رقعہ ہذا خان بہادر بخشی مصطفے علی خاں، امیر ملت پیر سید جماعت علیشاہ صاحب (محدث علی پوری) کے پیغامبر ہیں جن کے پورے ہندوستان میں لاکھوں مرید اور جانثار موجود ہیں۔ وہ (مفتی) کفایت اللہ (دہلوی، دیوبندی) مولانا احمد سعید (دہلوی دیوبندی) اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ انہوں نے ہمیشہ خود کو ہر قسم کے سیاسی جوڑ توڑ سے بالاتر رکھا ہے اور صرف اپنے مذہبی تشخص و تبلیغ اسلام پر نظر رکھی ہے۔ مجھے جب بھی اُن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، میں نے اُن کو آپ کا مدّاح اور قدر شناس پایا۔ وہ آپ کے لئے بڑے نیک خیالات رکھتے ہیں۔ آپ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کے ضمن میں اُن کے اخباری بیان نے اُن کے مریدین پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جن میں اعلیٰ حیثیت اور اثر و رسوخ والے اشخاص شامل ہیں۔ امیر ملت ؒ نے اپنے پیغامبر کے ذریعے آپ کے لئے ایک خط اور کچھ تحائف بھی ارسال کئے ہیں۔ ان تحائف میں قرآن حکیم کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو یمن میں تیار ہونے والے کپڑے پر مدینہ طیبہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کے پیغامبر کو چند منٹ کے لئے ملاقات کا وقت دے دیں اور پیر صاحب کو جواباً ستائش و تشکر کا خط لکھ دیں۔ یہ اقدام اس محترم شخصیت کی حوصلہ افزائی اور اخلاص کے لئے بڑا سود مند ہوگا۔

میں آپ کی صحت یابی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہوں۔

آپ کا مخلص ترین

محمد بہادر خاں"۔ ۲۱

بخشی صاحب، خط اور تحائف لیکر بمبئی گئے۔ مالابار ہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ مخدومۃ القوم فاطمہ جناح (مادر ملت) سے مل کر خط اور تحائف اُن کے سپرد کر آئے اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت امیر ملت ؒ کو مطلع کیا۔ چند روز بعد (۱۱ اگست ۱۹۴۳ء کا لکھا ہوا) قائد اعظم ؒ کا خط آیا جس میں انہوں سلام و دعا کے بعد لکھا تھا کہ:-

"جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف

اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جا نماز آپ نے اس لیے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیونکر مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ تسبیح آپ نے اس لیے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے میں اس ارشاد کی تعمیل بھی کروں گا۔" [۱۸]

جب قائدِ اعظم کا مکتوب حضرت امیرِ ملت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"میں حیدر آباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب بمبئی میں ہیں۔ اتنے بُعدِ مسافت پر اُن کو میرے ما فی الضمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ دراں حالیکہ میں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بے شک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دل کی بات جان لی۔" [۱۹]

نواب بہادر یار جنگ کے خط کے جواب میں قائدِ اعظم نے یہ خط لکھا:

۱۱ اگست ۱۹۴۴ء

ڈیئر نواب بہادر یار جنگ

مجھے پیر صاحب کا خط ملا اور میں بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے قرآن شریف کا ایک نسخہ مدینے کی بنی ہوئی جانماز، تسبیح اور زمزم اپنے پیغامبر خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ میں امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام اپنا خط منسلک کر رہا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس کو اُن کے صحیح پتہ پر ارسال کر دیں گے۔ میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر اُن کے پیغامبر کو خوش آمدید نہ کہہ سکا۔ البتہ مس جناح نے اُن کا استقبال کیا اور تحائف وصول کیے۔ میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں۔ تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مس جناح اور میرا اسلام قبول ہو۔

آپ کا پُرخلوص
ایم اے جناح [۲۰]

۱۹۴۴ء میں حضرت امیر ملت نے ضلع ہوشیار پور (حال مشرقی پنجاب انڈیا) کا دورہ کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کیا اور لوگوں کو تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے کمربستہ کیا۔ ایک ہی جلسے کی روئداد مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی (ف ۱۹۸۲ء) سے سنیئے:

۱۹۴۴ء میں قبلہ پیر جماعت علی شاہ کی زیر صدارت دسوہہ (ضلع ہوشیار پور) میں بہت بڑا جلسہ تھا جس میں مجھ کو بہ نظر محبت مدعو کیا گیا میں نے معذرت لکھ بھیجی کہ حالات کے پیش نظر نہیں پہنچ پاؤں گا۔ یکایک ایک دن پہلے تار ملا کہ دسوہہ کے جلسے میں پہنچو۔ یہ تار قبلہ پیر جماعت علی شاہ کی طرف سے تھا جس کے بعد میرے لیے انکار کی گنجائش نہ رہی لہٰذا میں حاضر ہوا یہ جلسہ بہت ہی کامیاب اور کامران ہوا۔ حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہ نے مسلم لیگ کی اہمیت اور پاکستان کے موضوع پر با اثر اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی تقریر فرمائی۔ ہندوؤں کی مکاری اور انگریز کے خلاف جو مسلمانوں کے مقابلے میں آریہ سماجی ہندوؤں اور برہمنوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، کے متعلق وضاحت سے تقریریں فرمائیں۔[^۱]

۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو "تالاب شیخ مولا بخش سیالکوٹ" کے وسیع پنڈال میں "مسلم لیگ" کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے بھی سرپرستی فرمائی۔ دامے درمے قلمے سخنے قدمے مکمل تعاون فرمایا۔ قائدین مسلم لیگ کو اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ نواب بہادر یار جنگ (ف ۱۹۴۴ء) کو بھی حضرت اقدس نے اس تاریخی یادگار اجلاس میں دعوت شرکت و خطاب دی۔ نواب صاحب نے اس کا ذکر خیر اپنے ایک خط بنام نصر اللہ خاں وکیل جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ پروانشل مسلم لیگ کانفرنس حسام الدین سٹریٹ سٹی محررہ ۱۰ فروری ۱۹۴۴ء میں اس طرح کیا ہے:

"مکرمی! خط اور حضرت مولانا جماعت علی شاہ صاحب کا ارشاد وصول ہوا اب مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن اجلاس کی تواریخ سے واقفیت کا انتظار ہے کیونکہ میں نے اس دفعہ پنجاب کی آمد پر بعض اور جلسوں میں بھی شرکت کا وعدہ کر لیا ہے۔ جیسے ہی تاریخوں کا تعین ہو مطلع فرما کر ممنون کیجیے۔"[^۲]

جون ۱۹۴۴ء میں حضرت امیر ملت سری نگر (کشمیر) میں تشریف فرما تھے کہ قا

چوہدری غلام عباس (ف ۱۹۶۷ء) جو آپ کے مرید صادق تھے، قائد اعظمؒ کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائد اعظمؒ کی پرتکلف دعوت کی اور انواع واقسام کے ۴۵ کھانے دستر خوان پر چنے گئے اور کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتابہ یا گشتابہ نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت کے اختتام پر حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ کو تحائف مرحمت فرمائے اور کامیابی وکامرانی کی دعا فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ سب لوگ مسلم لیگ کے لیے وقف ہو جاؤ اور دامے درمے قدمے قلمے سخنے مدد کر کے تحریک پاکستان کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کریں۔ یاد رہے کہ اس تاریخی اور بے مثل دعوت میں کشمیر اور بیرون کشمیر کے رؤسا وعمائدین بھی شامل تھے۔ ۳۳

اس دعوت کی تفصیل مشہور کشمیری مؤرخ اور صحافی کلیم اختر (ف ۱۹۹۶ء) کی زبانی سنیئے:

"۱۹۴۴ء میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سرینگر میں تھے۔ آپ کا قیام ہوس بوٹ میں تھا۔ جموں اور سرینگر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے ہزاروں مریدین تھے۔ جموں میں قاضی خاندان اُن سے بیعت تھا، جموں تشریف لاتے تو قاضی امیر الدین صاحب مرحوم والد ماجد قاضی شمس الدین مرحوم اور قاضی ظہور الدین (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب کے ہاں قیام فرماتے۔ چوہدری غلام عباس مرحوم کو بھی اُن سے عقیدت ومحبت تھی۔ میرے تایا ماسٹر غلام حیدر مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر حضرت صاحب کے مرید تھے۔

سرینگر میں ۱۹۴۴ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے اعزاز میں نشاط باغ میں ایک بہت بڑی دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت فرشی تھی، سبزہ زار پر قالین بچھائے گئے اور گاؤ تکیے لگائے گئے اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے بھی سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کی اس دعوت میں سرینگر کے معززین کے علاوہ اُن کے مریدوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ اور اُن کے رفقاء کار سے بات چیت کی۔

اس مجلس کی ایک بات بہت مشہور ہوئی کہ دعوت کے خاتمہ پر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے ایک مرید نے ایک ڈبہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اُس میں سے ایک سگار نکال کر قائد اعظم

محمد علی جناحؒ کو پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگار نکال
محمد علی جناحؒ کو پیش کیا جسے انہوں نے لیا اور سلگا لیا۔ بعد میں حضرت پیر
جماعت علی شاہ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جیسے ممتاز اور عظیم عالم دین
نے سگار کیوں پینے کے لیئے دیا۔

آپ نے فرمایا "آپ لوگ اس انسان کی قدر و قیمت سے ناواقف
ہیں، یہ کھانے کے بعد سگار پیتے ہیں اور میرے مہمان ہیں۔ میری نظروں میں
اس کا درجہ ولی سے کم نہیں ہے"

یہ جواب سن کر سوال کرنے والا خاموش ہو گیا اور اس موقع پر حضرت
پیر صاحبؒ نے لوگوں کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت بھی دی اور تلقین بھی کی۔[۲۴]

دعوت سے فارغ ہو کر حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی کی اور دو جھنڈے
عطا فرمائے، ان میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ۔ فرمایا کہ سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور
کفر کا۔ پھر فدا آور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اس پیشگوئی
پر کامل یقین کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ:

"میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملتؒ مجھ سے
فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی
زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے"[۲۵]

تحریک پاکستان کے نامور کارکن پیر زادہ محمد انور عزیز چشتی (ف ۱۹۹۸ء) اس دعوت کی
تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں، یہ بھی سن لیجئے!

"۱۹۴۴ء ہی میں سیالکوٹ کے بعد قائد اعظمؒ کشمیر تشریف لے گئے۔
وہاں ان دنوں میرے پیر و مرشد حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب
محدث علی پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی سرینگر میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت صاحب
کو حضرت قائد اعظم کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت
سید نور حسین شاہ صاحب کو اپنے مریدان خاص الحاج الٰہہ دھایا لائل پوری اور
الحاج غلام جیلانی (جیلانی ٹینٹ سروس راوی روڈ لاہور) کے ہمراہ دعوت عصرانہ کی
دعوت دینے کے لیے بھیجا، قائد اعظمؒ نے بخوشی حضرت امیر ملتؒ کی دعوت قبول فرمائی۔

آپ جب دعوت میں شرکت کے لیئے پہنچے تو ہمارے حضرت صاحبؒ نے تمام مریدین اور
معتقدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر قائدِ اعظمؒ کا استقبال کیا اور انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ
قائدِ اعظمؒ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

دعوت کے اختتام پر قائدِ اعظمؒ نے آپ سے مسلم لیگ کی کامیابی اور قیامِ پاکستان
کے لیئے دعا کی درخواست کی جس پر آپ نے انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی
اور قیامِ پاکستان کے لیئے دعا فرمائی اور ساتھ ہی قائدِ اعظمؒ کی درازیٔ عمر اور صحت کے لیئے
خصوصی دعا بھی فرمائی اور اپنے ہاتھ سے قائدِ اعظمؒ کو نہایت قیمتی سگار کا تحفہ پیش کیا۔ حالانکہ
حضرت صاحبؒ کی محفل میں کوئی شخص بھی سگریٹ تک بھی نہیں پی سکتا تھا۔ قائدِ اعظمؒ کے
رخصت ہونے کے بعد آپ کے مریدِ خاص حاجی اللہ ودھایا نے نہایت عاجزی سے استفسار
کیا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ۱۹۳۶ء میں دیکھا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے شیر دل لیڈر
حضرت مولانا شوکت علیؒ اسی عقیدت، نیاز مندی اور خلوص سے قائدِ اعظمؒ کا
احترام فرماتے تھے جیسے کوئی پاکباز مرید اپنے مرشد کا ادب کرتا ہو۔ مولانا شوکت
علی مرحوم کے ۱۹۳۹ء میں کہے گئے الفاظ قائدِ اعظمؒ کی عظمت کی ہمیشہ گواہی دیتے رہیں
گے۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا! "میرے پاس عمل اور تنظیم کی جتنی بھی
قوت ہے، وہ جناح صاحب کے لیے وقف ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس
سے بڑھ کر مخلص، دیانتدار، راست گو اور ہندو سیاست کو سمجھنے اور ترکی بہ ترکی
جواب دینے والا سارے ہندوستان میں کوئی نہیں ہے۔"

اسی طرح میرے پیر و مرشد نے اپنے مریدِ خاص سے فرمایا: "مسٹر
جناح، اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خاص بندوں میں شامل ہے اور قدرت کاملہ اس سے
مسلمانوں کی آزادی کے "ہیرو" کا کام لینے والی ہے۔ اس لیے میرے مریدین اور
معتقدین کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دل و جان سے نہ صرف
جناح کا ادب و احترام کریں بلکہ اُن کے احکامات کی بھی پوری پوری تعمیل کریں۔"
یہ الفاظ نہ صرف میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں بلکہ اسی لیئے جب بھی جی ایم سید

یا غفار خاں جیسا کوئی شخص، قائدِ اعظمؒ کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے اور میرے پیر و مرشد کے الفاظ میرے دل و دماغ میں قائدِ اعظمؒ کی عظمت اور محبت کو دو چند کر دیتے ہیں اور میرا سر بانیٔ پاکستان بابائے قوم حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح کے حضور انتہائی عقیدت و احترام سے جھک جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زندگی کے آخری سانس تک پیارے قائدِ اعظمؒ کے اس عطیۂ خداوندی چمنستانِ پاکستان کی بقا اور سالمیت کے لیئے جدوجہد جاری رکھوں گا۔" ۵۶

قائدِ اعظمؒ کے تمام تر رُوحانی مدارج کا انحصار حضرت امیرِ ملتؒ کے فیضِ نظر سے تھا کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حضرت قائدِ اعظمؒ نے ۱۹۴۴ء میں سری نگر (کشمیر) میں ملاقات کے بعد شام کو خاموشی کے ساتھ حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر سعادتِ بیعت بھی حاصل کر لی تھی۔ اور حضرت سے بھرپور رُوحانی استفادہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائدِ اعظمؒ مکمل طور پر شریعت کے احکام پر کاربند تھے۔ اب آہ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی اُن کا وظیفہ بن چکا تھا مگر وہ اخفاء کے قائل تھے ظاہر داری اور تشہیر کے خلاف تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء کا ایک واقعہ رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ (م ۱۹۵۱ء) بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک روز وہ نمازِ فجر پڑھ کر علی الصبح اس نیت سے قائدِ اعظمؒ کی رہائش گاہ پر پہنچے کہ اس وقت قائدِ اعظمؒ تنہا اور فارغ ہوں گے اور اُن سے خوب دلجمعی سے بات چیت ہو سکے گی۔ چنانچہ وہ منہ اندھیرے وہاں پہنچے تو خادم نے مولانا کو ڈرائینگ رُوم میں بٹھا دیا اور خود قائدِ اعظمؒ کو اطلاع دینے کے لیئے اندر چلا گیا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے مولانا کی نظر ایک اندرونی دروازے پر پڑی جو ساتھ کے کمرے میں کھلتا تھا اور اس وقت اُس پر پردہ لٹک رہا تھا۔ مولانا اپنی جگہ سے اُٹھے اور اُس دروازے کا پردہ اٹھا کر دوسرے کمرے میں یہ دیکھنے کے لئے کہ وہاں کون ہے اندر جھانکنے لگے۔ اندر بتی جل رہی تھی اور کمرے کے ایک کونے میں کوئی صاحب جائے نماز بچھائے قبلہ رُو اپنے معبود کے رُوبرُو سجدہ ریز تھے۔ حالتِ سجدہ میں پڑا جسم یُوں لرز رہا تھا جیسے شدید گریہ طاری ہو۔

مولانا حسرت موہانیؒ کا کہنا ہے کہ وہ صاحب محمد علی جناح تھے جو سجدہ میں خالقِ کائنات سے فریاد کناں تھے۔ ۵۷

اواخر جون ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک زبردست بیان جاری فرمایا جس کا عنوان "تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام" تھا۔ اس بیان کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہذا سب مسلمان قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہوں۔

آپ کے اس بیان کی تائید حضرت صاحبزادہ ظہور الحق سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ گورداسپور (ف ۱۹۸۴ء) حضرت پیر سید محمد فضل شاہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف ضلع جہلم (ف ۱۹۶۶ء) حضرت میاں علی محمد سجادہ نشین بسی شریف (ف ۱۹۷۵ء) حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور حضرت سید محمد حسین سجادہ نشین سکھو چک ضلع گورداسپور (ف ۱۹۷۸ء) ودیگر مشائخ عظام نے کی۔ [۲۸]

۱۹۴۵ء میں جب کانگرسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی حضرت امیر ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں اطراف واکناف ملک کے دورے کئے اور قائد اعظم کے حق میں فضا سازگار بنائی۔ آپ کی جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگرس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو بمصداق "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار نے قائد اعظم کی ذات والاصفات پر گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے عام اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت فرماتے ہوئے ارشاد کیا:

"دو قومی نظریہ سب سے پہلے سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا، اب قائد اعظم نے اسی دو قومی نظریئے کے بارآور ہونے کے لیئے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کے لیئے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلاتمیز غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے مسلمانوں نے قائد اعظم کو اس مقدمے کا وکیل بنا لیا ہے اور پھر اُن کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اور رکیک و سوقیانہ حملے کرنا کیا معنی؟ ماسوائے ذاتی کدورت وحسد کے، یہ تو ایک اصول کی بات تھی، اب رہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لیکر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجا لا رہا ہو۔" [۲۹]

اس کے بعد حضرت امیر ملت نے قائد اعظم اور تحریک پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود طوفانی دوروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اوائل ستمبر ۱۹۴۵ء میں زہتک (حال انڈیا) کا دو روزہ دورہ فرمایا اور حسب سابق شہری و ضلع مسلم لیگ کے سیکرٹری مالیات صاحبزادہ اختر علی صدیقی کو شرف میزبانی بخشا اور قلعہ میں ان کے دیوان خانہ میں قیام فرمایا اور رات کو ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

"مسلمانو ! دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا۔ بتاؤ ! تم اسلام کے جھنڈے کے نیچے جاؤ گے یا کفر کے۔ مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے اور کانگرس کا جھنڈا کفر کا جھنڈا ہے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ تم کس جھنڈے کے نیچے رہو گے ؟"

حاضرین نے باآواز بلند کہا کہ ہم مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے رہیں گے۔ پھر آپ نے شہری مسلم لیگ کے عہدیدار مقرر کئے : راؤ خورشید علی، چوہدری حسین علی اور محبوب الٰہی وغیرہ وغیرہ۔ [۳۰]

۱۴ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ہندوستان و پنجاب کے اکابر علماء اہلسنت و جماعت تشریف لائے۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔

اس موقعہ پر صوبائی سنی کانفرنس (پنجاب) کا قیام عمل میں لایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگرس، احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگرس مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے۔ اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے۔ لہذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگرس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار اور یونینسٹ وغیرہ نہرو کے زرخرید غلام ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ [۳۱]

۲۱ ستمبر ۱۹۴۵ء کو سہ روزہ "الامان" دہلی میں حضرت امیر ملت کا ایک بیان شائع ہوا جس میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں۔ اپیل کے آخر میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ خدا مسٹر جناح کی عمر دراز کرے جو ہندوستان کے مسلمانوں کے واحد لیڈر اور واقعی قائد اعظم ہیں۔" [۳۲]

۲۸ر ستمبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "خلافت" بمبئی میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ کی طرف سے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں علماء و مشائخ کا ایک مشترکہ بیان چھپا جس میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا اسم گرامی سرِ فہرست تھا اور دیگر حضرات میں مولانا حسرت موہانیؒ (ف ۱۹۵۱ء) خواجہ حسن نظامی دہلوی (ف ۱۹۵۵ء) مولانا محمد بخش مسلم (ف ۱۹۸۷ء) اور مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) وغیرہ شامل تھے ۳۳

آواخر ستمبر ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملتؒ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا :

"...... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں اس موقعہ پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیئے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیئے۔ فقیر بحیثیت امیر ملت، قائد اعظمؒ کی اس اپیل کی پرزور تائید کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے" ۳۴

اس کے بعد آپ نے اور زیادہ انہماک اور جوش و خروش سے مسلم لیگ اور قائد اعظمؒ کی حمایت میں سرگرمی دکھائی۔ آپ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشینی چھوڑ کر میدانِ عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے ذریعے تعاونِ عمل کے پیغامات موصول ہوئے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف (پیر امین الحسنات، ف ۱۹۶۰ء) خود بہ نفسِ نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر مشروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے عرض کیا :

"حاضر ہو گیا ہوں، اب جو حکم ہوگا تعمیل کروں گا"

آپ نے فرمایا :

"اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں، ہم سب کا ہے، آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں" ۳۵

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے ۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مانکی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں برصغیر کے نامور علماء و مشائخ کی کانفرنس بلائی،

تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کیا جائے۔ یہ کانفرنس رات کو حضرت پیر معصوم بادشاہ فاروقی نقشبندی مجدّدی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۵۷ء) کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) فخرِ ملّت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) پیر صاحب تونسہ شریف خواجہ غلام سدید الدین (ف ۱۹۶۰ء) پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف (ف ۱۹۷۸ء) اور حاجی فضل حق پیر صاحب کا رلوغہ شریف (ف ۱۹۵۲ء) جیسے پانچ صد جیّد علماء و مشائخ نے قدوم میمنت لزوم فرمایا۔ حضرت امیرِ ملّتؒ نے اپنے رُوح پرور خطاب میں قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ کی زبردست حمایت فرمائی۔ تمام حاضرین نے تحریکِ پاکستان کی تائید و حمایت میں تن من دھن کی بازی لگانے کا عہد کیا۔[۳۶]

۲۶ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر کے زیرِ اہتمام جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم میں حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کی زیرِ سرپرستی و زیرِ صدارت عرس حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سالانہ تقریب بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ متحدہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء و مشائخ نے اس سہ روزہ جلسے میں شرکت کی۔ ۲۸ اکتوبر کے اجلاس میں حضرت امیرِ ملّتؒ بہ نفسِ نفیس رونق افروز ہوئے اور پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق پُرجوش الفاظ میں تقریر فرمائی۔ حاضرین کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ امرتسر جو احرار کا گڑھ شمار ہوتا تھا، اب گلی گلی، کوچے کوچے میں "مسلم لیگ زندہ باد" اور "امیرِ ملت زندہ باد" کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

یاد رہے کہ اس سہ روزہ تقریب میں حضرت صاحبزادہ سیّد انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) حضرت قبلہ سیّد محمد محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) خطیب بے مثل سیّد محمود شاہ گجراتی (ف ۱۹۸۷ء)، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) اور مولانا محمد بشیر کوٹلوی نے بھی حضرت امیرِ ملّتؒ کے قدموں میں بیٹھ کر مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی پُرزور حمایت میں تقریریں کیں۔[۳۷]

عرس مبارک کی تقریب اختتام کو پہنچی تو حضرت امیرِ ملّتؒ نے ضلع امرتسر کا دورہ فرمایا اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے کے لئے مدلّل اور پُرمغز تقریریں کیں۔ آپ کے ساتھ صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) حضرت محدّث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) اور سیّد لُبھے شاہ مدراسی (ف ۱۹۴۷ء) بھی تھے۔ یہ نورانی قافلہ جدھر سے گزرتا فضا میں خوشبو بکھرتی جاتی۔ لوگ نعرۂ تکبیر و رسالتؐ کے بعد "امیرِ ملّت زندہ باد"، "قائدِ اعظم زندہ باد" اور "مسلم لیگ زندہ باد"

کے فلک شگاف نعرے لگاتے رہے۔ وہ جدھر سے گزرے روشنی ہوتی گئی۔

اگرچہ حضرت امیر ملت ضعیف العمر تھے مگر جب جلسہ سے خطاب فرماتے تو آپ کی آواز مبارک دُور دُور تک سامعین کے قلب و جگر میں پیوست ہوتی جاتی اور حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی۔ اس دورہ کے بعد کانگرس یا دوسری نیم کانگرسی جماعتوں کا کوئی جلسہ کامیاب نہ ہو سکا۔ انہی جگہوں پر جہاں کانگرسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈالے جاتے تھے وہاں پتھر پڑتے دیکھا گیا اور مشرقی پنجاب کی فضا مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ کے پر کیف اور وجد آور نعروں سے گونجنے لگی۔ [۳۸]

۳۰ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی کے صفحہ ۳ کالم ۳ پر مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا ایک تہلکہ خیز بیان شائع ہوا جس نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور کانگرسی علماء کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ:

> ہندوستان بھر میں صرف مسلم لیگ ہی ایسی جماعت ہے جو بالکل صحیح طور پر مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس لیے مسلم لیگ کی ہر ممکن امداد کر کے اس کو کامیاب بنانا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے اور جو لوگ مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ دشمنانِ اسلام ہیں۔ اس لیے اہلِ اسلام کے لیے لازم ہے کہ وہ مخالفینِ مسلم لیگ کے نہ تو جنازوں میں شامل ہوں اور نہ ان کے مُردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے دیں۔" [۳۹]

اس بیان کو بعد میں گجراتی زبان کے روزنامہ "وطن" بمبئی نے بھی اپنی اشاعت ۲ر نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ پر شائع کیا۔ یوں حضرت امیر ملت کے یہ زریں ارشادات ہندوستان کے کونے کونے میں گونج اٹھے اور ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن گئے۔

۲ر نومبر ۱۹۴۵ء کو جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم امرتسر شہر میں ایک عظیم الشان سُنّی کانفرنس زیر صدارت حضرت امیر ملت منعقد ہوئی جس سے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں ایک ہنگامہ خیز تقریر کی۔ اُن کے علاوہ حضرت صاحبزادہ سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) اور صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی (ف ۱۹۸۷ء) نے بھی تحریک پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں۔ حضرت امیر ملت نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلسل دو گھنٹے تک مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں پُر جوش خطاب فرمایا۔ [۴۰]

۲۴ر نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) نے مانکی شریف ضلع پشاور

میں قائدِ اعظمؒ کی ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیرِ ملتؒ کو جلسہ کی صدارت کے لیئے دعوت دی لیکن آپ ناسازیٔ طبع کے باعث تشریف نہ لے جا سکے اور اپنی جگہ اپنے فرزندِ اکبر سراج الملت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۶۱ء) کو قائدِ اعظمؒ کے لئے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی اور کئی دوسرے تحائف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریفؒ نے حضرت سراج الملتؒ کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائدِ اعظمؒ جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملتؒ آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائدِ اعظمؒ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ "حضرت امیرِ ملتؒ نے آپ کی کامیابی کا طلائی تمغہ بھیجا ہے۔" یہ سن کر قائدِ اعظمؒ بہت خوش ہوئے، کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا: "پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔" اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملت کے دستِ مبارک سے تمغہ لیا اور قائدِ اعظمؒ کی شیروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائدِ اعظم نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔[۱]

نومبر ۱۹۴۵ء کے آخر میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت میں امیرِ ملتؒ کا ایک اور بیان شائع ہوا جس میں حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"دس کروڑ مسلمانانِ ہند نے فقیر کو امیرِ ملتؒ تسلیم کر لیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے امیرِ ملت کی رہنمائی پر عمل کرنا نصِ قطعی سے واجب ہے۔ امیرِ ملتؒ کا فرمانبردار خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔ امیرِ ملت کا نافرمان، خدا اور رسول کا (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم) کا نافرمان ہے۔ محمد علی جناح کی اس اپیل کی فقیر بھی بحیثیت امیرِ ملتؒ پُرزور تائید کرتا ہے کہ ہر مسلمان مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دے اور حیثیت سے زیادہ اس کو چندہ دے۔"[۲]

اوائل دسمبر ۱۹۴۵ء میں پنجاب کے نامور صوفیائے کرام نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں مریدین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو ہدایت اور تاکید کی گئی کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے اس موقعہ پر بھی یہی فرمایا کہ:

"جو مسلم لیگ میں شامل نہ ہو اور مر جائے تو اُن کے مرید ایسے شخص کا جنازہ بھی نہ پڑھیں۔"[۳]

۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات کے سلسلے میں حضرت امیرِ ملتؒ نے ایک تاریخی بیان جاری

فرمایا جس سے کانگریس اور دیگر مسلم دشمن جماعتوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بیان ملاحظہ فرمائیے اور حضرت اقدس کے مجاہدانہ کردار اور قلندرانہ یلغار کی داد دیجئے:

"اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے فقیر کو امیرِ ملت تسلیم کر لیا۔ اب جملہ مسلمانانِ ہند کو اپنے امیرِ ملت کی رہنمائی پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ امر فقیر اپنی ہی طرف سے پیش نہیں کرتا ہے بلکہ نصِ قطعی سے ثابت کرتا ہے کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اُس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اور جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے امیر سے نافرمانی کی اُس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نافرمانی کی اور جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی۔

پس اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے، اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقعہ پر جیسا کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دینا چاہیئے۔ فقیر بھی بحیثیت امیرِ ملت، قائدِ اعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے اور جمیع مسلمانانِ ہند سے عموماً اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرر پُرزور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔" [۱۳]

۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اُس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو ....

فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مرجائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جاوے۔" [۱۵]

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ تھے۔ حضرت امیر ملت اور اُن کی اولاد امجاد نے طوفانی دورے کر کے مخالفین تحریک پاکستان کے مذموم عزائم کو ناکام بنا دیا۔ انہی دنوں آپ کو سیالکوٹ شہر میں تشریف لا کر خطاب فرمانے کی دعوت دی گئی۔ آپ شدید علالت کے باوجود تشریف لائے۔ نقاہت کے باعث کسی جلسہ میں تقریر نہ کر سکتے تھے۔ آپ نے پرکا گڑھا (سیالکوٹ کی ایک آبادی) میں قیام فرمایا۔ آپ کے مریدین اور ہزاروں شہری روزانہ حاضری دیتے تو چارپائی پر ہی حاضرین کو خطاب فرماتے اور تلقین کرتے کہ وقت کے تقاضے کے مطابق مسلم لیگی امیدواروں کی بھرپور اعانت کی جائے۔ آپ کی ہدایت نے ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور سیالکوٹ کے شہری والہانہ انداز میں انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔[۴۶]

۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو کچی مسجد چاندور ضلع امراؤتی (انڈیا) میں ایک بڑا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کر کے ان کے احکامات پر سر تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیر ملت کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمانانِ ہند سے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنانے کی پُرزور اپیل کی گئی۔[۴۷]

انتخابات میں مسلم لیگ کی مقبولیت سے بوکھلا کر انگریز حکومت نے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم قرار دے دیا گیا۔ اور اس جرم کی سزا تین سال قید اور جرمانہ بھی مقرر کی گئی۔ اس پر لاہور کے ایک جیالے مسلم لیگی چوہدری عبدالکریم آف قلعہ گوجر سنگھ (ف ۱۹۸۱ء) نے جمعیت علماء اسلام پنجاب کی کانفرنس ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں بلائی جس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (ف ۱۹۶۱ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء) مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (ف ۱۹۴۹ء) خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی (ف ۱۹۷۴ء) پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) سید علی شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میر لاہور (ف ء) سید محمد عباس شاہ کرمانی سجادہ نشین شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ (، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء — زندہ) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء — زندہ) کے علاوہ بہت سے دیگر علماء کرام اور عوام کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔ کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم (ف ۱۹۸۱ء) قلعہ گوجر سنگھ میں عبدالکریم روڈ انہی کے نام سے موسوم ہے) مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے

کہا کہ اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں، اگر آپ نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا۔ ۴۸

حضرت امیر ملت نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ:

"حکومت اور کانگرس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دیتے ہیں، لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ اُن کے سچے رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں "سید" ہوں۔ "سید" موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔ میں اپنے یارانِ طریقت اور حلقہ بگوشوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدواروں کو ہی ووٹ دیں اور عامۃ المسلمین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلم لیگ ہی کو کامیاب و کامران بنائیں۔ ۴۹

اس جلسہ میں شرکت کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی (ف ۱۹۴۹ء) بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے حضرت امیر ملت سے عرض کیا کہ

"میں نے سنا ہے کہ اہل لاہور میرے درپے آزار ہیں، ایسا کیوں ہے؟"

حضرت امیر ملت نے فرمایا:-

"مولوی صاحب! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں"

مولانا عثمانی نے کہا:-

"میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر و مرتد سمجھتا ہوں یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کر سکتا ہوں"

اس پر حضرت امیر ملت قدس سرہ کھڑے ہو گئے اور آپ نے مولانا عثمانی کو گلے لگا لیا اور فرمایا "آپ میرے بھائی ہیں" پھر جلسے سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ:-

"علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں، خبردار! ان سے کوئی گستاخی نہ

ہو میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے۔"
مولانا عثمانی، حضرت امیر ملت کے اخلاقِ کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔ [۵۵]
تحریک پاکستان کے نامور طالب علم رہنما حکیم آفتاب احمد قریشی (ف ۱۹۸۱ء) نے حضرت امیر ملت کی اس تقریر پر یوں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے:

"اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے کی۔ اگرچہ آپ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے نحیف و ناتواں تھے مگر اُن کا عزم جواں تھا۔ آپ نے تقریر کی ابتدا کی تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شبنم غنچوں پر گر رہی ہو۔ چند منٹ بعد حضرت جوش و خروش سے خطاب کر رہے تھے۔ اُن کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا۔ آپ نے برطانوی سامراج اور اس کے حاشیہ برداروں کو دعوتِ مبارزت دی اور اعلان فرمایا کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے، حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے۔ کانفرنس سے حضرت کے اس تاریخی اور ولولہ انگیز خطاب سے پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ظلمت کے بادل چھٹ گئے اور اُمید کا آفتاب طلوع ہوا۔ جنگ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے جیت لیا۔" [۵۶]

"تاریخ سیالکوٹ" کے مصنف جناب رشید نیاز (ف ۱۹۹۰ء) اس کانفرنس میں شریک تھے۔ اُن کے تاثرات خاصے کی چیز ہیں، ملاحظہ ہوں:

"۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کا تخیل جس شدت کے ساتھ اسلامیانِ ہند کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا اس کی مثال ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ملنی بہت محال ہے۔ اور پھر لاہور کو تو اس سلسلہ میں مرکزی حیثیت مل چکی تھی۔ انہیں دنوں میں تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھا۔ اتوار کا دن تو طلباء کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتا۔ صبح نو بجے کا وقت تھا، میں اور میرے چند رفقاء کہیں پکنک پر جانے کے لیے وائی۔ہوسٹل سے نکل کر نیلا گنبد کے چوک میں پہنچ کر پروگرام کو آخری شکل دینے کے لیے تفریحی باتوں میں لگ گئے۔ اچانک میرے کانوں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز ٹکرائی:

"آج صبح ۱۰ بجے اسلامیہ کالج کے میدان میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ قوم سے خطاب فرمائیں گے۔"

یہ تھے وہ الفاظ جنھوں نے میرے شعور میں ایک کیف و مسرت کی لہر دوڑا دی۔ یہی

الفاظ میرے پروگرام کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر حرف آخر کی طرح ثبت ہو گئے۔ میں نے جب اپنے دوستوں سے جلسہ گاہ میں جانے کے لیے کہا تو انہوں نے میری ہاں میں ہاں کچھ اس طرح ملائی جیسے وہ مجھ سے پہلے ہی جانے کے خواہاں تھے۔ ایک نے بڑے اشتیاقانہ انداز میں مجھ سے پوچھا کہ کیوں نیاز صاحب! آپ نے تو امیرِ ملّت کی زیارت کی ہوگی وہ بھی تو سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ میں نے کچھ اس انداز سے سر ہلایا کہ میرا جواب ہاں اور نہ کے درمیانی سراب میں قطرۂ اشک کی طرح گم ہو کر رہ گیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ سرزمینِ سیالکوٹ مردم خیز ضرور ہے مگر مردم شناس نہیں حقیقت یہ تھی کہ مجھے اس رفیق کے سوال نے ندامت کے پسینہ میں شرابور کر دیا تھا۔ اس نے کتنے ناز اور یقین سے سوال کیا تھا مگر اُسے کیا خبر تھی کہ اہالیانِ سیالکوٹ گھر کے حکیم کی قدر نہیں کیا کرتے امیرِ ملّت کی تشریف آوری کا اعلان سنتے ہی مجھے جو کیف و سرور حاصل ہوا اُسے جلدی ہی ندامت کے اس تخیّل نے آ دبوچا،

"کہ لے نیاز! تمہارے شہر میں علم و معرفت کے جو سوتے ۶۰ سال سے بنجر قلوب کو سرسبز و شاداب کر رہے ہیں اُن سے تیری دوری کا مطلب ؟"

میرے دوست راستہ میں گرگٹ کی طرح سینکڑوں موضوعِ سخن بدلتے رہے مگر میں ایک ہی ندامت کے تخیّل میں سرگرداں تھا کہ اسلامیہ کالج کے دروازے پر سینکڑوں حضرات کے اجتماع نے میرے اس تخیّل کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ صحن میں پہنچے تو تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ ابھی ہمیں پہنچے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ خان ممدوٹ (نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ) کی کار میں امیرِ ملّت تشریف لے آئے۔ میدان "امیرِ ملّت زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ہر شخص سرکار کی زیارت کرنے کو بے قرار بلکہ ماہیٔ بے آب تھا۔ میں بھی پانی کی طرح اپنا راستہ بناتا ہوا اس جگہ پر پہنچ گیا، جہاں سرکار کی کار آ کر رُکی تھی۔ کار کے دروازے کے آگے ایک چھوٹا سا صوفہ لا کر رکھ دیا گیا۔ سرکار کو پھولوں کی طرح اٹھا کر صوفے پر بٹھا دیا گیا۔ بخدا یُوں معلوم ہوتا تھا جیسے نُور نے حرکت کی ہے۔ اتنی نورانی شخصیت اس سے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں کیا عرض کروں کہ آپ کیسے لگ رہے تھے۔ اگر نُور کی تعریف ہو سکتی ہے تو یقیناً آپ کی بھی تعریف ہو سکتی ہے۔ جب سینکڑوں عشاق نے آپ کے صوفے کو اٹھا

کر سٹیج پر لاکر رکھ دیا۔ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد ایک مقرر نے مختصر سی تقریر کی۔ اس کے بعد امیر ملت کے سامنے مائیکروفون کر دیا گیا۔ سرکار نے اپنے مخصوص انداز میں جو تقریر فرمائی اس کی حیثیت پاکستان کی بنیاد میں خشت اوّل سے کم نہیں۔ تقریر کے دوران میں فوراً جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمانے لگے "میں نے سنا ہے کہ چند لوگوں نے پنجاب سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو خط تحریر کیے تھے کہ اگر آپ پنجاب آئے تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد جذبے نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ فوراً اردو سے پنجابی میں ارشاد فرمانے لگے :

"کتھے اے اوہ سورما، جیہڑا میرے بھرا شبیر نوں وڈھنا چاہندا اے ذرا ایس فقیر دے سامنے تے آئے۔ خدا دی قسمیں! جتھے میرے ایس عالم بھرا دا پسینہ ڈگے گا اوتھے انشاء اللہ میرا خون نظر آئے گا۔ او بزدل کمینے، سامنے آ۔"

کہاں یہ کیفیت تھی کہ آپ بستر سے ہل نہ سکتے تھے اور بمشکل صوفہ پر تشریف فرما تھے اور کہاں مندرجہ بالا الفاظ فرماتے ہی صوفہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خدا جانے یہ طاقت کہاں سے آگئی۔ بس جناب، جلسہ گاہ میں جوش و خروش کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ مردہ قلوب بھی جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو گئے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ قلب جاری ہو گئے۔ آپ نے اپنی تقریر انہی الفاظ کے ساتھ ختم کر دی۔ اس کے بعد تقاریر تو اور بھی ہوئیں مگر جذبۂ آزادی کو جو فروغ آپ کی تقریر سے ملا وہ کسی اور کے بس کی بات نہ تھی۔ جلسہ ختم ہو گیا۔ ہم بھی دوسرے سامعین کی طرح واپس بورڈنگ میں آگئے مگر ایک سیالکوٹی ہونے کی حیثیت سے میرے رفیق کا سوال میرے ذہن پر کچھ اس طرح ثبت ہوا کہ جس کی تشریح میرے بس کا روگ نہیں۔" ۵۲

ذرا اندازہ فرمائیے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے کس قدر دلیری، جرأت اور بے باکی کے ساتھ قائد اعظمؒ کی تائید و حمایت فرمائی۔ ہر قسم کی مخالفت، قتل کی دھمکیاں اور گوناگوں رکاوٹیں آپ کے سدِ راہ نہ بن سکیں اور آپ ایک مردِ مومن کی سی شان کے ساتھ اللہ کے سپاہی یعنی قائد اعظمؒ کی حمایت فرماتے رہے اور مخالفین و معاندین کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ (ف ۱۹۳۸ء) نے آپ ہی جیسے بزرگوں کے بارے فرمایا ہے ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان   گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

اس کانفرنس کے بعد حضرت امیرِ ملتؒ نے بحیثیت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کی حمایت میں اپنا ایک دستخطی بیان ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر میں شائع کروایا کہ:

"مسلم لیگ بڑی جماعت اہلِ اسلام ہے اور اس سے الگ رہنے والے اسلام دشمن ہیں۔" ۵۳

مارچ ۱۹۴۶ء کے اوائل میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چھپن علماء و مشائخ کا ایک متفقہ بیان شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ:

"آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعتِ مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔"

اس پر مندرجہ ذیل حضرات کے دستخط تھے۔ مفتیٔ اعظم ہند شاہ مصطفٰے رضا خان بریلوی، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف "بہارِ شریعت" مولانا عبد الحامد بدایونی، محدثِ پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد لائل پوری، علامہ عبد المصطفٰے ازہری، مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی، شیخ الحدیث مولانا وقار احمد سیلی بھیتی، مولانا محمد اجمل سنبھلی، مولانا مفتی تقدس علی خان بریلوی، مولانا غلام معین الدین نعیمی وغیرہم۔ حضرت امیرِ ملتؒ کی نمائندگی مولانا عبد الرشید صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف نے کی۔ ۵۴

۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء کو پشاور میں "پاکستان کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت امیرِ ملتؒ نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے حسبِ معمول یہاں بھی تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ ۵۵

اسی دوران آپ سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خان (ف ۱۹۸۸ء) کے گاؤں شاہی باغ میں تشریف لے گئے اور کلمۂ حق بلند فرمایا۔ اس کی تفصیل پشاور کے مشہور روحانی و سیاسی رہنما سید محمد امیر شاہ قادری (یکہ توت پشاور) کی زبانی سنیئے:

"پیر صاحب (امیرِ ملت) مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ پشاور اور سرحد

میں غفار خاں کا بڑا زور تھا مگر پیر صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ کسی کانگریسی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیں گے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے۔ یہ فتویٰ اُنہوں نے شاہی باغ میں دیا جہاں عبدالغفار خاں کا گھر ہے اور خدائی خدمت گار تحریک کا مرکز۔ پیر صاحب ضعیف العمر کندھوں پر اٹھا کر لائے جاتے مگر مجال ہے اُس اللہ کے بندے کو کسی کا کوئی ڈر یا خوف ہو۔ وہ لیٹے ہوئے بھی جب بولتے تو زمین کانپتی تھی۔ اُنہوں نے عبدالغفار خاں کی کوئی پرواہ نہ کی اور بڑے دھڑلے سے فتویٰ دے دیا مگر کوئی بھی پیر صاحب کا بال بیکا نہ کر سکا۔" ۵۶

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس (انڈیا) میں فقید المثال اجلاس شروع ہوا تو کانگریسی علماء نے اپنے ایجنٹ بھیج کر اجلاس کو درہم برہم کرنے کی سازش کی۔ ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائداعظم کو کافر، ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائداعظم کے بارے میں جو تعریفی کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتمد خاص صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (ف ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ساتھ سٹیج پر تشریف لا رہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس سازش کی خبر دے دی۔ آپ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپ کو کرسیٔ صدارت پر بٹھا کر اٹھا کر پر لایا گیا۔ آپ کی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوتِ کلام مجید کے بعد آپ یک لخت پورے جوش کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :-

"جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بتاتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے ! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رُو سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو !
اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا (پارہ ۱۶ : سورۃ مریم: ۹۶)	"جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت پیدا کر دیتا ہے"۔

اس کے بعد آپ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ :

"تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائدِ اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں ؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب رہی میری عقیدت، تم اس کو کافر کہو میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔"

اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو بحمد اللہ میں صحیح النسب سید ہوں اور سید ماں کے پیٹ سے صدر ہوتا ہے۔ تمام امت آلِ رسول پر درود بھیجتی ہے۔ اس لئے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے شرف حاصل ہے۔ "۵۵

آپ کے اِن دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مخالفین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

پاکستان کے ممتاز ماہرین تعلیم اور مؤرخین نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے حوالے سے حضرت امیرِ ملت کی تحریکِ پاکستان میں گرانقدر خدمات کو یوں بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا ہے :

"علماء و مشائخ اہلسنت میں سے تحریکِ پاکستان کی سب سے زیادہ خدمات پیر جماعت علی شاہ صاحب نے سر انجام دیں جنہوں نے ملک بھر کا دورہ کیا۔ ہندوؤں کی ہر سازش کو بے نقاب کیا۔ قائدِ اعظم نے پاکستان کا مطالبہ پیش کیا تو اُس کی حمایت میں بھرپور مہم چلائی اور تمام سُنی مساجد کے منبروں سے پاکستان کی ایسی بھرپور حمایت ہوئی کہ جمعیت علماء ہند کے مسلمانوں کی نمائندگی کے دعوے بے بنیاد ہو کر رہ گئے اور نیشلسٹ مسلمانوں کے غبارے میں سے بھی ہوا نکل گئی۔ اس سلسلے میں پیر جماعت علی شاہ صاحب کی سرپرستی میں آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس نے جو اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی تھی بہت ہی اہم کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس میں ملک بھر کے سُنی علماء و مشائخ اور انجمنوں کے نمائندگان موجود تھے، اور یہ قرارداد پاس کی گئی۔

"آل انڈیا سُنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے

---

۵۵ یاد رہے کہ قائدِ اعظم، حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے فیضِ صحبت اور فیضِ نظر سے تہجد گزار بن چکے تھے۔ (قصوری)

قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار رہیں اور ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔"

اس کانفرنس کا نتیجہ یہ تھا کہ ملک بھر کے سنی علماء نے تقاریر، اپنے رسائل اور اپنے مدارس کے ذریعے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ :

"جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔" ۵۸

اس ہنگامہ خیز اجلاس میں امیر ملت نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی "قرارداد لاہور" (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شدومد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائد اعظم کی حمایت و اعانت میں کمربستہ ہو جائیں، کانگرس اور اس کے ایجنٹوں کی تمام سازشوں کو بے نقاب کر کے انہیں خائب و نامراد بنا دیں۔

آپ کے مدلل، دندان شکن اور مسکت خطاب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) اور فخر اہلسنت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) نے آپ کی بھرپور تائید کی اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخرکار کانگریسی ایجنٹوں کو منہ کی کھانا پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیر ملت زندہ باد" "مسلم لیگ زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریق مخالف کو خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔ ۵۹

اس موقعہ پر اجلاس نے تجویز کیا کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :

(۱) صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء)
(۲) صدر الشریعت حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی (ف ۱۹۴۸ء)
(۳) مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۵۴ء)
(۴) مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف (سندھ) (ف ۱۹۶۰ء)

⑤ حضرت پیر محمد امین الحسنات، مانکی شریف (سرحد) (ف ۱۹۶۰ء)

⑥ حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ لاہور (ف ۱۹۶۱ء)

⑦ محدث اعظم ہند حضرت سید محمد محدث کچھوچھویؒ (ف ۱۹۶۱ء)

⑧ فخر اہلسنت مولانا محمد عبدالحامد بدایونیؒ (ف ۱۹۷۰ء)

⑨ حضرت پیر سید دیوان آل رسول علی خاں سجادہ نشین اجمیر شریف (۱۹۷۳ء)

⑩ حضرت الحاج بخشی مصطفےٰ علی خاں میسوری ثم مدنیؒ (خلیفہ امیر ملتؒ) (ف ۱۹۷۴ء)

⑪ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف لاہور (ف ۱۹۷۸ء)

⑫ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلویؒ (ف ۱۹۸۱ء)

⑬ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف (سرگودھا) (ف ۱۹۸۱ء)

سے ۶۰

۱۱ تا ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم امرتسر میں امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ المقلب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۷ واں سالانہ عرس مبارک منعقد ہوا تمام اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملتؒ نے فرمائی۔ اس شاندار اور تاریخی کانفرنس میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (ف ۱۹۴۸ء) شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا قطب الدین جھنگویؒ (ف ۱۹۵۹ء) خطیب پاکستان سید محمود شاہ گجراتیؒ (ف ۱۹۸۷ء) اور سید ولائت حسین شاہؒ (سرحد) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں شاندار تقاریر کیں۔

آخری اجلاس میں حضرت امیر ملتؒ نے صدارتی خطاب میں ارشاد کیا:

"اس وقت مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے منظم ہو جانا چاہیئے، وہ جھنڈا صرف مسلم لیگ کا ہے جو مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اور اس نازک دور میں مسلمانان ہندوستان کی خاطر خواہ خدمت کر رہی ہے۔ قائد اعظمؒ ہمارے سیاسی وکیل ہیں ہم ان کے حکم پر پاکستان جیسی مقدس سرزمین حاصل کرنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ "جناح کافر ہے یا مسلمان؟" آپ نے برجستہ جواب دیا:

"تمہیں کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب

دریافت کرتے ہو۔"

پھر ارشاد فرمایا:

"ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں، یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ اُن کا مذہب و مسلک کیا ہے؟"

اہلِ جلسہ اس اسلوبِ بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضل نے بڑھ کر حضرت کے قدم پکڑ لیے اور اعتراف کیا کہ: "اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا:

"مولانا صاحب! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے اُسے کامیابی ہوگی۔"

پھر فرمایا:

"پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سُن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا بارگاہِ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں۔"

آپ نے بڑھاپے، علالت اور نقاہت کے باوجود ۱½ گھنٹہ مسلسل خطاب فرمایا۔ آپ کے ارشادات کا حاضرین پر بڑا گہرا اثر ہوا اور لوگوں نے اس جلسہ سے واپس جا کر اپنے شب و روز تحریکِ پاکستان کے لیے وقف کر دیئے۔ [۶۱]

اسی سال (۱۹۴۶ء) میں جب جمعیت علماء ہند اور مسلم لیگ کی تاریخی کش مکش جاری تھی تو قائدِ اعظم پریشان تھے۔ ایک رات قائدِ اعظم کو خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قائدِ اعظم کو کامیابی کا جھنڈا عطا فرمایا۔ [۶۲]

قائدِ اعظم کی ظاہری تعلیم و تربیت اگرچہ مغربی تھی مگر اُن کا دل و دماغ خالص اسلامی تھا۔ حضرت امیرِ ملت کی نظرِ کرم اور دعاؤں کی بدولت اسلامی تعلیمات سے بے حد متاثر ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی (ف ۱۹۵۱ء) فرمایا کرتے تھے کہ یہ درست ہے کہ قائدِ اعظم راتوں کو اُٹھ کر بحالتِ سجدہ رو رو کر اُمتِ مسلمہ اور قیامِ پاکستان کے لیے دعا کیا کرتے تھے اور اُن کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو چکا تھا۔ زیارتِ بابرکت

میں داڑھی منڈا ہونا، گرنجوایٹ ہونا، یا سوٹ بوٹ حارج نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن سے ہے، دل سے ہے۔ اگر صورت بھی مومن مسلمان کی ہو تو نور علیٰ نور۔ علامہ اقبالؒ (ف ۱۹۳۸ء) نے بہت صحیح فرمایا ہے۔ ؎

دل میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کئے اور قائدِ اعظمؒ کی استدعا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، اُمیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادگان سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین صاحبؒ (ف ۱۹۶۱ء) قمر الملّت پیر سیّد خادم حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۵۱ء) اور شمس الملّت پیر سیّد نور حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۷۸ء) اور لاڈلے پوتے جوہر ملّت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۸۰ء) نے بھی مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے لیے شب و روز کام کیا۔ حتیٰ کہ مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ قائدِ اعظمؒ نے بمبئی میں حضرت کے مریدِ صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ:

"یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔"

حضرتؒ نے قائدِ اعظمؒ کو مبارکباد کا تار دیا، جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا:

"یہ سب آپکی ہمّت اور دُعا کا نتیجہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔" [۳۱]

۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء کو آپ نے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر قائدِ اعظمؒ کو مبارک بادی کا خط لکھا:

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ
۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء

قائدِ اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزمِ حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں

کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی رُوسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ اُنہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریاں گاندھی کا ..... بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا ..... نہ بنا سکے۔ ~~

آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ تو
ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

الراقم :
سیّد جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

قائدِ اعظمؒ نے ۱۳؍ اگست ۱۹۴۶ء کو حضرت امیرِ ملتؒ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر شکریہ ادا کیا اور دُعاؤں کے خواستگار ہوئے۔ ~~۶۴~~

۴ ؍ جولائی ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا قرار پایا تو سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (ف ۱۹۸۸ء) کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے متحدہ ہندوستان سے مسلم لیگی رہنما اور کارکن اس مہم میں شامل ہونے کے لیے سرحد میں پہنچ گئے۔ حضرت امیرِ ملتؒ، اپنی انتہائی پیرانہ سالی اور علالتِ طبع کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جا سکے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادوں، مریدوں اور ارادت مندوں کو اس جہاد میں حصّہ لینے کے لیے بھیجا۔ سیالکوٹ سے اپنے مریدِ خاص علامہ محمد یعقوب خاں (ف ۱۹۹۷ء) کی زیرِ قیادت ایک وفد آپ کے حکم پر تشکیل دیا گیا۔ وفد کے نائب امیر مولانا غلام فرید قریشی آف چیٹی شیخاں (ف ۱۹۷۶ء) تھے۔ اس وفد نے خریلیاں، مانسہرہ اور نواحی علاقہ میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بھرپور تگ و دو کی۔ ~~۶۵~~

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیرِ ملتؒ نے قائدِ اعظمؒ کو مبارکبادی کا خط لکھا جس کے جواب میں قائدِ اعظمؒ نے ۶ ؍ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے :

۱۰ ؍ اورنگ زیب روڈ
نیو دہلی
۶ ؍ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر پیر صاحب

آپکی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دو سو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپنے ازراہِ لطف مجھے شفتالوؤں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ
ایم۔اے جناح [۶۶]

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل میں ہمیں حضرت امیر ملت کی مساعی جمیلہ سے سورج سے بھی زیادہ روشن منزل مل گئی تو حضرت امیر ملت نے قائد اعظم اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے۔ قائد اعظم کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا :-

"ملک گیری آسان ہے، ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔"

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائد اعظم کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت کو بہت صدمہ ہوا۔ آپنے حضرت قائد اعظم کے لیئے دعائے مغفرت فرمائی اور یاران طریقت کو بھی دعائے مغفرت کیلئے ارشاد کیا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خلیفہ مجاز الحاج قاری چوہدری محمد شہاب الدین صاحب (ف ۱۹۶۳ء)، بیگم بازار حیدرآباد دکن (انڈیا) کے نام اپنے والا نامہ میں حضرت قائد اعظم کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں بھرپور خراج تحسین پیش کیا :

"ابھی ابھی جناح صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر جس قدر صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے۔ خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔" [۶۷]

قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیئے بھرپور جدوجہد کی۔ آپنے اپنے پرانے رفیق کار صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (ف ۱۹۴۸ء) کو "اسلامی دستور" کا خاکہ مرتب کرنے کی دعوت دی تاکہ پاکستان کی

قومی اسمبلی میں پیش کر کے منظور کروالیا جائے۔ چنانچہ صدر الافاضل دہلی سے پاکستان تشریف لائے اور آپ کی ہدایات کے مطابق لاہور اور کراچی میں علماء کرام سے مختلف امور پر تبادلۂ خیالات کیا اور خاص طور پر کراچی میں اسلامی دستور کے بارے میں علماء، سیاسی اکابرین اور زعماء سے گفت و شنید رہی اور مرکزی وزیروں سے علماء کے ساتھ ملاقاتوں کے سلسلے میں بھی تبادلۂ خیال ہوا۔

صدر الافاضل اپنی علالت کی وجہ سے پاکستان میں اپنے قیام کے دوران وہ خاکہ مرتب نہ کر سکے۔ علالت نے جب طول کھینچا تو آپ واپس ہندوستان چلے گئے۔ حضرت امیر ملت اور پاکستان سے اُن کی محبت کا یہ عالم کہ علالت کے باوجود مراد آباد میں مختلف اسلامی ممالک کے دساتیر اور قوانین کو جمع کیا اور اُن کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پاکستان کے اسلامی دستور کے لئے ابھی وہ گیارہ دفعات ہی مرتب کر پائے تھے کہ مرض نے شدت اختیار کر گیا اور بالآخر ۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

صدر الافاضل نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد پر جو گیارہ دفعات مرتب کی تھیں وہ حسب ذیل ہیں:

پاکستان

تعریف: آل انڈیا سنی کانفرنس کی تصریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے جو ہندوستان کے اندر شریعت مطہرہ کے مطابق فقہی اصول کے مطابق قائم کی جائے۔

(۱) اس حکومت کا فرمانروا ایک سنی امیر ہوگا۔

(۲) اس امیر کو مسلمانان اہلسنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔

(۳) وہ امیر دیندار اور مدبر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیے منتخب کریگا۔

(۴) جماعت شوریٰ کی تجاویز امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی۔

(۵) جماعت شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔

(۶) امیر جماعت شوریٰ کے مشورے سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کرے گا۔

(۷) یہ وزیر جملہ امور داخلہ و خارجہ کے تنظم و نگرانی کا کفیل ہوگا۔

(۸) وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کے لیے جدا جدا وزیر نامزد کر کے امیر سے منظوری حاصل کرے گا۔

۹۔ امیر کی منظوری کے بعد یہ وزراء اپنے اپنے محکمے کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسبِ ضرورت عہدیدار اور محکمے مقرر کریں گے۔

۱۰۔ محصولات شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کئے جائیں گے۔

۱۱۔ غیر مسلم رعایا کو معاہد بنایا جائے گا اور حکومت انہیں امن پہنچائے گی اور ان کے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوگی۔ [۶۸]

قائداعظمؒ کی رحلت کے بعد ان کے جانشینوں نے مسلم لیگ کے وعدہ کے مطابق اسلامی نظام کے نفاذ سے رُوگردانی کی اور ملک کو لادینیت کی طرف دھکیل دیا حضرت امیرِ ملتؒ میدان میں آ گئے، آپ نے پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی جیسے شیدایانِ اسلام کو ساتھ لے کر "تحریک نفاذ شریعت" چلائی، جیسا کہ حضرت اقدس اپنے ایک خلیفہ خاص حضرت قاری چوہدری محمد شہاب الدین آف حیدرآباد دکن (انڈیا) کو ۸ مئی ۱۹۴۸ء کے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

> "پاکستان تو بن گیا مگر ارکانِ سلطنت اسلامی قانون جاری نہیں کرتے بلکہ اسلام کے مخالف قانون کو ترقی دے رہے ہیں چنانچہ شراب خانہ اور بازاری عورتوں کی گرم بازاری ہے، بے پردگی، رشوت، سُود خوری پہلے کی نسبت کئی گنا ترقی کر گئی ہے۔ ہم تو پردہ کی حمایت میں ہی کہہ رہے تھے مگر انہوں نے بے پردگی سے بھی آگے بڑھ کر عورتوں کی فوج بنالی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کبھی نہیں دیکھی گئی۔
>
> اب میں، پیر صاحب مانکی شریف اور مولوی عبدالستار خاں نیازی تینوں شہر بہ شہر جلسے کر کے عام لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں اور ان سے قسمیں اور عہد لے رہے ہیں کہ اسلامی قانون کا اجراء چاہیں نہ کہ موجودہ شیطانی قانون کا چنانچہ سب لوگ بالاتفاق ہاتھ اٹھا کر اقرار کرتے ہیں کہ ہم سب اسلامی قانون چاہتے ہیں۔ فقیر نے کہہ دیا ہے کہ جہاں سب سے پہلا موافق و مددگار یہ فقیر تھا وہاں بصورت دیگر پہلا مخالف بھی یہی ہوگا۔" [۶۹]

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کا یہ جہاد تادمِ واپسیں جاری رہا اور بالآخرہ اس درد کی کسک لیے ہوئے ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو (بعمر ۱۱۰ برس) رحلت فرما کر جنت الفردوس میں جا بسے

مکراُن کی رُوح ابھی تک نظامِ اسلام کے نفاذ کی خبر سننے کے لیئے بے قرار ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۸۷ء کو حکومتِ پنجاب نے حضرت امیر ملّت رح کی تحریک پاکستان میں عدیم النظیر خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے "تحریک پاکستان ایوارڈ" کا اعزاز دیا۔ ۵۵

ایوارڈ کی اپنی مسلّمہ اہمیت و حیثیت سہی مگر اصل کام نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے، ملک کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایوارڈ و اعزاز سب بے مقصد اور بے سُود ہیں۔

حضرت امیر ملّت رح کی رحلت کے بعد آپ کے سیاسی جانشین ضیغم اسلام مجاہد ملّت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی نے تن من دھن کی بازی لگا کر مقامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیئے کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں اُنہیں قید و بند تو کجا دار و رسن تک بھی پہنچنا پڑا مگر آفرین اُن کی ہمت کے کہ ابھی تک اپنے مشن کی کامیابی کے لیئے دیوانہ وار سرگرم عمل ہیں۔

ہمتِ بلند دار بپیشِ خدا و خلق او
باشد بقدرِ ہمت تو اعتبارِ تو

نوٹ: حوالہ جات اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے۔ (قصوری)

حوالہ جات

ے "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض، کراچی ۱۹۸۲ء ص ۵۳ -

ے "انوارِ امیرِ ملت" از محمد صادق قصوری، بُرج کلاں (قصور) ۱۹۷۹ء ص ۱۵،
"تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ ۱۹۸۶ء ص ۸۸-۲۸۷،
ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۳ -

ے "اوج" مجلہ گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور، "قراردادِ پاکستان گولڈن جوبلی نمبر" ۹۱-۱۹۹۰ء ص ۴۱۵ -

ے ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ جلد ۳۴ شمارہ ۵ بابت مئی ۱۹۳۸ء ص ۲۶ -

ے ایضاً ص ۲۴ - فیروز سنز اُردو انسائیکلو پیڈیا، لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۷۵ -

ے ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴ -

ے "قائدِ اعظم اور سرحد" از عزیز جاوید، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۷ -

ے ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴ -

ے "تذکرہ شہر جماعت" از عبدالقادر فیاض بلگوڈی مطبوعہ میسور (انڈیا) ۱۹۵۴ء ص ۷۷ تا ۷۸ -

ے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۸۰ء، پروفیسر محمد عثمان کا مضمون "ڈاکٹر برہان احمد فاروقی"
"فدایانِ امیرِ ملت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ برج کلاں (قصور) ۱۹۸۱ء ص ۲۴، ۲۵ -
"اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خان، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۰ -

ے "قراردادِ پاکستان" تصنیف، لطیف احمد شروانی (ترجمہ: خواجہ رضی حیدر) مطبوعہ قائدِ اعظم اکیڈمی کراچی طبع سوم اگست ۱۹۸۵ء ص ۱۱ -

نوٹ: علی گڑھ سکیم کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں:
ا: "پاکستان منزل بمنزل" از سید شریف الدین پیرزادہ، کراچی ۱۹۶۵ء ص ۲۳۱ تا ۲۴۱ -
ب: "انڈیا ڈیوائیڈڈ" (انگریزی) از راجندر پرشاد، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۸۱ تا ۱۸۴ -

ے "تحریکِ پاکستان منزل بمنزل" (۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک) شائع کردہ قومی ادارہ برائے تحفظ دستاویزات حکومتِ پاکستان، وزارتِ ثقافت و سیاحت، اسلام آباد مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۸۵ء

ے ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۷ فروری ۱۹۴۰ء ص ۸ -
ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت فروری ۱۹۴۰ء ص ۲۲ تا ۲۳ -

"تذکرہ شاہ جماعت" از سید حیدر حسین علی پوری، لاہور ۱۹۷۳ء صـ ۹۷ تا ۹۸۔
جامع اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء صـ ۴۷۴۔

۱۴ــ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ ماہ اپریل ۱۹۴۰ء صـ ۶

۱۵ــ ماہنامہ انوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت اپریل ۱۹۴۰ء صـ ۶۔
"تذکرہ شاہ جماعت" از سید حیدر حسین علی پوری صـ ۹۹۔
"خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" از محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء صـ ۳۰

۱۶ــ "قائدِ اعظم پر قاتلانہ حملہ" ایک بیرسٹر کے قلم سے مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء صـ ۴۴۔
"سیرتِ امیرِ ملّت" از سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ ۱۹۷۵ء صـ ۴۷۹۔
روزنامہ "رہبر" حیدر آباد دکن یکم اگست ۱۹۴۷ء۔
"اسلام اور قائدِ اعظم" از محمد حنیف شاہد، لاہور ۱۹۷۶ء صـ ۱۴۷ تا ۱۴۸۔
"قائدِ اعظم پر قاتلانہ حملہ" از محمد حنیف شاہد، لاہور ۱۹۷۶ء صـ ۲۰۔

۱۷ــ "قائدِ اعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر، کراچی ۱۹۸۵ء صـ ۱۵۱/۱۵۲۔

۱۸ــ "برگِ گل"، مجلہ اردو کالج کراچی، "قائدِ اعظم نمبر" ۱۹۷۶ء صـ ۱۹۳۔

۱۹ــ "سیرتِ امیرِ ملّت" صـ ۴۸۰، ۴۸۱۔

۲۰ــ "قائدِ اعظم خطوط کے آئینے میں" صـ ۱۵۲، ۱۵۳۔

۲۱ــ "مشائخ ہوشیارپور" از میاں عطاء اللہ ساگر وارثی، لاہور ۱۹۹۱ء صـ ۸۰۔

۲۲ــ "مکاتیب بہادر یار جنگ" جلد اول از نواب بہادر یار جنگ، کراچی ۱۹۶۷ء صـ ۵۱۷۔

۲۳ــ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۴ جولائی صـ ۲ کی ۲۔

۲۴ــ ہفت روزہ "استقلال" لاہور بابت ۲۵ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۸۲ء صـ ۲۱۔

۲۵ــ مجلہ "برگِ گل" "قائدِ اعظم نمبر" صـ ۱۹۴۔

۲۶ــ "مٹی کی محبت" از پیرزادہ محمد الزر عزیز چشتی، لاہور ۱۹۸۸ء صـ ۷ تا ۹۔

۲۷ــ "پانی و بجلی (واپڈا) کے ترقیاتی ادارے کا مجلہ "برقاب" "قائدِ اعظم نمبر" دسمبر ۱۹۷۶ء مضمون "قائدِ اعظم عظیم شخصیت کے مختلف و متنوع پہلو" از سلیم چوہدری صـ ۱۲۸۔

۲۸ــ "خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس" صـ ۴۲، ۴۴۔
"امام صحافت، ناسخ سیفی" از خلیق الرحمٰن سیفی، فیصل آباد ۱۹۸۸ء صـ ۷۵ بحوالہ ہفت روزہ

"سعادت" لائلپور بابت یکم و ۸ جولائی ۱۹۴۵ء۔

۲۹ — ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۷۱ء صہ ۱۴، "برگ گل" قائد اعظم نمبر صہ ۱۹۴۔

۳۰ — مکتوب گرامی صاحبزادہ اختر علی صدیقی بنام پروفیسر محمد منظور الحق صدیقی از کراچی محررہ ۲۶ فروری ۱۹۰۹ء۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اگست ۱۹۶۱ء صہ ۳۵۔

۳۱ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۳۷/۳۸ بابت ۱۴/۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء صہ ۴ تا ۵۔

۳۲ — "ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ" از مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) ۱۹۴۶ء صہ ۲۷، ۲۸۔

۳۳ — ایضاً صہ ۲۸۔

۳۴ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۴/۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء صہ ۱۱۔

۳۵ — "سیرت امیر ملت" صہ ۴۸۲ تا ۴۸۳۔

۳۶ — "پیر صاحب مانکی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد" از پروفیسر سید وقار علی شاہ، اسلام آباد ۱۹۹۰ء صہ ۱۹۔

"جواہر نقشبندیہ بر مظاہر چوراہیہ" از محمد یوسف نقشبندی فیصل آباد ۱۹۷۹ء صہ ۳۴۳ تا ۳۴۴۔

۳۷ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۴/۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء صہ ۱۱۔

۳۸ — "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر، لاہور ۱۹۷۷ء صہ ۹۹

۳۹ — "اجمل انوار الرضا" از مولانا حشمت علی خان لکھنوی، پیلی بھیت (انڈیا) دسمبر ۱۹۴۵ء صہ ۷، ۸۔

۴۰ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۴/۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء صہ ۸

۴۱ — "سیرت امیر ملت" صہ ۴۸۳۔

"قائد اعظم اور سرحد" از عزیز جاوید، پشاور ۱۹۷۸ء صہ ۱۴۶۔

۴۲ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۴/۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء صہ ۷ بحوالہ ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور بابت ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ۔

۴۳ — "مشائخ ہوشیار پور" صہ ۱۰۱ بحوالہ ہفت روزہ "خاتون" لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۴۴ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۴/۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء صہ ۱۱۔

ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور بابت ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء صہ ۱۳۔

"اجمل انوار الرضا" صہ ۷، ۸، — "ستر باادب سوالات" صہ ۱۹۔

۴۵ — "ستر باادب سوالات" صـ ۸۸ -

۴۶ — "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ ۱۹۸۷ء صـ ۱۴۵ تا ۱۴۶

۴۷ — ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر بابت ۱۴/۲۱ فروری ۱۹۴۶ء صـ ۱۱ -

۴۸ — ہفت روزہ "استقلال" لاہور بابت ۹ تا ۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء صـ ۲۰ -

۴۹ — "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از سید رئیس احمد جعفری، لاہور ۱۹۶۶ء صـ ۴۰۵ تا ۴۰۶ -
پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز" لاہور یکم تا ۱۵ اگست ۱۹۹۲ء صـ ۲۶ و ۲۷ ۱۶ تا ۳۱ اگست ۱۹۹۲ء
صـ ۲۳ بحوالہ روزنامہ "انقلاب" لاہور بابت ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء -
پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز" لاہور ۱۶ ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء صـ ۳۲ -
"اکابرین تحریک پاکستان" از محمد علی چراغ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء صـ ۲۴۹ -

۵۰ — "سیرتِ امیر ملت" صـ ۱۴۵ -

۵۱ — "کاروانِ شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی، لاہور ۱۹۸۴ء صـ ۲۳۴ -

۵۲ — "قلمی یادداشت" جناب رشید نیاز مصنف "تاریخ سیالکوٹ" محررہ ۲ مئی ۱۹۵۹ء
مملوکہ محمد صادق قصوری -

۵۳ — "ستر باادب سوالاتِ دینیہ ایمانیہ" صـ ۱۱۲ بحوالہ ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر بابت ۲۱/۲۸
جنوری ۱۹۴۶ء صـ ۸ تا ۹ -

۵۴ — مجلہ "اوج" گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور، قراردادِ پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ۹۱-۱۹۹۰ء
صفحہ ۲۵۵ بحوالہ ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور بابت ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء -

۵۵ — ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر بابت ۲۱/۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء صـ ۱ -

۵۶ — "انٹرویو سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی یکہ توت پشاور" مطبوعہ پندرہ روزہ "ندائے اہلسنت"
لاہور جلد ۴ شمارہ ۹ بابت یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء صـ ۱۱ -

۵۷ — ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۱ء صـ ۱۴ تا ۱۵، مضمون مولوی محمد
سلیمان صدیقی آف ڈیرہ غازی خان "قائدِ اعظم کا روحانی مقام"
ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر ۱۴/۲۱ جولائی ۱۹۴۶ء صـ ۶ -

۵۸ — "تاریخ پاکستان" (۱۷۰۷ء — ۱۹۶۹ء) از شیخ محمد رفیق ایم اے (تاریخ)، سید
مسعود حیدر بخاری ایم اے (تاریخ و فارسی) چوہدری نثار احمد ایم اے (تاریخ و سیاسیات) مطبوعہ لاہور ستمبر ۱۹۷

"تحریک پاکستان" از پروفیسر شیخ محمد رفیق مطبوعہ لاہور جولائی ۱۹۷۹ء صـ ۱۱۴ ۔

۵۹ ۔ "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۴۷۵ ۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور اکتوبر ۱۹۷۱ء صـ ۱۵ ۔
"امیرِ ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس" لاہور ۱۹۹۱ء صـ ۷۱ ۔

۶۰ ۔ "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" صـ ۱۰۹ تا ۱۱۰ ۔
"حیات صدر الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی، لاہور طبع دوم صـ ۱۸۹ تا ۱۹۰ ۔

۶۱ ۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء صـ ۱۱ ، "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۴۷۹ ۔

۶۲ ۔ "سیرت النبی بعد از وصال النبی" از محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ، لاہور ۱۹۷۹ء صـ ۳۴۳
بحوالہ ہفت روزہ "الجمعیۃ" دہلی، فروری ۱۹۵۸ء صـ ۷۱ ۔

۶۳ ۔ "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۴۸۷

۶۴ ۔ "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۴۸۸ ، "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" صـ ۱۶۴ ۔
نوٹ: تفصیلی خط و کتابت کے لیے مصنف کی دوسری کتاب "مکاتیبِ امیرِ ملت" ملاحظہ فرمائیں ۔

۶۵ ۔ "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" صـ ۲۰۵ ۔

۶۶ ۔ "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۴۸۹ تا ۴۹۰ ۔ "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" صـ ۱۲۶ ۔

۶۷ ۔ "فیضانِ امیرِ ملت" از مرزا ذو الفقار علی بیگ جماعتی، حیدر آباد دکن ۱۹۵۹ء صـ ۸۸ ، ۸۹ ۔

۶۸ ۔ "صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی" از پروفیسر اشتیاق طالب رضا اکیڈمی لاہور
صـ ۲۵ تا ۲۷ ۔

۶۹ ۔ "فیضانِ امیرِ ملت" صـ ۸۴ ، ۸۵ ۔

۷۰ ۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۶ اگست ۱۹۸۷ء ۔

اقبالؒ اور امیرِ ملتؒ

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت اگرچہ ورثہ میں ملی تھی مگر اس کو جلا حسنوسیؒ ہند امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہٗ کی صحبتِ مقدسہ سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی سُنتے ہی حضرت علامہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں۔ حضرت امیرِ ملتؒ کی صحبت فیض اثر کی وجہ سے اُن کا ایک ایک لمحہ فروغِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دہر میں اسمِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنے میں گزرا۔ چنانچہ جب لاہور میں جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے لیے حضرت امیرِ ملت قدس سرّہٗ نے اپنی مساعی جمیلہ کا آغاز کیا تو حضرت علامہؒ نے بھرپور ساتھ دیا۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء بروز منگل اسلامیہ کالج لاہور میں حضرت امیرِ ملت قدس سرّہٗ کی زیرِ صدارت شاندار طریقے سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبِ سعید منائی گئی۔ اس سے قبل حضرت امیرِ ملتؒ کی طرف سے لاہور شہر میں اعلان کیا گیا تھا کہ تمام دکاندار اور اہلِ حرفہ اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید میلاد منائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

نمازِ ظہر سے بعد نمازِ عشاء تک عظیم الشان جلسہ ہُوا۔ جس میں نامور علمائے دین اور مشاہیرِ وطن نے خطاب کیا اور شعرائے شیریں بیان نے نہایت مؤثر نظمیں پڑھیں اور وجد آور نعتوں سے سامعین کے قلب و جگر کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالا مال کیا۔ اثر کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات لوگ ماہیٔ بے آب ہو کر تڑپتے اور چیخیں مارتے تھے۔ اس جلسہ سے علامہ اقبالؒ، سر شیخ عبدالقادرؒ مدیر "مخزن"، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ اور مولانا عبدالحکیم کلانوریؒ نے خطاب کیا۔

حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا کہ جلسے صرف تماشا نہیں

بلکہ قومیّت کو مضبوط کرنے اور اگلی اور پچھلی قوم کی شخصیّت کو ایک کرنے کے لیے اِن کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جب تک ساری قوم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے حالات سُن کر خود اِن عظیم الشان ہستیوں کی ذرّیت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں پیدا نہ کرے، تب تک اِن کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔ ؎

علامہ اقبالؒ کو بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور اہل اللہ سے بھی خصوصی عقیدت و محبّت تھی، اُن کا خیال تھا کہ تمام ایسے اوصاف و محاسن جو اخلاقی پہلو سے انسانیّت کا خاصہ ہیں محض انہی بزرگوں کی تعلیم تربیّت اور فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ "بانگِ درا" میں اپنی اِس عقیدت و محبّت کا یوں اظہار کرتے ہیں ؎

چھپایا حُسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہ نازآفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفَس اُن کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ اِن کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

کسی ایسے شرارے سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

حضرت علامہؒ، اولیاء اللہ کی کرامتوں کے بھی قائل تھے اور پیر یا مرشد کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ اس کے بغیر انسان کوئی صحیح راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ کہتے تھے کہ:

"رُوحانی فائدہ تو ان بزرگوں سے صرف اُن ہی لوگوں کو ہوگا جو اہلِ دل ہیں، جن کے دل میں درد ہے، جن کے قلب میں گرمی اور جن کی رُوح میں تڑپ ہے۔ لیکن کم سے کم اخلاقی فائدہ تو ہر مرید حاصل کر سکتا ہے۔ پیر کی صحبت سے (بشرطیکہ دکانداری نہ کرتا ہو) ہر مرید اپنا اخلاق سنوار سکتا ہے۔ اور جس کا اخلاق درست ہے، جس کے افعال ٹھیک ہیں اور جس کے اعمال، اعمالِ حسنہ کہے جاتے ہیں، اُس سے بڑھ کر اور کون بہترین انسان ہو سکتا ہے۔" ؎

اگرچہ اقبالؒ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے مگر انہیں ہر سلسلہ کے بزرگوں سے نہایت درجہ عقیدت تھی۔ حضرت امیر ملّت قدس سرّہٗ کی صحبت فیض اثر کی بنا پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں سے تو انہیں خصوصی ارادت تھی۔ حضرت خواجۂ خواجگان سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اور امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ سے اُن کی محبت اور عقیدت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ۱۳ رنومبر ۱۹۱۷ء کے ایک خط میں سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :

"خواجہ نقشبند اور مجدّد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے" ؎

حضرت علامہ نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کی پیدائش کے موقعہ پر عہد کیا تھا کہ جب جاوید ذرا بڑا ہوگا تو اُسے حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہ النورانی کے مزار پُر انوار پر حاضری کے لیے لے جاؤں گا چنانچہ ۲۹ رجون ۱۹۳۴ء کو سرہند شریف، جاوید اقبال کو لے کر گئے اور ۳۰ رجون کو واپس تشریف لے آئے۔ ۳ رجولائی کے ایک خط میں لکھتے ہیں :

مزار نے میرے دل پر بہت اثر کیا۔ بڑا پاکیزہ مقام ہے۔ پانی اس کا سرد و شیریں ہے۔ سرہند کے کھنڈر دیکھ کر مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آگیا جس کی بنا حضرت عمرو بن عاص رض نے رکھی تھی۔ اگر کھدائی ہو تو معلوم نہیں اُس زمانے کی تہذیب و تمدّن کے متعلق کیا کیا انکشاف ہوں۔ یہ شہر فرخ سیّر کے زمانے تک بحال تھا اور موجودہ لاہور سے وسعت اور آبادی میں دُگنا" ؎

حضرت حکیم الامت رح کئی بار سرہند شریف حاضر ہوئے اور فیوض باطنی سے مالامال ہو کر واپس آئے اور ہر دفعہ اپنے تاثرات سے احباب کو مطلع کیا۔ پھر "بالِ جبریل" کی ایک نظم میں اپنے قلبی تاثرات اور حضرت مجدّد قدس سرّہ کے کارناموں کا ایجاز و اختصار کے ساتھ ذکر کیا، اس نظم کا عنوان ہے۔ "پنجاب کے پیرزادوں سے" گویا یہ نظم خانقاہ نشینوں کے لیے درسِ طریقت ہے۔ علامہ فرماتے ہیں : ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے، گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو — آنکھیں مری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا کہ سلسلۂ فقر ہوا بند — ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطّہ کہ جس میں — پیدا کُلہِ فقر سے ہو طرّۂ دستار
باقی کُلہِ فقر سے تھا ولولۂ حق
طرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار ؎

حضرت علامہؒ کے معاصرین میں حضرت امیر ملتؒ قدس سرہٗ کی ذات متنوع صفات کی لحاظ سے ممتاز اور بے مثال تھی۔ حضرت امیر ملتؒ بیک وقت میدانِ شریعت و طریقت، ادب و سیاست اور حقیقت و معرفت کے شہسوار تھے۔ اور قومی و ملی کارنامے سرانجام دینے میں عدیم النظیر تھے۔ غرض آپ کی نابغۂ روزگار شخصیت حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کی صحیح معنوں میں جانشین اور مبلغ تھی۔ آپ کے فقر کی اصل حجازی تھی اور آپ کا آستانہ شہنشاہوں کے دربار سے ارفع و اعلیٰ تھا۔ ؎

دربارِ شہنشہی سے خوشتر — مردانِ خدا کا آستانہ!

؎ ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر — جس فقر کی اصل ہے حجازی

اس فقر سے آدمی میں پیدا! — اللہ کی شانِ بے نیازی ۶

چونکہ اقبال خود ایسے فقر کی تلاش میں تھے جس کی اصل "حجازی" ہو، وہ "عجمیت" کے نہیں "حجازیت" کے عاشق تھے۔ اور جہاں جہاں اُن کو "حجازیت" کے آثار نظر آتے تھے وہ بسر و چشم اور بصد شوق اس طرف جاتے تھے۔ اُن کے نزدیک "عجمیت" سکونی "(STATIC)" ہے اور "حجازیت" "حرکی" (DYNAMIC)۷ ہے۔ چنانچہ "حجازیت" کا یہ عاشق کبھی خواجہ نقشبندؒ سے استفادہ کرتا ہے، کبھی حضرت مجددؒ کے مزار مقدس پر بوسہ زن ہوتا ہے اور کبھی اپنے اس پاکیزہ ذوق کی آبیاری کے لیے خواجہ نقشبندؒ اور مجددؒ سرہندؒ کے نائب حضرت امیر ملتؒ کے قدموں میں بیٹھتا ہے۔

حضرت علامہ اقبالؒ کی چشم بینا، حضرت امیر ملتؒ کے مقام و مرتبے سے بخوبی آگاہ تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت امیر ملتؒ سے مستفید و مستفیض ہونے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک بہت بڑے جلسۂ عام میں علامہؒ ذرا دیر سے پہنچے۔ کرسیاں بھر چکی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر ملتؒ کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز تھے حضرت علامہؒ آکر حضرت امیر ملتؒ کے قدموں میں بیٹھ گئے، اور کہنے لگے:

"اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا بھی موجب فخر ہے۔"

حضرت امیر ملتؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا:

"اور اقبال جس کے قدموں میں آجائے اُس کے فخر کا کیا ٹھکانا!" ۸

چونکہ حضرت علامہؒ مردم شناس اور ذہین شاعر تھے چنانچہ اسی آن یہ شعر موزوں پڑھا ؎

سر رکھ کے ترے پاؤں پر کہتا ہے اقبال

ٹھوکر سے تری پیدا ہوں اقبال ہزاروں ۹

یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبالؒ ایک صوفی خاندان سے تعلق رکھنے اور اولیائے کرام اور صوفیائے عظام سے دلی عقیدت و ارادت رکھنے کے باوجود ایسے صوفیوں اور پیروں سے سخت متنفر تھے جو روحانیت میں ترقی کرنے کے بجائے اپنا پیشہ گداوری بلکہ گداگری بنا لیتے ہیں اور اپنے مریدوں پر سالانہ ٹیکس لگا کر اُن کا خون چوستے ہیں۔ وہ دوسروں کو تو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ دُنیا مُردار ہے، کافروں کے لیئے ہے۔ مومنوں کو عیش و راحت بہشت میں ملے گی لیکن خود دُنیا طلبی میں مبتلا ہو کر محل کھڑے کرتے ہیں، عالی شان عمارتیں بنواتے ہیں اور جائیدادیں خریدتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہؒ کے کلام میں جا بجا اس قسم کے اشارے پائے جاتے ہیں:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دِیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

اور اس کی وجہ یہ تھی:

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
مُلا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار

شاعر کی نوا مُردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار

وُہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

"شرابِ الست" بے عملی کا بہانہ بنی اور مسلمان یہ کہہ کر قسمت کا لکھا ہی ایسا تھا، زندگی کی کشمکش سے بھاگ کھڑا ہوا اور جمود و خمود نے اُس کے قوائے عمل پر اپنا تسلط جما لیا:

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست

فقیہِ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بدست

گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

نتیجہ یہ ہوا کہ جس قرآنِ پاک کی تعلیم نے مسلمانوں کو مہر و پرویں کا امیر بنا چھوڑا تھا، اب اُسی قرآن مجید سے ترکِ جہاں کی تعلیم اخذ کی جا رہی ہے:

اسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر

تن بہ تقدیر ہے آج اُن کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہُوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

غرض اقبال کی نظر میں مسلمان خود اپنے کو اور اپنے خدا کو فریب دے رہا ہے:

خبر نہیں کیا ہے نام اِس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہُوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

خیر یہ باتیں تو محض اضافی حیثیت رکھتی ہیں، مقصدِ بیان یہ ہے کہ حضرت علامہؒ نے اپنے دوست منشی محمد الدین فوقؔ مدیرِ "اخبار کشمیری" لاہور سے کئی دفعہ کہا کہ اس قسم کا کوئی رسالہ جاری کریں، جس سے فرقۂ صوفیا کی کوئی اصلاح ہو سکے۔ اُن کی غلط تعلیم نے مسلمانوں کو مُردہ دل بنا دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے سامنے ایسا اسلام پیش کرتے ہیں، جس پر صدہا غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ جب یہ لوگ خود ہی اسلام کی رُوح سے واقف نہیں تو اپنے مریدوں کو کیا خاک تعلیم دیتے ہوں گے۔ اُن کو راہِ راست پر لانے اور اُن میں عشقِ الٰہی کی گرمی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

فوقؔ صاحب نے اپنی مجبوریاں ظاہر کیں کہ مجھے ہفتہ وار "اخبار کشمیری" سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ پھر یہ طبقہ ایسا ہوشیار ہے کہ وہ رسالے کے مضامین دیکھ کر ہوا کا رُخ پہچان لے گا اور اسے ہاتھ بھی نہیں لگنے دے گا۔

اقبالؔ نے فرمایا کہ اس کا علاج نہایت سہل ہے۔ شوگر کوٹڈ گولیاں مضامین لکھیے۔ گڑ میں زہر ملا کر دیجیے اور اپنے آپ کو بالکل اُن کا ہمدرد اور عقیدتمند ظاہر کر کے اس کام کو ہاتھ لگائیے۔ پھر یہ آپ کی بات سُنیں گے اور آپ کے مشورے بھی قبول کریں گے۔ اس طرح کچھ خدمت بھی ہو جائے گی اور اصلاح کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ فوقؔ صاحب قائل ہو ہی گئے اور اگست ۱۹۱۴ء میں انہوں نے رسالہ "طریقت" جاری کر دیا۔ لہ

حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ تو اس سے بہت پہلے اصلاحِ صوفیہ کی خاطر ۱۹۰۴ء میں لاہور سے ماہنامہ "انوار الصوفیہ" کا اجراء فرما چکے تھے، جس کے مقاصد میں "صحیح تصوف کی ترویج" اور "اصلاحِ صوفیہ" کا کام سرِ فہرست تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے آپ اپنی تمام تر مساعی بروئے کار لا رہے تھے۔ اور اُن کی زبردست خواہش تھی کہ اور لوگ بھی اس میدان میں اُتریں اور "صوفیہ خام" اور "تصوفِ ناتمام" کا قلع قمع کر دیں۔ لہ

رسالہ "طریقت" کی علمی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی، اس لیے ملک کے گوشے گوشے میں اس کی پذیرائی ہوئی۔ حضرت امیرِ ملّتؒ نے سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر حضرت اقبالؔ کے اس محبوب و مرغوب پرچے کا خیر مقدم کیا۔ خود خریدار بنے، فوقؔ صاحب کو اپنی جیبِ خاص سے بار ہا گرانقدر مالی امداد دی اور پنجاب، حیدر آباد دکن، کشمیر اور میسور سے بالخصوص اور تمام برِّصغیر سے بالعموم آپ کے یارانِ طریقت نے معقول امداد دی جس سے رسالہ کو مالی پریشانیوں کا کوئی خوف و خطر نہ رہا۔ حضرت امیرِ ملّتؒ کی پیروی کرتے ہوئے آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ، آوان شریف ضلع گجرات، چشتیاں (بہاولپور)، تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں اور کپورتھلہ

کے اہلِ دل حضرات نے بھی کافی خریدار مہیا کیے۔ ۱۲

غرض تھوڑے ہی عرصہ میں اس رسالے کی اشاعت دو ہزار تک پہنچ گئی۔ عام لوگوں نے بھی اس کو پسند کیا اور ہندو بھی خاصی تعداد میں اس کے خریدار بنے۔ اقبال اپنے لگائے ہوئے پودے کو پھلتا پھولتا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فوق صاحب کاروبار میں مصروف رہنے کے باعث کچھ عرصہ حضرت علامہؒ کی ملاقات کو نہ جا سکے۔ اس پر علامہؒ نے انہیں خط لکھا :

ڈیئر فوق !

..... آپ کبھی ملتے ہی نہیں۔ اب تو آپ "پیرِ طریقت" بھی بن گئے۔ خدا کرے جلد حافظ جماعت علی شاہ صاحب کی طرح آپ کے ورودِ کشمیر کے متعلق اطلاعیں شائع ہوا کریں۔

والسّلام۔

آپ کا خادم

۲۴ / جولائی ۱۹۱۵ء محمد اقبال ۱۳

حضرت علامہؒ کے اس خط سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

(۱) حضرت علامہؒ کے دل میں حضرت امیرِ ملّت کا بے حد احترام تھا۔
(۲) حضرت علامہؒ، حضرت امیرِ ملّتؒ کی سرگرمیوں کو بنظرِ استحسان دیکھتے تھے۔
(۳) حضرت علامہؒ، حضرت امیرِ ملّتؒ کے دوروں میں دلچسپی رکھتے تھے اور باخبر رہتے تھے۔
(۴) حضرت علامہؒ، حضرت امیرِ ملّتؒ کے کارناموں سے اتنے متاثر تھے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی مثالیں دیا کرتے تھے۔
(۵) حضرت علامہؒ کا حضرت امیرِ ملّتؒ سے متاثر ہونا حضرت امیرِ ملّتؒ کی عظمت، بزرگی اور بلند مقام پر فائز ہونے کی روشن دلیل ہے۔

۱۹۲۹ء میں غازی علم الدین شہید کیس میں حضرت علامہؒ اور حضرت امیرِ ملّتؒ نے ایک ساتھ بلکہ یک جان ہو کر بھرپور کردار ادا کیا۔ دونوں بزرگوں نے دامے، درمے قدمے قلمے سخنے "علم الدین ڈیفنس کمیٹی" کی سرپرستی کی۔ اور غازی علم الدین شہید کی نمازِ جنازہ کے موقعہ پر دونوں زار و قطار رو رہے تھے، روتے بھی کیوں ناں کہ دونوں ہی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ایک اور عاشقِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کا جنازہ ان کے سامنے تھا۔ دونوں کا دردِ رنگ لا چکا تھا۔ حضرت علامہؒ نے اسی دوران غازی علم الدین کی شہادت کے بارے میں اشکوں سے منہ دھوتے ہوئے فرمایا :

"ہم باتیں ہی بناتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ترکھان لڑکا بازی لے گیا۔"

"اسیں گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا۔"

حضرت امیر ملت نے رندھی ہوئی آواز میں ارشاد کیا:

"دولت کا لالچ کیا ہے، میرے دل میں کبھی حکومت کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں کسی دنیاوی حاکم سے آج تک مرعوب نہیں ہوا۔ حمد و نعت کی وارفتگی میں میری تا نفس بجتی رہتی ہے۔ میں نے کسی سے آگے بڑھ جانے کے متعلق کبھی نہیں سوچا۔ حسد کی آگ سے خدائے قدوس نے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ مگر غازی علم الدین شہید کا حال دیکھ کر میرے دل میں اس آرزو نے انگڑائی لی، کاش! یہ موت مجھے نصیب ہوتی۔"

غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ کے وقت حضرت علامہ اقبال اور حضرت امیر ملت کا حال دیدنی تھا۔ حضرت علامہ نے پنجابی زبان کے نامور شاعر استاد عشق لہر سے جنازہ کے حسب حال رباعی سنانے کی فرمائش کی، جو درج ذیل ہے:

میاں اج دو رنگیاں ویکھیاں نیں نالے غم ساڈوں نالے عید بھی اے
علم الدین دی ایس بہادری دی ساڈوں دید بھی اے تے شنید بھی اے
جنت وچ رضواناں نے پچھنا ئیں کول خط اودھرے تے رسید بھی اے
عشق لہر محمد دا اوہ عاشق غازی مرد بھی اے تے شہید بھی اے

یہ رباعی سن کر حضرت علامہ نے فرط جذبات میں استاد عشق لہر کی پیشانی چوم لی اور فی البدیہہ ارشاد فرمایا:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر!
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں، تجھے کیا یاد نہیں
حرف لا تدع مع اللہ الٰھا آخر!

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ارشاد کیا:

"میں نے بیت الحرام میں نمازیں ادا کیں، مسجد نبوی میں سجدہ ریزیوں کا لطف بھی اٹھایا، مگر جو کیفیت علم الدین شہید کے جنازے میں شامل ہو کر ہوئی وہ مجھے کسی اور جگہ نہیں ملی، کیا عجب ہے کہ خواجۂ کل جہاں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے غلام کے جنازے میں خود تشریف لائے ہوں۔ اور اغلباً میری اس کیفیت کا سبب بھی یہی تھا۔" ؎

جہاں سُرور میسّر تھے جام و مے کے بغیر
وہ میکدے بھی ہماری نظر سے گزرے ہیں

حضرت امیر ملت ؒ نے غازی علم الدین شہید کے مقبرہ کی تعمیر کے لئے ایک خطیر رقم بصورت نقدی پیش کی۔ حضرت علامہ ؒ نے مزار کا ڈیزائن بنانے میں مفید مشورے دیئے اور یوں شہید محبت کا مزار تعمیر ہوا۔ ۱۳ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کی تحریک کے سلسلہ میں سکھوں نے ننگی تلواروں کا جلوس نکالا اور کہتے تھے کہ مسلمانوں کی گردنیں اُڑا دیں گے۔ اس پر حضرت علامہ اقبال ؒ نے حضرت امیر ملت ؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"شاہ صاحب! آپ گورنر سے کہہ کر مسلمانوں کو بھی تلواریں دلا دیں"

چنانچہ آپ نے گورنر سے ملاقات کی اور مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۵

حضرت علامہ اقبال نسبتِ بیعت کے قائل تھے۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے، جس میں مَیں خود بیعت رکھتا ہوں" ۱۶

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علامہ ؒ سلسلہ قادریہ میں کہاں بیعت تھے۔ بعض حضرات نے علامہ کی بیعت حضرت قاضی سلطان محمود ؒ آف اعوان شریف (گجرات) سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ کئی حضرات کا خیال ہے کہ حضرت علامہ ؒ نسبتِ بیعت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علامہ ؒ اپنے والد گرامی حضرت شیخ نور محمد ؒ سے بیعت تھے۔ اس بات کا انکشاف حضرت امیر ملت ؒ نے مئی ۱۹۳۵ء میں کیا تھا۔ آپ نے اس راز کی عقدہ کشائی فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

"اقبال نے رازداری کے طور پر مجھے کہا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم سے بیعت ہوں۔ اقبال کے والد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے، وہ انہی سے بیعت تھے ان کا سلسلہ قادریہ تھا" ۱۷

ہم اپنے دعوے کی تائید میں حضرت علامہ ؒ کا وہ قطعہ تاریخ درج کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے والد ماجد کی رحلت پر لکھا اور ان کے والد ماجد کے سنگ مزار (قبرستان امام صاحب ؒ سیالکوٹ) پر کندہ ہے۔ اس قطعہ میں حضرت علامہ ؒ نے اپنے والد ماجد کو اپنا "مرشد" ظاہر کیا ہے:

پدر و مرشدِ اقبال ازیں عالم رفت ما ہمہ راہِ رساں، منزلِ ما ملکِ ابد

ہاتف از حضرتِ حق خواست دو تاریخ رحیل آمد آواز "از رحمت" و "آغوش لحد" [۱۸]

حضرت امیرِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرۂ اعظم حضرت سیّد اختر حسین علی پوری راوی ہیں کہ حضرت علامہؒ
کی علالت کے دوران جب حضرت امیرِ ملّتؒ تیمار داری کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت علامہؒ بہت
خوش ہوئے اور اپنی بیعت کے بارے میں آپ کو گواہ بنایا۔ حضرت امیرِ ملّتؒ کے الفاظ کچھ یوں ہیں :

"میں ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں اُن کی عیادت کے لیے گیا تو ڈاکٹر صاحب
بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ "حضرت! آپ گواہ رہیں کہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا مرید ہوں۔ میں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ میرے والد صاحب فلاں
بزرگ کے خلیفہ تھے۔"

حضرت سیّد اختر حسینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امیرِ ملّتؒ نے اُن بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر
مجھے یاد نہیں رہا۔ [۱۹]

فروری ۱۹۳۶ء میں حج کو جاتے ہوئے حضرت امیرِ ملّتؒ نے ایڈیٹر روزنامہ "پیسہ اخبار"
لاہور کو اپنے ایک خط محررہ از بمبئی میں "تحریک مسجد شہید گنج" کے ضمن میں لکھا کہ "مجلس اتحادِ ملّت" مندرجہ
ذیل حضرات کو اپنے قیمتی مشورے میں شریک و شامل کر کے سہولت کار کی خاطر صحیح راہ پیدا کرے۔ ۱۔ ڈاکٹر
سر محمد اقبال ۲۔ ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۳۔ ڈاکٹر محمد عالم ۴۔ خان بہادر
شیخ عبد العزیز ۵۔ شیخ صادق حسن امرتسری ۶۔ میر مقبول محمود امرتسری ۷۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ امرتسری [۲۰]

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت میں حضرت امیرِ ملّتؒ نے حضرت علامہؒ سے فرمایا :-

"آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے"

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت علامہ یہ سُن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے :

"تو میری نجات کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کو میرا یہ شعر یاد ہے۔" [۲۱]

ایک اور صحبت میں حضرت امیرِ ملّتؒ نے حضرت علامہؒ سے فرمایا کہ :

"ڈاکٹر صاحب! آپ کا یہ شعر بھی مجھے یاد ہے :

میں نے سو گلشنِ جنّت کو کیا اُس پہ نثار
دستِ یثرب میں اگر زیرِ قدم خار آیا

اس پر علامہؒ نے اپنے ہاتھ حضرت امیر ملتؒ کے پاؤں مبارک کی طرف بڑھائے مگر حضرتؒ نے جلدی سے علامہؒ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے پاؤں چھونے سے منع فرما دیا۔ تب حضرت علامہؒ نے حضرتؒ امیر ملتؒ کا دست مبارک اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔

حضرت امیر ملتؒ کو علامہؒ کا یہ شعر بھی پسند خاطر تھا:

رخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ ایسا دوسرا آئینہ
نہ نگاہِ آئینہ ساز میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں ۲۲

حضرت علامہؒ کے دل میں حضرت امیر ملتؒ کی جو قدر و منزلت تھی اُس کا اظہار انہوں نے "ضرب کلیم" میں "مردِ بزرگ" کے عنوان سے ایک قطعہ میں کیا ہے:

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق! قہر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق!
انجمن میں بھی میسّر رہی خلوت اُس کو شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!
مثلِ خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں بات میں سادہ و آزادہ معانی میں دقیق!
اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا اُس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق! ۲۳

حضرت علامہؒ کی آخری زندگی فقیرانہ بسر ہوئی۔ تمام شب بیدار رہتے تھے۔ بعد نماز تہجد مناجات میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ تازہ اشعار جو اس عالمِ کیف میں موزوں ہو ہو کر زبان سے نکلتے تھے اُن کو طلوعِ آفتاب کے بعد قلمبند کر لیتے تھے۔ یہ فیض انہیں حضرت امیر ملتؒ کے واسطے سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ملا تھا۔ ۲۴

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو حضرت علامہ اقبالؒ کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت قدس سرّہ کو سخت صدمہ ہوا۔ ۱۰-۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو آپ کی زیر سرپرستی و زیر صدارت انجمن خدام الصوفیہ ہند کا ۳۵ واں سالانہ اجلاس علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں منعقد ہوا تو ہزارہا فرزندانِ توحید کے سامنے خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ سیالکوٹیؒ جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ ہند نے حضرت امیر ملتؒ کے ارشاد پر حضرت علامہؒ کی رحلت کے بارے میں نہایت ہی دردانگیز اور مؤثر تقریر کی۔ تمام حاضرین درد و غم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ بعد میں نہایت ہی خشوع و خضوع سے دعائے مغفرت کی گئی۔ دوسرے دن ۱۱ مئی کو اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرّہ نے خود تمام حاضرین کو حضرت علامہؒ کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا خصوصی حکم دیا اور تمام حاضرین نے دلی درد کے ساتھ دعائے مغفرت کی۔ ۲۵

حضرت امیر ملت قدس سرّہ کو حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بے پناہ محبت تھی اور آپ

اُن پر بے حد شفقت فرماتے تھے، یہی وجہ ہے اپنی آخری علالت میں حضرت علامہؒ کا یہ شعر بار بار پڑھتے اور جب کوئی آپ کا حال دریافت کرتا تو یہی شعر سُنا دیتے :

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ ۲۶

حواشی

(۱) "سبیل الرشاد" از سید ممتاز علی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء صـ ۳۴، ۳۵۔
روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۲۱ اگست ۱۹۹۴ء صـ ۳ ۔

(۲) "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء صـ ۳۵، ۳۶ ۔ ۲۹۴، ۲۸۵۔
سہ ماہی "اقبال ریویو" کراچی بابت جنوری ۱۹۶۱ء صـ ۱۲، ۱۷۔

(۳) "ذکرِ اقبال" از عبدالمجید سالک مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء صـ ۲۵۵ ۔
"اقبال نامہ" حصہ اوّل از شیخ عطاء اللہ صـ ۹۷

(۴) "ذکرِ اقبال" صـ ۱۹۱

(۵) "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۰ء صـ ۳۴ تا ۳۹۔
"معاصرین، اقبال کی نظر میں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء صـ ۴۰ ۔

(۶) "بالِ جبریل" از علامہ اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۴۷ء صـ ۱۱، ۲۱۲۔

(۷) "ضربِ کلیم" از علامہ اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء صـ ۸۸ ۔

(۸) "سیرتِ اقبال" از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء صـ ۱۰۸۔
"صوفیہ نقشبند" از حکیم سید امین الدین احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء صـ ۳۵۴۔
"سیرتِ امیر ملت" از سید اختر حسین علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ علی پور سیداں ۱۹۷۵
"کراماتِ امیر ملت" از بخشی مصطفےٰ علی خاں میسوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء صـ ۱۹ ۔

(۹) "انوارِ شاہ جماعت" (قلمی) جلد سوم از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی، حیدرآباد دکن صـ ۴۹۴۔

(۱۰) "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" صـ ۲۷۷ تا ۲۸۰ ۔ "معاصرین، اقبال کی نظر میں" صـ ۲۳۸ تا ۲۴۱۔

(۱۱) "سیرتِ امیرِ ملّت" صـ ۳۵۹ تا ۳۶۱ ۔

(۱۲) "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" صـ ۲۸۷ ، ۲۸۸ ۔

(۱۳) "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" صـ ۲۸۸ ـــــ "دانائے راز" از سیّد نذیر نیازی مطبوعہ لاہور
"انوارِ اقبال" از بشیر احمد ڈار مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء صـ ۵۹ ، ۶۰ ۔

(۱۴) "غازی علم الدین شہید" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء صـ ۸۷ ، ۹۴ ، ۱۳۵ ،
۱۴۰ ، ۱۴۵ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۳ ، ۱۶۸ ، ۱۹۱ ، ۱۹۷ ، ۲۱۱ ۔

(۱۵) "انوارِ شاہ جماعت" (قلمی) جلد چہارم صـ ۶۷۳ ۔

(۱۶) "ذکرِ اقبال" صـ ۲۴۸ ـــــ "دانائے راز" صـ ۲۵ ۔
"حضرت مجدّد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" صـ ۳۱ ـــــ "اقبال نامہ" جلد اول صـ ۷۷ ، ۷۸ ،

(۱۷) "ذکرِ اقبال" صـ ۲۴۸ ـــــ "سیرتِ اقبال" صـ ۱۰۳ ۔

(۱۸) "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" صـ ۳۴ ـــــ "دانائے راز" صـ ۲۸ ۔

(۱۹) "سیرتِ امیرِ ملّت" ۔ صـ ۱۱ ۔

(۲۰) ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء صـ ۶۱ بحوالہ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور بابت
۲۰ ر فروری ۱۹۳۶ء ۔

(۲۱) "سیرتِ امیرِ ملّت" صـ ۱۰۴ ـــــ "سیرتِ اقبال" صـ ۱۰۸ ۔
"صوفیۂ نقشبند" صـ ۳۵۳ ، ۳۵۴ ـــــ "کراماتِ امیرِ ملّت" صـ ۱۹

(۲۲) "انوارِ شاہ جماعت" (قلمی) جلد سوم صـ ۴۹۴ ۔

(۲۳) "ضربِ کلیم" صـ ۱۲۹ ـــــ "صوفیۂ نقشبند" صـ ۳۵۳ ، ۳۵۴ ۔
"کراماتِ امیرِ ملّت" صـ ۱۹ ، ۲۰

(۲۴) "انوارِ شاہِ جماعت" (قلمی) جلد سوم ۴۹۴ ۔

(۲۵) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۱/۲۸ ر اپریل ، ۲۸ ر مئی ۱۹۳۸ء صـ ۱ ۔
ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت مئی ۱۹۳۸ء صـ ۲۲ ، ۲۳ ۔

(۲۶) "صوفیۂ نقشبند" صـ ۳۵۴ ـــــ "کراماتِ امیرِ ملّت" صـ ۱۹ ۔

قائدِ اعظمؒ اور امیرِ ملتؒ رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علماء و مشائخ کے قدسی گروہ نے ہر دور میں حق و صداقت کا ساتھ دیکر ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس حق گوئی و بے باکی کی پاداش میں کبھی دار و رسن کو چومنا پڑا اور کبھی قید و بند کی تکالیف کو برداشت کرنا پڑا، کبھی غیروں نے سدِّ راہ بن کر اُن کو ناکام بنانے کی سعی ناشکور کی اور کبھی اپنوں ہی نے حسد کی آگ میں جل کر انہیں ذلیل و خوار کرنے کی قسم کھائی مگر قافلۂ حق اپنی منزل کی جانب شاداں و فرحاں جادہ پیما رہا اور مخالفین اُس کی گردِ راہ کو بھی نہ پاسکے۔

سنوسیٔ ہند امیرِ ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری قدس سرہٗ کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی مذہب و ملت کی خدمت میں گزار دی۔ انگریز حکومت اور کانگرس کی عیاریوں کے بے نقاب کر کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی پوری پوری کوشش کی برِّ صغیر میں مسلم مفاد کی جو بھی تحریک چلی، آپ نے اُس کا دل و جان سے ساتھ دیا۔ تحریکِ خلافت، شدھی تحریک، فتنۂ ارتداد، تحریکِ شہید گنج، سارداایکٹ، غازی علم الدین شہید کیس، علی گڑھ تحریک اور تحریکِ پاکستان میں آپ کی خدمات سے کون واقف نہیں ہے۔ اس بات میں بال برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ اگر تحریکِ پاکستان میں حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی تائید و حمایت حاصل نہ ہوتی تو شاید پاکستان کبھی تک معرضِ وجود میں نہ آتا یا اس کا نقشہ بہت مختلف ہوتا۔

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کو قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے سلسلے میں جس قدر مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا وہ ایک الگ باب کی متقاضی ہیں اور اس وقت اُن کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس وقت ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ قائدِ اعظمؒ اور امیرِ ملتؒ کے تعلقات کیا تھے اور یہ روابط کیسے اور کیونکر قائم ہوئے اور حضرت امیرِ ملتؒ نے قائدِ اعظمؒ کی کیوں اور کیسے حمایت کی؟

۱۹۰۶ء میں جب ڈھاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈر مثلاً مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء)،

نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء)، نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء)، حکیم اجمل خاں (ف ۱۹۲۷ء) اور جسٹس شاہ دین ہمایوں (ف ۱۹۱۸ء) وغیرہم نواب سلیم اللہ خاں (ف ۱۹۱۵ء) کے ہاں سر جوڑ کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیئے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کے قیام کا اعلان کیا۔ تو حضرت امیر ملت قدس سرہ کے میلانات طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور آپ نے اس کے سیاسی کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دامے درمے، قلمے سخنے اور قدمے حمایت فرماتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جداگانہ قوموں کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے آپ ہی نے قائد اعظم کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ آپ اس وقت حیدر آباد دکن میں مقیم تھے۔ وہاں سے قائد اعظم کے نام ایک ہمدردانہ اور پرخلوص خط مع تبرکات بمبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

"قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں یہ بوجھ آپ پر آن پڑا ہے، میں آپ کی مدد کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہوں۔ میں اور میرے متوسلین آپکے معاون و مددگار رہیں گے، آپ مطمئن رہیں۔" [۱]

۱۱ رمئی ۱۹۳۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس منعقدہ علی پور شریف سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کی ملت اسلامیہ کیلئے خدمات اور مساعی جمیلہ کا اعتراف فرماتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [۲]

۱۹۳۹ء میں جب کانگریس کے سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح ہوئی اور کانگرس وزارت مستعفی ہو گئی تو حضرت قائد اعظم نے جمعۃ المبارک ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم نجات" قرار دیکر اسلامیان ہند سے بعد جمعہ بارگاہ عزوجل میں نفل شکرانہ پیش کرنے کی اپیل کی تو آپ نے دربار عالیہ علی پور سیداں (سیالکوٹ) میں شایان شان "یوم نجات" منانے کا اہتمام فرمایا اور مسجد نور میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دوگانہ

---

[۱] ـــ "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۵۳۔

[۲] ـــ "انوار امیر ملت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ برجکلاں (قصور) ۱۹۷۹ء ص ۱۵۔

ماہنامہ "انوار الصوفیہ" اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۳ ـــ "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۶ء ص ۸۸ ـ ۲۸۷ ـــ [۳] ـ ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴

شکرانہ ادا فرمایا اور اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور "یومِ نجات" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

> "دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ حاضرین نے بآوازِ بلند جواب دیا کہ اسلام کے! پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے تلے کھڑا ہوا، کیا تم اس کے جنازے کی نماز پڑھو گے؟ حاضرین نے بالاتفاق کہا، نہیں! ہرگز نہیں! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے، ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔" ۴

اس زمانے میں گو عام مسلمانوں کا سیاسی شعور بیدار ہو چکا تھا اور مسلمان اپنے دوست دشمن میں تمیز کرنے لگے تھے تاہم کثیر التعداد مسلمان ہنوز مسلم لیگ سے برگشتہ تھے اور قائدِ اعظمؒ کو اجنبی سمجھتے تھے لیکن آپ کی روحانی بصیرت پر قائدِ اعظمؒ کی قلبی کیفیات منکشف ہو چکی تھیں اور آپ ان کو ملت کا بہی خواہ، سچا ہمدرد اور خادم خیال کرتے تھے اسی لیے آپ نے "یومِ نجات" میں اپنے خیالاتِ عالیہ کا اظہار فرما کر قائدِ اعظمؒ کی تائید فرمائی جس کے نتیجے کے طور پر ملک کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک آپ کے لاکھوں مریدوں اور ارادتمندوں نے مسلم لیگ میں خود شمولیت کی اور دیگر مسلمانوں کو بھی مسلم لیگ کے پرچم تلے لا کھڑا کیا۔

اس کے بعد جوں جوں قائدِ اعظمؒ کی سیاسی خدمات منظرِ عام پر آتی گئیں، آپ کی توجہ مبارک روز بروز قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ کی طرف مبذول ہوتی گئی۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء میں جب قائدِ اعظمؒ علیحدہ قومیت کی بنا پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ پاکستان کے موقع پر حسبِ ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر حضرت قائدِ اعظمؒ کو اپنی تائید و حمایت کا مکمل یقین دلایا۔ تار کا مضمون یہ تھا :

> "فقیر مع ۸ کروڑ جمیع اہلِ اسلام ہند، دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی مدارج کے لیے دعا کرتا ہے۔" ۵

---

۴ — ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۷ فروری ۱۹۴۰ء ص۸ بحوالہ "تذکرہ شاہ جماعت" از سید حمید حسین علی پوری طبع لاہور ۱۹۷۰ء

۵ — "تذکرہ شاہ جماعت" ص۹۹ — "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص۳۰

۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو ظہر کے وقت خاکسار کارکن رفیق صابر آف مزنگ لاہور نے قائدِ اعظمؒ پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اُسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیرِ ملّتؒ ان دنوں حیدر آباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ رات کو دس بجے کے قریب مسلمانانِ حیدر آباد دکن کے محبوب رہنما لسان الاُمّت قائدِ ملّت حضرت الحاج نواب بہادر یار جنگؒ (ف ۱۹۴۴ء) صدر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و صدر مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن، عجیب پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ روح فرسا خبر سنائی۔ آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ آپ نے فوراً رو بہ قبلہ ہو کر حضرت قائدِ اعظمؒ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر و کامیابیٔ مقاصد کے لیے دُعا مانگی۔ دوسرے دن آپ نے بقلمِ خاص قائدِ اعظمؒ کے نام ہمدردی و مزاج پُرسی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور جب نواب بہادر یار جنگؒ دوبارہ حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا مکتوب اُن کو سنایا اور پھر نواب صاحبؒ کی تجویز پر اس کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کرا کے اصل تحریر کو اُس کے ساتھ منسلک فرمایا اور اس کے علاوہ ایک نادر قلمی نسخہ قرآن مجید، ایک مخملی جانماز، ایک تسبیح، ایک شال، ایک زمزمی آبِ زمزم اور دیگر اشیاء بذریعہ حضرت بخشی مصطفےٰ علی خانؒ (ف ۱۹۷۴ء) (خلیفۂ امیرِ ملّت و سابق ڈی ایس پی بنگلور) حضرت قائدِ اعظمؒ کو روانہ فرمائیں[ے]۔

حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ نے اپنے مکتوبِ گرامی میں سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ

"قوم نے مجھے امیرِ ملّت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے انہیں امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔

اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے فالِ نیک ہے آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ حصولِ مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے، اُس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں

ے "قائدِ اعظم پر قاتلانہ حملہ" ایک بیرسٹر کے قلم سے ——— مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء صہ ۴۴

اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔"

بخشی صاحب جب حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا مکتوب گرامی لے جاکر جانے لگے تو نواب بہادر یار جنگ بھی تشریف لے آئے اور بخشی صاحب کو اپنی طرف سے حضرت قائد اعظم کے نام مندرجہ ذیل خط دیا:

حیدرآباد دکن
۳ / اگست ۱۹۴۳ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح

حامل رقعہ ہذا خان بہادر بخشی مصطفیٰ علی خاں، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (محدث علی پوری) کے پیغامبر ہیں جن کے پورے ہندوستان میں لاکھوں مرید اور جاں نثار موجود ہیں۔ وہ (مفتی) کفایت اللہ (دہلوی، دیوبندی) مولانا احمد سعید (دہلوی دیوبندی) اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ انہوں نے ہمیشہ خود کو ہر قسم کے سیاسی جوڑ توڑ سے بالاتر رکھا ہے اور صرف اپنے مذہبی تشخص و تبلیغ اسلام پر نظر رکھی ہے۔ مجھے جب بھی اُن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اُن کو آپ کا مدّاح اور قدر شناس پایا۔ وہ آپ کے لیے بڑے نیک خیالات رکھتے ہیں۔ آپ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کے ضمن میں اُن کے اخباری بیان نے اُن کے مریدوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں جن میں اعلیٰ حیثیت اور اثر و رسوخ والے اشخاص شامل ہیں۔ امیر ملت نے اپنے پیغامبر کے ذریعے آپ کے لیے ایک خط اور کچھ تحائف بھی ارسال کیے ہیں۔ ان تحائف میں قرآن حکیم کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو یمن میں تیار ہونے والے کپڑے پر مدینہ طیبہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

---

[۱] سیرتِ امیر ملت از سید اختر حسین مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۴۹۷ — روزنامہ رہبر، حیدرآباد دکن یکم اگست ۱۹۴۳ء
اسلام اور قائد اعظم از محمد حنیف شاہد، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۸۷، ۱۸۷۔
قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ از محمد حنیف شاہد، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰

نوٹ: اس خط سے قبل قاتلانہ حملہ کی مذمت میں حضرت امیر ملت کا بیان مختلف اخبارات میں چھپا۔ روزنامہ انقلاب لاہور نے اس بیان کو اپنی اشاعت مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۳ء صہ۱ پر شائع کیا۔ (قصوری)

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اُن کے پیغامبر کو چند منٹ کے لیئے ملاقات کا وقت دے دیں اور پیر صاحب کو جوابا ستائش و تشکر کا خط لکھ دیں۔ یہ اقدام اس محترم شخصیت کی حوصلہ افزائی اور اخلاص کے لیے بڑا سودمند ثابت ہوگا۔

میں آپکی صحت یابی اور درازی عمر کے لیئے دعاگو ہوں۔

آپ کا مخلص ترین،

محمد بہادر خاں" [۵]

بخشی صاحب، خط اور تحائف لے کر بمبئی گئے۔ مالابار ہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ مخدومۃ القوم فاطمہ جناح کو مادر ملت سے مل کر خط اور تحائف اُن کو دے آئے اور واپس آ کر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت امیر ملت کو مطلع کیا چند روز بعد (۱۱ راگست ۱۹۴۳ء کا لکھا ہوا) قائد اعظم کا خط آیا، جس میں انہوں نے سلام و دعا کے بعد لکھا تھا کہ:

"جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لیئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیئے ہیں، ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جا نماز آپ نے اس لیئے عطا کی کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ تسبیح آپ نے اس لیے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے، میں اس اشارے کی تعمیل بھی کروں گا۔" [۹]

جب قائد اعظم کا مکتوب حضرت امیر ملت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ:

---

[۵] — "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر، کراچی ۱۹۸۵ء، ص ۵۲-۱۵۱۔

[۹] — "ہر برگ گل" مجلہ اُردو کالج کراچی، قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۹۳

"میں حیدر آباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب بمبئی میں ہیں۔ اتنے بُعد مسافت پر ان کو میرے مافی الضمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ درآں حالیکہ میں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بے شک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دل کی بات جان لی" [۱]

نواب بہادر یار جنگ کے خط کے جواب میں قائداعظم نے یہ خط لکھا :

۱۱ اگست ۱۹۴۳ء

ڈیئر نواب بہادر یار جنگ

مجھے پیر صاحب کا خط ملا اور میں بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے قرآن شریف کا ایک نسخہ، مدینے کی بنی ہوئی جانماز، تسبیح اور زمزم اپنے پیغامبر خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام اپنا خط منسلک کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو ان کے صحیح پتہ پر ارسال کر دیں گے۔ میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ان کے پیغامبر کو خوش آمدید نہ کہہ سکا البتہ مس جناح نے ان کا استقبال کیا اور تحائف وصول کئے۔ میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں۔ تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مس جناح اور میرا سلام قبول فرمائیے۔

آپ کا پُرخلوص

ایم اے جناح [۲]

جون ۱۹۴۴ء میں حضرت امیر ملت، سری نگر (کشمیر) میں تشریف فرما تھے کہ قائد ملت چوہدری غلام عباس (ف ۱۹۶۷ء) جو آپ کے مرید صادق تھے، قائداعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائداعظم کی پُرتکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۴۵ کھانے دسترخوان پر چُنے گئے اور کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتابہ یا گشتابہ نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے تیل میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت کے اختتام پر حضرت نے قائداعظم کو تحائف بھی دیئے۔ [۳]

---

[۱] سیرت امیر ملت صہ ۱۸۰۔۱۸۱ — [۲] قائداعظم خطوط کے آئینے میں، صہ ۱۵۲-۱۵۳ —
[۳] ہفت روزہ "الفقیہہ" امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۴۴ء صہ ۱۱

اس دعوت کی تفصیل مشہور کشمیری مورخ کلیم اختر (ف ۱۹۹۶ء) کی زبانی سُنئیے:

"۱۹۴۴ء حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سرینگر میں تھے۔ آپ کا قیام ہوس بوٹ میں تھا۔ جموں اور سرینگر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے ہزاروں مرید بن تھے۔ جموں میں قاضی خاندان اُن سے بیعت تھا۔ جموں تشریف لاتے تو قاضی امیرالدین صاحب مرحوم والد ماجد قاضی شمس الدین مرحوم اور قاضی ظہور الدین (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب کے ہاں قیام فرماتے چوہدری غلام عباس مرحوم کو بھی اُن سے عقیدت و ارادت تھی۔ میرے تایا ماسٹر غلام حیدر مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر، حضرت صاحبؒ کے مرید تھے۔

سرینگر میں ۱۹۴۴ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے اعزاز میں نشاط باغ میں ایک بہت بڑی دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت فرشی تھی، سبزہ زار پر قالین بچھائے گئے اور گاؤ تکیے لگائے گئے اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے بھی سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کی اس دعوت میں سرینگر کے معززین کے علاوہ اُن کے مریدوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ اور اُن کے رفقاء کار سے بات چیت کی۔

اس مجلس کی ایک بات بہت مشہور ہوئی کہ دعوت کے خاتمہ پر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے ایک مرید نے ایک ڈبہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگار نکال کر قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کو پیش کیا۔ جسے انہوں نے لیا اور سُلگا لیا۔ بعد میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جیسے ممتاز اور عظیم عالم دین نے سگار کیوں پینے کے لیے دیا۔

آپ نے فرمایا۔ آپ لوگ اس انسان کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں یہ کھانے کے بعد سگار پیتے ہیں اور میرے مہمان ہیں۔ میری نظروں میں اس کا درجہ ولی سے کم نہیں ہے۔

یہ جواب سُن کر سوال کرنے والا خاموش ہو گیا اور اس موقع پر حضرت

پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ نے لوگوں کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت بھی دی اور تلقین بھی کی۔" [۱۳]

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائداعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی کی اور دو جھنڈے عطا فرمائے، اُن میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ۔ فرمایا کہ سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے۔ اور دوسرا کفر کا۔ فوراً آپ نے اخبارات اور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اس پیشگوئی پر کامل یقین کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ:

"میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملتؒ مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔" [۱۵]

تحریک پاکستان کے نامور کارکن پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی (ف ۱۹۹۸ء) اس دعوت کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں، یہ بھی سن لیجیے:

"۱۹۴۴ء ہی میں سیالکوٹ کے بعد، قائداعظمؒ کشمیر تشریف لے گئے، وہاں اُن دِنوں میرے پیرو مرشد حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی سری نگر میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت صاحب کو حضرت قائداعظمؒ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سید نور حسین شاہ صاحب کو اپنے مریدانِ خاص الحاج اللہ دوھایا لائلپوری اور الحاج غلام جیلانی (جیلانی ٹینٹ سروس راوی روڈ لاہور) کے ہمراہ دعوتِ عصرانہ کی دعوت دینے کے لیے بھیجا، قائداعظمؒ نے بخوشی حضرت امیر ملتؒ کی دعوت قبول فرمائی۔ آپ جب دعوت میں شرکت کے لیے پہنچے تو ہمارے حضرت صاحب نے تمام مریدین اور معتقدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر قائداعظمؒ کا استقبال کیا اور انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ قائداعظم کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

دعوت کے اختتام پر قائداعظمؒ نے آپ سے مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا کی درخواست کی، جس پر آپ نے انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی قائداعظم کی درازی عمر اور صحت کے لیے

[۱۳] ہفت روزہ "استقلال" لاہور ۲۵ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۱۱
[۱۴] مجلہ "برگِ گل"، قائداعظم نمبر، ص ۱۹۴

خصوصی دعا بھی فرمائی اور اپنے ہاتھ سے قائدِ اعظم کو نہایت قیمتی سگار کا تحفہ پیش کیا، حالانکہ حضرت صاحب کی محفل میں کوئی شخص بھی سگریٹ تک بھی نہیں پی سکتا تھا۔ قائدِ اعظم کے رخصت ہونے کے بعد آپ کے مرید خاص حاجی اللہ ودھایا نے نہایت عاجزی سے استفسار کیا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ۱۹۳۶ء میں دیکھا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے شیر دل لیڈر حضرت مولانا شوکت علی اسی عقیدت، نیازمندی اور خلوص سے قائدِ اعظم کا احترام فرماتے تھے جیسے کوئی پاکباز مرید اپنے مرشد کا ادب کرتا ہو۔

مولانا شوکت علی مرحوم کے ۱۹۳۹ء میں کہے گئے الفاظ قائدِ اعظمؒ کی عظمت کی ہمیشہ گواہی دیتے رہیں گے۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"میرے پاس عمل اور تنظیم کی جتنی بھی قوت ہے، وہ جناحؒ کے لیے وقف ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر مخلص، دیانتدار، راست گو اور ہندو سیاست کو سمجھنے اور ترکی بہ ترکی جواب دینے والا سارے ہندوستان میں کوئی نہیں ہے۔"

اسی طرح میرے پیر و مرشد نے اپنے مرید خاص سے فرمایا: مسٹر جناحؒ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خاص بندوں میں شامل ہے اور قدرتِ کاملہ اس سے مسلمانوں کی آزادی کے "ہیرو" کا کام لینے والی ہے، اس لیے میرے مریدین اور معتقدین کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دل و جان سے نہ صرف جناح کی عزت و احترام کریں بلکہ ان کے احکامات کی بھی پوری پوری تعمیل کریں۔"

یہ الفاظ نہ صرف میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں بلکہ اسی لیے جب بھی جی ایم سید یا غفار خاں جیسا کوئی شخص، قائدِ اعظم کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے اور میرے پیر و مرشد کے الفاظ میرے دل و دماغ میں قائدِ اعظمؒ کی عظمت اور محبت کو دوچند کر دیتے ہیں اور میرا سر بانیٔ پاکستان، بابائے قوم حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے حضور انتہائی عقیدت و احترام سے جھک جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زندگی کے آخری سانس تک اپنے پیارے قائدِ اعظمؒ کے اس عطیۂ خداوندی چمنستانِ پاکستان کی بقا اور سالمیت کے لیے جد و جہد جاری رکھوں گا۔" [۱۵]

---

[۱۵] "مٹی کی محبت" از پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۷ تا ۹۔

۱۹۴۵ء میں جب کانگرسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی حضرت امیر ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں ملک کے کونے کونے میں دورے کیے اور قائد اعظم کے حق میں فضا سازگار بنائی۔ آپ کی جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگرس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو بمصداق "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار نے قائد اعظم کی ذات والا صفات پر گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے عام اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا:

"دو قومی نظریہ سب سے پہلے سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا، اب قائد اعظم نے اسی دو قومی نظریہ کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کے لیے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلا تمیز غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے، مسلمانوں نے قائد اعظم کو اس مقدمے کا وکیل بنا لیا ہے اور پھر اُن کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اور رکیک سوقیانہ حملے کرنا کیا معنی؛ ماسوائے ذاتی کدورت و حسد کے۔ یہ تو ایک اصول کی بات تھی، اب رہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لیکر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجا لا رہا ہو۔"[۱۶]

اس کے بعد آپ نے قائد اعظم کی تائید و حمایت کے لیے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ نومبر ۱۹۴۵ء میں ایک بیان میں فرمایا:

"...... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانان ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیے۔"

ماہنامہ "انوار الصوفیہ"، قصور، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۴۲ ــــ "برگ گل" قائد اعظم نمبر ص ۱۹۴

فقیر بحیثیت امیر ملت، قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کی اس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں۔ اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔" [۱۷]

۱۹۴۵ء ہی میں شعبہ نشر و اشاعت پنجاب مسلم لیگ نے ایک اشتہار بعنوان "تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام" شائع کیا، جس کا عکس ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور کے شمارہ جون ۱۹۷۶ء میں چھپ چکا ہے۔ اس اشتہار میں بہت سے مشائخ عظام نے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان فرمایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

"محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔" [۱۸]

اس کے بعد آپ نے اور زیادہ انہماک اور جوش و خروش سے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی حمایت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشینی چھوڑ کر میدان عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے ذریعے تعاون عمل کے پیغامات موصول ہوئے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف (پیر امین الحسنات، ف ۱۹۶۰ء) خود بہ نفس نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر مشروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

"حاضر ہو گیا ہوں، اب جو حکم ہو گا تعمیل کروں گا۔"

آپ نے فرمایا:

"اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں، ہم سب کا ہے، آپ بھی اُن کی اعانت فرمائیں۔" [۱۹]

۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب مانکی شریف نے قائد اعظم کی مانکی شریف ضلع پشاور میں ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کو جلسہ کی صدارت کیلئے دعوت دی لیکن آپ ناسازیٔ طبع کے باعث تشریف نہ لے جا سکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۱ء) کو قائد اعظم کے لیے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی اور

---

[۱۷] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱ بحوالہ "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" ص ۳۸

[۱۸] "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" ص ۴۲-۴۴ [۱۹] "سیرت امیر ملت" ص ۸۳-۸۴

کئی دوسرے تحائف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریف نے حضرت سراج الملت کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائدِ اعظم جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملت آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائدِ اعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ "حضرت امیر ملت نے آپ کی کامیابی کا طلائی تمغہ بھیجا ہے۔" یہ سن کر قائدِ اعظم بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا: "پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔" اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملت کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائدِ اعظم کی شیروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائدِ اعظم نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔ [۲۰]

۱۰۰۹۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں حضرت امیر ملت نے جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے مسلم لیگ اور قائدِ اعظم کی تائید و حمایت میں فرمایا:

"حکومت اور کانگرس دونوں کان کھول کر سن لیں، کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزلِ مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ اُن کے سچے رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سید ہوں۔ سید موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔" [۲۱]

ذرا اندازہ فرمایئے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے کس قدر دلیری، جرأت اور بے باکی کے ساتھ قائدِ اعظم کی تائید و حمایت کی۔ ہر قسم کی مخالفت، قتل کی دھمکیاں اور گوناگوں رکاوٹیں آپ کے سدِ راہ نہ بن سکیں، اور آپ ایک مردِ مومن کی سی شان کے ساتھ اللہ کے سپاہی یعنی قائدِ اعظم کی حمایت فرماتے رہے اور مخالفین و معاندین کے منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے آپ ہی جیسے بزرگوں کے بارے میں فرمایا ہے

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

۲۷ر اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس میں فقید المثال اجلاس شروع ہوا تو

---

[۲۰] "سیرتِ امیر ملت" صد ۸۳۱، "قائدِ اعظم اور سرحد" از عزیز جاوید، پشاور، ۱۹۷۸ء، صد ۱۴۹۔

[۲۱] "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری، لاہور ۱۹۶۶ء، صد ۵۰۶-۷

کانگرسی علماء نے اپنے ایجنٹ بھیج کر اجلاس درہم برہم کرنے کی سازش تیار کی، ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائداعظم کو کافر ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائداعظم کے بارے میں جو تعریفی کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتمد خاص صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ساتھ سٹیج پر تشریف لا رہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس سازش کی خبر دے دی۔ آپ جلسہ گاہ پہنچے تو آپ کو کرسی پر بٹھا کر اسٹیج پر لایا گیا آپ کی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ یک لخت پورے جوش کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رو سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (سورۂ مریم: ۹۶)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔"

تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائداعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب رہی میری عقیدت تم اس کو کافر کہو، میں اس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔ اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو بحمداللہ میں صحیح النسب سید ہوں اور سید ماں کے پیٹ سے صدر ہوتا ہے۔ تمام امت آلِ رسول پر درود بھیجتی ہے۔ اس لیے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے شرف حاصل ہے۔" [۲۲]

آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن مخالفین نے بعد ازاں بھی مخالفت جاری رکھی، چنانچہ ایک دفعہ امرتسر میں مسجد میاں جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ جناح کافر ہے یا مسلمان؟ آپ نے برجستہ جواب دیا:

[۲۲] ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۴-۱۵۔

"تمہیں کون سی اُس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو"

پھر ارشاد فرمایا :

"ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں، یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ اُن کا مذہب و مسلک کیا ہے؟"

اہلِ جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ نے بڑھ کر حضرت کے قدم پکڑ لیے اور اعتراف کیا کہ "اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا :

"مولانا صاحب! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے اُسے کامیابی ہو گی"

پھر فرمایا :

"پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا، بارگاہِ ربّ العزت سے اُس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں" [۲۳]

۱۹۴۵ء/۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کیے اور قائدِ اعظمؒ کی استدعا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، اُمیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادگان اور مریدین نے بھی مسلم لیگی اُمیدواروں کے لیے شب و روز کام کیا حتیٰ کہ مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ قائدِ اعظمؒ نے بمبئی میں آپ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارکباد دی اور کہا کہ :

"یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دُعا کا نتیجہ ہے"

آپ نے قائدِ اعظمؒ کو مبارکباد کا تار دیا، جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ :

"یہ سب آپ کی ہمت اور دُعا کا صلہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا" [۲۴]

جولائی ۱۹۴۶ء میں حضرت امیرِ ملتؒ کو معلوم ہوا کہ قائدِ اعظمؒ آئندہ سال زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے انہیں ایک تفصیلی خط لکھا جس میں مناسکِ حج، زیارت کی تفصیلات، مقامات کے فاصلے اور اخراجات تک تحریر فرمائے اور تمام اخراجات اپنی گرہ سے ادا کرنے کی پیشکش کی۔ خط ملاحظہ فرمایئے :

---

[۲۳] "سیرتِ امیرِ ملت" صـ ۴۷۹ [۲۴] ایضاً صـ ۴۸۷

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ

۱۰ر جولائی ۱۹۴۶ء

قائداعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے آئندہ سال سفرِ حج پر تشریف لیجانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے فقیر کو اس مژدہ سے دلی مسرت ہوئی ہے۔ فقیر آپکو اس مبارک عزم پر ہزار ہا مبارکباد دیں دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس عزم مبارک میں برکت عطا فرما دے۔ لیکن فقیر آپکو یہ مشورہ دیتا ہے کہ آپ بجائے سال آئندہ حج کرنے کے اسی سال حج و زیارت کا ارادہ کریں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے ذمے جو حج فرض ہے وہ ادا ہو جائے گا اور جو لوگ آپکی طرف سے سوءِ ظن رکھتے ہیں اور آپ کے عقائد و اعمال اور دین و مذہب پر طعن کرتے ہیں۔ اُن پر اور تمام عالم پر آپ کی محبتِ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، برائی العین نظر آ جائے گی اور آپ کا نورِ ایمان سب پر روشن ہو جائے گا اور اُمید ہے کہ اس کے بعد ان مخالفین کی گردنیں بارِ ندامت سے نہ اُٹھ سکیں گی۔ یہ غلط فہمی جس قدر رفع ہو سکے بہتر ہے اور وہ آپ کے حج کو جانے سے دفع ہو جائے گی۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ مُلک حجاز اور حرمین شریفین طیبین کی حالت کو اور بالخصوص حالاتِ سفرِ حج بچشم خود معائنہ کر سکیں گے۔ سعودی حکومت نے ارکانِ حج و زیارت کا ادا کرنا عامۃ المسلمین کے لیے جس قدر دشوار کر رکھا ہے اس کا صحیح اندازہ دیکھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ موٹر لاریوں اور اونٹوں کا کرایہ، قسم قسم کے محصول اور ٹیکس اس قدر کثیر و گراں کر دیئے گئے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے فریضۂ حج کو بجالانا سخت دشوار ہو گیا ہے۔ ہمیشہ ہندوستان سے بڑی کثیر تعداد میں حجاج سفر کرتے ہیں اور حکومتِ حجاز کو ہندوستان کے حاجیوں سے زرِ کثیر حاصل ہوتا ہے۔ جس سال ہندوستان سے حاجی نہ جا سکے حکومتِ حجاز کو سخت نقصان اٹھانا پڑا لیکن باوجود اس کے حکامِ حجاز، حاجیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ ہندوستان والے

بہت کچھ فریاد کرتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا۔ اب آپ خود حجاز میں حاضر ہو کر بچشم خود تمام حالات دیکھیں گے تو اُمید ہے کہ حکومت حجاز سے حاجیوں کے لیے مراعات حاصل کر سکیں گے۔ آپ مسلمانانِ ہند کے قائدِ اعظم ہیں۔ آپ کی آواز ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی متحدہ آواز ہے۔ آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ کی آواز ارضِ حجاز میں بھی رائیگاں اور بے اثر نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ اسی سال حج کو چلے جائیں تو اُمید ہے کہ اہلِ ہند کے لیے جلد سہولت و آسانی کی راہ نکل آئے گی۔

نجدی حکومت کے مظالم کے متعلق مثال کے طور پر چند واقعات کا تذکرہ کرتا ہوں۔ جدّہ شریف سے مکہ شریف کا فاصلہ ۴۵ میل کا ہے اور موٹر لاری میں ایک گھنٹے کا سفر ہے لیکن اس کا کرایہ حاجیوں سے سو روپے فی کس لیا جاتا ہے۔ مکہ شریف سے عرفات شریف ۹ میل ہے، اس کا کرایہ پچاس روپے لیتے ہیں۔ مکہ شریف سے مدینہ شریف ۲۷۵ میل ہے۔ ڈیڑھ دن کا سفر ہے، اس کا کرایہ چار سو روپے وصول کیا جاتا ہے حج کے موقعہ پر جو حاجیوں سے چار سو روپیہ لیتے ہیں، حاجیوں کے چلے جانے کے بعد صرف پندرہ روپے لیتے ہیں۔ یہ کس قدر صریح ظلم ہے، اس ظلم کی کوئی حد ہے! ترکوں کی سلطنت میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جانے اور پھر مکہ شریف واپس آنے کا کرایہ ۱۵ روپیہ تھا اب اونٹ کا کرایہ چار سو روپیہ ہے اور اونٹ کی قیمت ۳۳ روپیہ اور ایک بار کا کرایہ چار سو روپیہ ہے۔ اپنا اونٹ خرید کر یا اپنی موٹر سواری پر یا ٹرک پر یا پیادہ کوئی نہیں جا سکتا۔ پانچ سال قبل کا واقعہ ہے کہ سات سو آدمیوں کو جو رابغ تک پا پیادہ پہنچے تھے، حجاز کے اندر داخلہ کی اجازت نہ دی گئی اور رابغ سے واپس کر دیا۔

تیسرا فائدہ یہ ہو گا کہ آپ کے سفرِ حج کا سن کر ہندوستان کے ہزارہا مسلمان آپ کے ہمراہ جانے کے اشتیاق میں حج کو روانہ ہوں گے اور اس خیرِ کثیر کے باعث آپ ہوں گے۔ ان سارے حاجیوں کو جس قدر ثواب ملے گا، اُتنا ہی تنہا آپ کو ملے گا۔ الدّال علی الخیر کفاعلہ گویا آپ نے بیک وقت ہزارہا حج کر لیے۔

اب فقیر حج کے معنی بیان کرتا ہے کہ حج کسے کہتے ہیں۔ ایک پرندہ جال میں پھنس جاتا ہے، وہ بہتیرا پھڑپھڑاتا ہے مگر جال نہیں ٹوٹتا اور وہ گرفتار کا گرفتار رہتا ہے۔ آخر ایک دن فرشتہ اجل آ جاتا ہے اور اس کی جان نکال لے جاتا

ہے۔ اسی طرح انسان بھی علائقِ دنیا اور سلاسلِ مال وعیال میں گرفتار رہتا ہے۔ کوئی صورت اس جال سے نکلنے کی نہیں نکلتی۔ ادھر بیوی کا خیال ہے، اُدھر بچوں کی فکر ہے ادھر مال ہے اُدھر زمین ہے۔ مرتے دم تک اسی غم میں مبتلا رہتا ہے آخر ملک الموت اس پھندے سے اُس کو چھڑاتا ہے، تو اس کا نام موت ہے اور اپنی خوشی سے اپنے ارادے سے اس جال کو توڑنا، اس کا نام حج ہے۔

حاجی، اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے اور میزبان کو اپنے مہمان کی خاطر عزیز ہوتی ہے۔ جس وقت حاجی اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ اس وقت سے جب تک وہ پھر واپس ہو کر گھر میں داخل ہوتا ہے، اُس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حج کے زمانے میں حاجی کا ہر فعل عبادت ہے۔ اُس کا کھانا پینا، سونا عبادت میں داخل ہے۔ حج سے مشرف ہو کر حاجی اس طرح پاک ہوتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ حاجی کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں اور اُس کو انعام میں جنت نصیب ہوتی ہے۔ جس وقت حاجی کی پہلی نظر کعبہ شریف پر پڑتی ہے، اُس وقت جو دعا مانگے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث یاد تھی جس وقت پہلی مرتبہ اُن کی نظر کعبہ شریف پر پڑی تو انہوں نے دعا مانگی کہ "یا اللہ! مجھ کو مستجاب الدعوات بنا" یعنی میں جو دعا مانگا کروں اُس کو قبول فرمالیا کر۔

اگر آپ بجائے سال آئندہ اسی سال حج کا ارادہ کر لیں تو کراچی سے روانگی اور واپسی تک صرف دو مہینے صرف ہوں گے۔ ۲۵ دن مدینہ شریف کی حاضری ۱۵ دن مکہ شریف کی حاضری اور بیس روز جہاز کی آمد و رفت میں۔ ۴ نومبر کو ۹ ذی الحجہ ہوگی اور نومبر کے آخر تک آپ واپس پہنچ سکتے ہیں۔

فقیر نے بھی امسال مع اپنے پچیس رفیقوں کے ٹکٹ حاصل کر لئے ہیں اور شوال میں جو دوسرا آگبوٹ جائے گا، اُس میں روانگی ہوگی۔ اگر آپ بھی اسی سوار ہوں تو خلہ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے حاجی دو۔ فقیر یہ بھی آپ کو بتانا ضروری سمجھتا ہے کہ اگر آپ کو خدا تعالیٰ اسی سال حج کی سعادت نصیب کرے تو آپ اپنا مطوف شیخ محسن صاحب سندھی کو بنائیں۔ یہ بہترین مطوفین میں سے ہیں، قدیم سے فقیر کے مطوف ہیں اور بڑی جانفشانی سے حاجیوں کے خدمتگزار ہیں۔ بلکہ فقیر باقی

حاجیوں کو بھی سچے دل سے مشورہ دیتا ہے کہ شیخ محسن صاحب کو اپنا مطوف بنایا کریں۔ نیز یہ تحریر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے تمام خورد و نوش اور خرچ آمد و رفت فقیر کے ذمہ ہوگا اور جس قسم کا پرہیزی کھانا آپ چاہیں گے انشاءاللہ تعالیٰ ویسا ہی تیار ہو جایا کرے گا۔ اور اگر آپ قبول و منظور فرما دیں تو آپ کا آگبوٹ کا کرایہ بھی فقیر ہی ادا کرے گا۔

نجدی حکومت کے مظالم اس قدر ہیں کہ لکھنے کے لیے دفتر چاہیئے، ادھر انگریزوں کے یہ مظالم ہیں کہ حاجیوں کو ایک سیر آٹا وا نہ لے جانے کی بھی اجازت نہیں ہے، حاجی لوگ وہاں جا کر کیا کھائیں گے۔ بھوکے ہی مر جائیں گے کیونکہ وہاں تو غلہ تو ملتا ہی نہیں ہے۔ سنا گیا ہے کہ گزشتہ سال جو حاجی اپنے ہمراہ مٹھائی لے گئے تھے وہ بھی انہوں نے چھین لی تھی۔ خیر یہ تو انگریزی حکومت ہے، ان کا اختیار ہے جو کچھ چاہیں کریں مگر نجدی حکومت تو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ حاجی لوگ اپنے گھر سے صرف ساٹھ روپیہ لے جاتے تھے اور حج کر کے واپس آ جاتے تھے لیکن اب انگریزی حکومت نے اخبارات کے مطابق تیسرے درجے کا کرایہ اٹھارہ سو روپے (۱۸۰۰)، دوسرے درجہ کا چوبیس سو (۲۴۰۰) اور اول درجے کا چار ہزار (۴۰۰۰) روپیہ مقرر کیا ہے۔ پنجاب کے غریب مسلمان اتنا روپیہ کہاں سے لائیں گے۔ نجدی حکومت نے اس بات کو سمجھا ہی نہیں کہ اگر وہ ترکوں کے وقت کے کرائے مقرر کر دے تو فقیر وغیرہ سے کہتا ہے کہ اس کو موجودہ آمدن سے سوگنا زیادہ آمدن ہو اور غریب مسلمان بھی حج و زیارت کی نعمت عظمیٰ سے مستفیض ہو کر نجدی حکومت کے حق میں دل و جان سے دعا کریں گے۔

فقیر امید کرتا ہے کہ آپ اس خط کے جواب باصواب سے بہت جلد مطلع فرمائیں گے تاکہ تسلی ہو۔ اگر آپ فقیر کی اس درخواست کو منظور فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے تو فقیر کو آئندہ بھی شرعی امور میں مشورہ دینے کی جرات ہو جائے گی اور پہلی بار ہی خالی گئی تو فقیر کو سخت صدمہ پہنچے گا اور نہایت مایوسی ہو جائے گی۔ فقیر آپ کے سفر حج کے عزم بالجزم کی خوشخبری سننے کے لئے ہمہ تن گوش کے انتظار میں ہے اور فقیر کا پتا گھر قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ ہے۔

الراقم

سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ[۵۴]

بعد ازاں انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کو یہ خط لکھا:

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ

۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء

قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزم حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی رُوسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کرکے بقول کشمیریاں گاندھی کا ..... بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا ..... نہ بنا سکے۔

آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو
ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس پیغام میں دوسری مبارکباد حضور نظام دکن میر عثمان علی خاں والیٔ حیدر آباد دکن (ف ۱۹۶۷ء) اور اہل حیدر آباد دکن کو دیتا ہوں، جنھوں نے آپ کو سونے سے وزن کرکے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی، کیونکہ آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک سونے سے وزن کرنے کی عزت سوائے آغا خاں صاحب (سر سلطان محمد شاہ آغا خاں سوم ف ۱۹۵۷ء) اور آپ کے، کسی بادشاہ کو، کسی ملک اور قوم میں نہیں ہوئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کرکے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔ اس لیئے اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اُس بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اور دربار شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ حاضر ہو کر اُس کا شکریہ ادا کریں اور

---

[۵۴] ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور جلد ۸۲ شمارہ ۲۸/۲۹ بابت ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۳، ۴

فقیر کے پیغام کو معمولی نہ سمجھیں۔

عیدالفطر کے بعد ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی پہنچکر دوسرے دن مکہ پہنچ جائیں۔ اور پانچ دن میں مناسک حج ادا کر کے دو تین گھنٹے میں مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں، وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر تیسرے دن کراچی واپس پہنچ جائیں۔ اس میں آپکے کل بیس دن کے قریب صرف ہوں گے۔ جس وقت یہ نیاز نامہ پہنچے اس وقت اپنے عزم بالجزم سے بذریعہ تار علی پور سیداں، قلعہ سوبھا سنگھ (تارگھر) کے پتے پر فقیر کو مطلع فرمائیں کہ ع بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

آپ کے میل گرام کا انتظار رہے گا۔

الراقم

سید جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

بعد میں حضرت قائد اعظمؒ کو ایک خط انگریزی میں بھی لکھوایا جس میں حج کی تمام تفصیلات اور اخراجات تک تحریر کرائے تھے۔

قائد اعظمؒ نے ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء کو جواب لکھا جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

۱۰ اورنگزیب روڈ

نیو دہلی

۱۳ اگست ۱۹۴۶ء

ڈیئر سید جماعت علی شاہ صاحب

۱۷ جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، اُن کی بنا پر میرے لیے اس وقت ہندوستان سے دُور ہونا ممکن نہیں ہے۔

آپکے شکریے کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ کو مبارکبادی کا خط لکھا، جس کے

جواب میں قائدِاعظمؒ نے ۶ راگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے :

۱۰ اورنگ زیب روڈ
نیو دہلی
۶ راگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر پیر صاحب

آپکی نیک تمنّاؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دو سو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپنے از راہِ لطف مجھے شفتالوؤں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اُسکا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمنّاؤں کے ساتھ
آپکا مخلص

ایم اے جناح [۵۶]

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور ہمیں سورج سے بھی زیادہ روشن منزل پاکستان کی شکل میں مل گئی تو حضرت امیرِ ملّتؒ نے قائدِاعظمؒ اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کیے، قائدِاعظمؒ کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا :

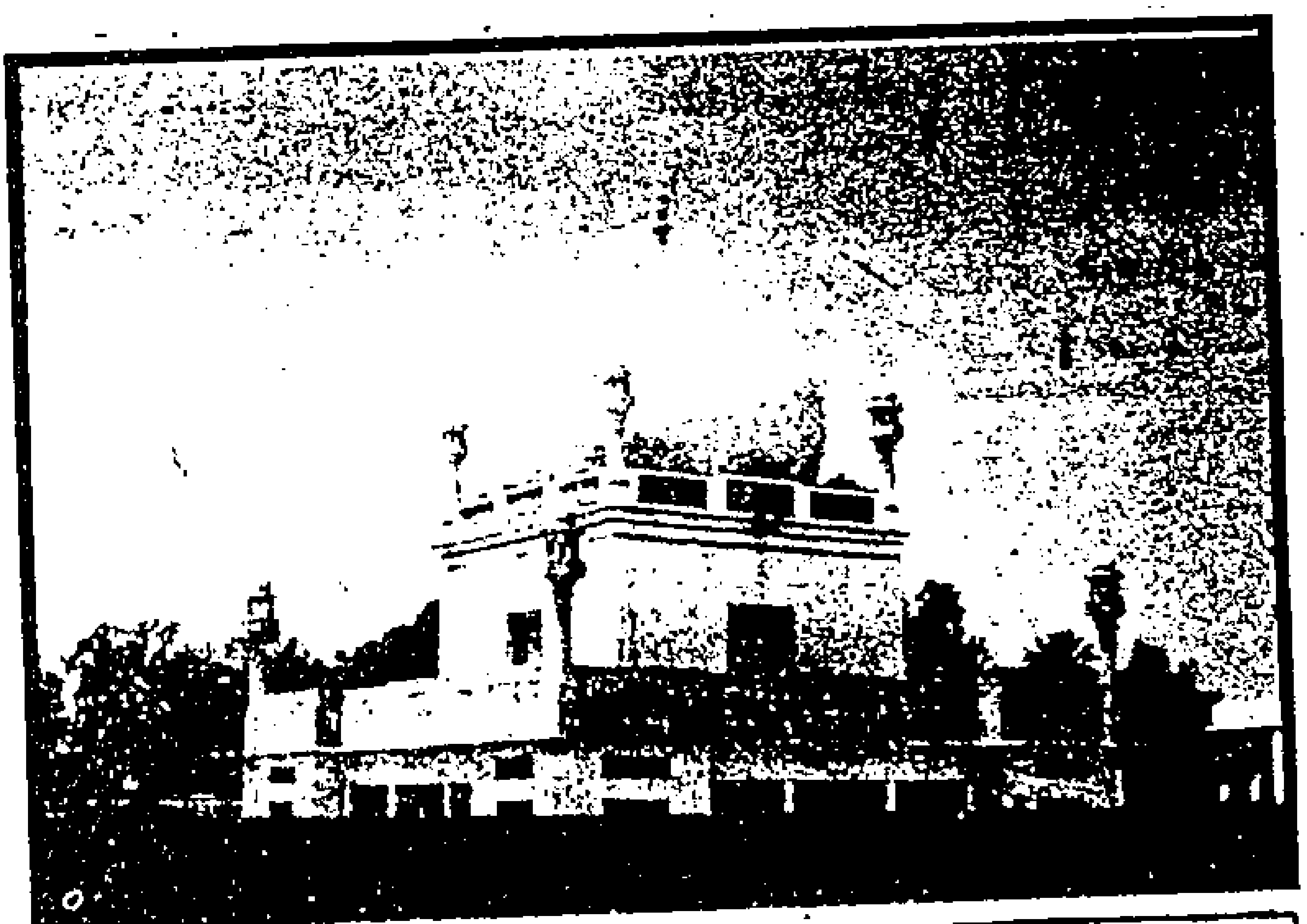
"ملک گیری آسان ہے، ملک داری بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔"

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائدِاعظمؒ کی رحلت ہوئی تو حضرت امیرِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپنے حضرت قائدِاعظمؒ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور یارانِ طریقت کو بھی دعائے مغفرت کے لیے ارشاد فرمایا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے مریدِ خاص الحاج چوہدری قاری محمد شہاب الدین صاحب بیگم بازار حیدرآباد دکن (انڈیا) کے نام اپنے والا نامہ میں حضرت قائدِاعظمؒ کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا :

---

[۵۶] "سیرتِ امیرِ ملّت" صہ ۴۸۸ تا ۴۹۰۔ "قائدِاعظم خطوط کے آئینے میں" صہ ۱۶۴ تا ۱۶۶۔

"ابھی ابھی جناح صاحب کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر سُن کر جس قدر صدمہ ہُوا وہ احاطۂ تحریر سے خارج ہے۔ خیر، مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ اِس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم و مغفور کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔" ؎[12]



مزارِ مقدّس حضرت امیرِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ

؎[12] "فیضانِ امیرِ ملّت" از مرزا ذوالفقار علی بیگ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۸۸، ۸۹

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱	انجمنِ انوارِ رضا	مولانا حشمت علی خاں لکھنوی	پیلی بھیت (انڈیا)	۱۹۴۵ء
۲	اسلام اور قائدِ اعظم	محمد حنیف شاہد	لاہور	۱۹۷۶ء
۳	اسلامی مذاہب	شیخ ابو زہرہ مصری	فیصل آباد	طبع سوم
۴	اکابرینِ تحریکِ پاکستان	محمد علی چراغ	لاہور	۱۹۹۰ء
۵	اکابرِ تحریکِ پاکستان جلد اوّل	محمد صادق قصوری	گجرات	۱۹۷۶ء
۶	اقبال کا سیاسی کارنامہ	محمد احمد خاں	لاہور	۱۹۷۷ء
۷	الکاویہ علی الغاویہ جلد اوّل	مولانا محمد عالم آسی	امرتسر	۱۹۳۱ء
۸	〃 〃 جلد دوم	〃 〃 〃	〃	۱۹۳۴ء
۹	امیرِ ملت اور ان کے خلفاء	محمد صادق قصوری	سیالکوٹ	۱۹۸۳ء
۱۰	امیرِ ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس	〃 〃	لاہور	۱۹۹۱ء
۱۱	امام صحافت، ناسخ سیفی	خلیق الرحمٰن سیفی	فیصل آباد	۱۹۸۸ء
۱۲	انوارِ شاہِ جماعت	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	حیدرآباد دکن	قلمی
۱۳	انوارِ امیرِ ملت	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	۱۹۷۹ء
۱۴	انوارِ اقبال	بشیر احمد ڈار	کراچی	۱۹۶۷ء
۱۵	ایمان پرور یادیں	مولوی اللہ وسایا	ملتان	۱۹۸۶ء
۱۶	برکاتِ علی پور شریف	پیر خیر شاہ امرتسری	امرتسر	۱۳۲۶ھ
۱۷	پاکستان ناگزیر تھا	سید حسن ریاض	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۸	تحریکِ ہجرت	راجا رشید محمود	لاہور	۱۹۸۶

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سنہ
۱۹	تحریکِ ختمِ نبوت	شورش کاشمیری	لاہور	۱۹۷۶ء
۲۰	تاریخ صوبہ سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۸۶ء
۲۱	تاریخ پاکستان	شیخ محمد رفیق	لاہور	۱۹۷۹ء
۲۲	تذکرہ شاہ جماعت	سید حیدر حسین علی پوری	〃	۱۹۷۳ء
۲۳	تحریک پاکستان منزل بمنزل	حکومت پاکستان	اسلام آباد	۱۹۸۵ء
۲۴	تذکرہ شیر جماعت	فیاض بگوڈوی	میسور (بھارت)	۱۹۵۴ء
۲۵	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار	خواجہ محمد طفیل	سیالکوٹ	۱۹۸۶ء
۲۶	مذاہب اسلام	مولوی نجم الغنی رامپوری	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۷	مشاہداتِ قادیاں	مولانا عنایت اللہ چشتی	ملتان	۱۹۸۷ء
۲۸	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنی	لاہور	طبع نہم
۲۹	سیرتِ امیرِ ملت	سید اختر حسین / پروفیسر محمد طاہر فاروقی	علی پور سیداں	۱۹۷۵ء
۳۰	ملفوظاتِ امیرِ ملت	حاجی محمد عثمان جماعتی	حیدرآباد دکن	۱۳۶۹ھ
۳۱	〃 〃	〃 〃 〃	قصور	۱۹۶۵ء
۳۲	〃 〃	〃 〃 〃	لاہور	۱۹۷۶ء
۳۳	خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس	مولانا جلال الدین قادری	〃	۱۹۷۸ء
۳۴	مہر منیر	مولانا فیض احمد فیض	گولڑہ شریف	۱۹۷۴ء
۳۵	فیضانِ امیرِ ملت	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	حیدرآباد دکن	۱۹۵۹ء
۳۶	رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء	پنجاب ہائیکورٹ لاہور	لاہور	۱۹۵۴ء
۳۷	شاہراہِ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	۱۹۶۷ء
۳۸	علی برادران اور اُن کا زمانہ	سید محمد ہادی	دہلی	۱۹۷۸ء
۳۹	علی برادران	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۳ء
۴۰	محدث علی پوری کے قومی کارنامے	مولانا عبدالمجید قصوری	آگرہ	۱۹۲۵ء
۴۱	حیاتِ صدر الافاضل	مولانا غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم
۴۲	خطبۂ صدارت مؤتمر جمعیت علماء ہند	حضرت امیرِ ملت	بدایوں	۱۹۳۵ء

(۴۳)	ساتھ ستارے	حکیم محمد حسین بدر	لاہور	۱۹۷۸ء
(۴۴)	قائدِ اعظم اور سرحد	عزیز جاوید	〃	〃
(۴۵)	فدایانِ امیرِ ملت	محمد صادق قصوری	بُرج کلاں (قصور)	۱۹۸۱ء
(۴۶)	فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا	فیروز سنز	لاہور	۱۹۸۴ء
(۴۷)	قرارداد پاکستان	لطیف احمد شروانی	کراچی	۱۹۸۵ء
(۴۸)	جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا	شیخ غلام علی اینڈ سنز	لاہور	۱۹۸۷ء
(۴۹)	قائدِ اعظم پر قاتلانہ حملہ	ایک بیرسٹر کے قلم سے	〃	۱۹۸۵ء
(۵۰)	قائدِ اعظم خطوط کے آئینے میں	خواجہ رضی حیدر	کراچی	〃
(۵۱)	مشائخ ہوشیارپور	میاں عطاء اللہ ساگر وارثی	لاہور	۱۹۹۱ء
(۵۲)	مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اوّل	نواب بہادر یار جنگ	کراچی	۱۹۶۷ء
(۵۳)	مٹی کی محبت	پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی	لاہور	۱۹۸۸ء
(۵۴)	ستر بابرکاتِ بلیہ یمانیہ	مولانا حشمت علی خاں لکھنوی	پیلی بھیت (بھارت)	۱۹۴۶ء
(۵۵)	پیر صاحب مانکی شریف اور اُنکی سیاسی جدوجہد	پروفیسر سیّد وقار علی شاہ	اسلام آباد	۱۹۹۰ء
(۵۶)	جواہر نقشبندیہ اور مظاہر حوریہ	محمد یوسف نقشبندی	فیصل آباد	۱۹۷۹ء
(۵۷)	قائدِ اعظمؒ اور اُن کا عہد	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۶ء
(۵۸)	کاروانِ شوق	حکیم آفتاب احمد قرشی	〃	۱۹۸۴ء
(۵۹)	سیرت النبی بعد از وصال النبی	محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ	〃	۱۹۷۹ء
(۶۰)	صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین	پروفیسر اشتیاق طالب	〃	سن ندارد
(۶۱)	سبیل الرشاد	سیّد ممتاز علی	〃	۱۹۳۵ء
(۶۲)	حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں	محمد عبد اللہ قریشی	〃	۱۹۸۲ء
(۶۳)	ذکرِ اقبال	عبد المجید سالک	〃	۱۹۵۵ء
(۶۴)	حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال	پروفیسر محمد مسعود احمد	سیالکوٹ	۱۹۸۰ء
(۶۵)	معاصرین اقبال کی نظر میں	محمد عبد اللہ قریشی	لاہور	۱۹۷۷ء
(۶۶)	بالِ جبریل	اقبالؒ	〃	۱۹۴۷ء

(۶۷)	ضربِ کلیم	اقبالؒ	لاہور	۱۹۷۰ء
(۶۸)	سیرتِ اقبالؒ	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	"	۱۹۶۶ء
(۶۹)	صوفیۂ نقشبند	حکیم سید امین الدین احمد	"	۱۹۷۳ء
(۷۰)	کراماتِ امیرِ ملت	بخشی مصطفٰی علی خاں	کراچی	۱۹۶۵ء
(۷۱)	دانائے راز	سید نذیر نیازیؒ	لاہور	۱۹۷۹ء
(۷۲)	غازی علم الدین شہید	رائے محمد کمال	"	۱۹۸۳ء
(۷۳)	سہ ماہی "العلم"	سید الطاف علی بریلوی	کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء	
(۷۴)	" " اقبال ریویو	———	" جنوری ۱۹۶۱ء	
(۷۵)	ماہنامہ "انوار الصوفیہ"	———	سیالکوٹ، مئی ۳۸ء، اپریل ۱۹۴۰ء	
(۷۶)	" "	مولانا غلام رسول گوہر	قصور، اپریل مئی اگست ۱۹۶۱ء، اکتوبر ۱۹۷۱ء	
(۷۷)	" "ضیائے حرم"	پیر محمد کرم شاہ	بھیرہ (سرگودھا) دسمبر ۱۹۷۴ء	
(۷۸)	" "شمس الاسلام"	———	" " جنوری ۱۹۳۴ء	
(۷۹)	" "اشرفی"	———	کچھوچھہ شریف (بھارت) مئی ۱۹۲۵ء	
(۸۰)	" "ترجمانِ اہلسنت"	———	کراچی، اکتوبر نومبر ۱۹۷۸ء	
(۸۱)	مجلہ "برگِ گل" اردو کالج کراچی	ڈاکٹر محمد ایوب قادری	" ۱۴۰۱ھ (مولانا محمد علی جوہر نمبر)	
(۸۲)	"اوج" گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور	ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی	لاہور، ۹۱-۱۹۹۰ء (قرارداد پاکستان نمبر)	
(۸۳)	" "برقاب" (واپڈا)	قائداعظم نمبر	لاہور، ۱۹۷۶ء	
(۸۴)	پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز"	———	" یکم تا ۱۵ اگست، ۱۶ تا ۳۱ اگست ۱۹۹۲ء	
(۸۵)	ہفت روزہ "استقلال"	ظہور عالم شہید	لاہور، متعدد شمارے	
(۸۶)	" " "الفقیہہ"	حکیم معراج الدین احمد	امرتسر، ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۶ء کی فائلیں	
(۸۷)	" " "افق"	ظہور الحسن بھوپالی	کراچی، ۱۶ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء	
(۸۸)	روزنامہ "نوائے وقت"	مجید نظامی	لاہور، متعدد شمارے	
(۸۹)	سہ ماہی "فکر و نظر"	صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن	اسلام آباد، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء	

اظہارِ تشکر

مندرجہ ذیل حضرات کے مالی تعاون سے یہ کتاب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں خوش و خرم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱) جناب پیر سید نذر حسین شاہ صاحب، علی پور سیداں شریف (۲) جناب زبیر عالم چشتی، کراچی
(۳) جناب غلام مرتضےٰ کولاچی، میرپور ماتھیلہ (سندھ)
(۴) جناب چوہدری محمد فاروق انور، لاہور (۵) جناب چوہدری محسن ریاض، برج کلاں (قصور)
(۶) جناب چوہدری مدثر نواز، برج کلاں (قصور) (۷) جناب پیر طالب حسین شاہ، میانوالا
(۸) جناب پروفیسر زاہد حسین فریدی، اسلام آباد (۹) جناب محمد صدیق نقشبندی، شیخوپورہ
(۱۰) جناب محمد اشرف کاشف، نارووال (۱۱) جناب مولانا محمد حفیظ نقشبندی، کراچی
(۱۲) جناب راجہ امتیاز احمد ایڈووکیٹ، کوٹلی (A.K)
(۱۳) جناب رانا محمد ذوالفقار علی قصوری پیپلاں (میانوالی)، (۱۴) جناب صوفی فقیر محمد گوجرانوالا
(۱۵) جناب چاچا امانت علی ٹیلر ماسٹر برج کلاں (قصور)، (۱۶) جناب شیخ محمد سعید، ساہیوال
(۱۷) جناب فیاض الدین احمد ٹاؤن شپ لاہور (۱۸) جناب حمید عالم کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

جہانِ امیرِ ملت

محمد صادق قصوری

مرکزی مجلسِ امیرِ ملت پاکستان